ماہنامہ

انصاراللہ

(صرف احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لیے)

ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

شوال/ذیقعد 1435ھ، ظہور/تبوک 1393 ہش/اگست/ستمبر 2014ء

اس شمارہ میں

- سیرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
- حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم: صاحبِ خیر کثیر
- شان حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
- ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے والی جماعت
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور مستشرقین کے اعتراف
- رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
- شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- کیا دین بزور شمشیر پھیلا؟
- حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مقام محمود
- تعدد ازدواج پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ
- عصمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت احمدیہ
- سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عدیم المثال عائلی حیات

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن کے پیغامبر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''مجھ سے اکثر دنیا والے پوچھتے ہیں...... کہ تم جو (دین حق) پیش کرتے ہو ٹھیک ہے بہت اچھا ہے لیکن (۔) اکثریت تو تمہیں (مومن) نہیں سمجھتی اور اُن کے عمل جو سامنے آ رہے ہیں یہ تو اس سے بالکل الٹ ہیں جو تم کہتے ہو۔ ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی تم کرتے ہو کہ احمدی دنیا میں صحیح (۔) انقلاب لائیں گے۔ یہ کس طرح ہوگا؟ بہرحال اُن کو تو میں یہی بتاتا ہوں کہ یہ ''ہوگا'' والی بات نہیں بلکہ ہو رہا ہے۔ اور لاکھوں سعید فطرت (۔) اس حقیقی (دین) کو سمجھ کر ہر سال...... احمدیت میں شامل ہو رہے ہیں...... اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم اُس وقت تک یہ کام کرتے چلے جائیں گے جب تک دنیا کو یہ نہ منوا لیں کہ (دین حق) ایک پُرامن مذہب ہے اور حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم امن کے وہ پیغامبر ہیں جس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے ہی دنیا کی نجات ہے...... ہر انسان اپنے مذہب کا فیصلہ خود کرتا ہے۔ بعض شدت پسند حکومتیں یا مُلّاں ہمیں (۔) سمجھیں یا نہ سمجھیں اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں (مومن) ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے وہ سب (مومن) ہیں اور اُن سے بہتر (مومن) ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانا۔ اور یہی ہر احمدی جو ہے، سمجھتا ہے۔ اس قسم کی حرکتیں کر کے یہ لوگ احمدیت کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہاں اگر کوئی حکومت یا وزیر یا اُن کے چیلے احمدیوں پر ظلم کریں گے تو دنیا میں اپنی حکومت کو اور ملک کو بدنام کریں گے۔ لیکن ملک کی بدنامی سے ہر احمدی کا دل خون ہوتا ہے۔ کیونکہ اس ملک کی خاطر ہم نے بڑی قربانیاں دی ہوئی ہیں۔ یہاں مذہب کے نام پر خون کر کے یہ لوگ نہ صرف ملک کو بدنام کر رہے ہیں بلکہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے (دین) کے نام پر ہو رہا ہے۔ اور (دین حق) جو امن، صلح، بھائی چارے اور محبت کا مذہب ہے اُسے بھی بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ دشمنوں سے بھی حسنِ سلوک کرو۔ جہاں انصاف کا سوال آئے، انصاف بہرحال مقدم ہے۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ (المائدۃ:9) یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یعنی کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا تقویٰ اختیار کرو۔ پس یہ (دین حق) کی تعلیم ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 / جون 2013ء از الفضل انٹرنیشنل 5 تا 13 / جولائی 2013ء)

صرف احمدی احباب کے لئے

ماہنامہ **انصاراللہ**

ناموس رسالت ﷺ نمبر

شوال، ذیقعد۔ظہور، تبوک 1393ہش، اگست، ستمبر 2014ء، جلد 55، شمارہ 8-9 ● **ایڈیٹر:** احمد طاہر مرزا

ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہوکر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں، لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں (دین حق) پر موت دے ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔‘‘

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 30)

فون نمبر 047-6212982 **۔فیکس** 047-6214631 **مینیجر** (0336-7700250)

ویب: www.ansarullahpk.org

ای میل: ansarullahpakistan@gmail.com - magazine@ansarullahpk.org

پبلشر: عبدالمنان کوثر **پرنٹر:** طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ کمپوزنگ: فرحان احمد ذکاء

مقام اشاعت: دفتر انصاراللہ دارالصدر جنوبی، چناب نگر (ربوہ) **مطبع:** ضیاءالاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)

شرح چندہ پاکستان سالانہ 300: روپے۔ قیمت پرچہ ہذا: 50 روپے

اس شمارہ میں

●	ناموس رسالت ﷺ نمبر	(صدر مجلس انصار اللہ)	5
●	پاک محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کا سردار	(اداریہ)	8
●	درود و سلام بر حضرت خیر الانام ﷺ	(درس القرآن)	11
●	وانک لعلیٰ خلق عظیم	(درس الحدیث)	12
●	یا عین فیض اللّٰہ والعرفان	(عربی منظوم کلام)	13
●	نعت حضرت سید الثقلین محمد مصطفیٰ ﷺ	(فارسی منظوم کلام)	14
●	شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے	(اردو منظوم کلام)	15
●	شمائل النبی ﷺ	(مدیر)	17
●	سیرت سید الانبیاء ﷺ	(سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)	19
●	صاحب خیر کثیر ﷺ	(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ)	28
●	رحمت عالم ﷺ اور مومنوں کی ذمہ داریاں	(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)	30
●	رحمۃ للعالمین ﷺ	(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ)	32
●	ناموس رسالت ﷺ پر فدا ہونے والی جماعت	(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)	34
●	غزوات النبی ﷺ میں خلق عظیم	(حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد۔ خلیفۃ المسیح الرابعؒ)	37
●	عَلیکَ الصَّلوٰۃُ عَلیکَ السَّلام	(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل دہلوی)	46
●	رسول کریم ﷺ کی حفاظت الٰہی کے واقعات	(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)	47
●	حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شانِ مقام محمود	(حافظ مظفر احمد)	56
●	جس کو سب سرکار دو عالم ﷺ کہیں	(چوہدری محمد علی مضطر)	60
●	تعدد ازدواج پر مستشرقین کے اعتراضات کی حقیقت	(ڈاکٹر مرزا سلطان احمد)	61
●	عصمت رسول ﷺ اور جماعت احمدیہ کی عظیم کاوشیں	(حنیف احمد محمود)	69
●	اے شاہ مکی و مدنی سید الوریٰ	(منظوم کلام)	78
●	سرور کونین ﷺ کی عدیم المثال عائلی حیات	(عبد السمیع خان)	80
●	بزور شمشیر دین پھیلانے کے اعتراض کا جواب	(محمد محمود طاہر)	88
●	شان خیر الانام ﷺ	(محمد رفاقت احمد)	95
●	فیضان برکات درود شریف	(احمد طاہر مرزا)	100
●	حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ ...... مستشرقین کے اعترافات	(ماخوذ)	106
●	افضل الانبیاء ﷺ	(ادارہ)	116
●	رپورٹ سیمینار سیرت النبی ﷺ	(خواجہ مظفر احمد)	118

ناموس رسالت ﷺ نمبر

(مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان)

ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر جہاں خدا تعالیٰ کے اور بے انتہاء فضل اور احسان ہیں وہاں اس رحمت دو عالم ﷺ پر ایک فضل خاص یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے غلاموں کے دل میں ایسی سچی محبت اور عشق پیدا کر دیا کہ وہ دیوانہ وار آپؐ پر فدا تھے۔ انہوں نے آڑے وقت میں حضرت موسیٰ ؑ کے ساتھیوں کی طرح آپ سے یہ نہیں کہا کہ: فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (المائدۃ:25)

کہ پس جاؤ اور تیرا رب دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ بلکہ اصحاب محمدؐ نے ہمیشہ یہ نعرہ بلند کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی۔ آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی اور دشمن ہماری لاشیں روندے بغیر آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی کیفیت ہر مخلص اور وفا شعار صحابیؓ رسول کی تھی۔ سردار منافقین عبداللہ بن ابی سلول نے جب رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپؐ کے مقابلہ میں خود کو معزز ترین انسان قرار دیا۔ اس پر ان کے بیٹے عبداللہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کا سر قلم کر دوں۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اس کی اجازت نہیں دی بلکہ فرمایا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والادب باب نَصْرِ الأَخِ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا)

مگر اس وفا شعار اور مخلص صحابی عبداللہؓ کے دل کو تسکین نہ ہوئی جب تک اس سفر سے واپسی پر مدینہ میں داخل ہونے سے قبل اس نے اپنے باپ کو روک کر یہ اقرار نہ کروالیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی مدینہ کے معزز ترین انسان ہیں اور وہ خود مدینہ کا ذلیل ترین انسان ہے۔ اس اقرار کے بعد ہی اس عاشق صادق نے اپنے والد کو مدینہ میں داخل ہونے دیا۔

بلاشبہ ان عشاق رسول ﷺ کا مذہب ہی یہ تھا کہ کوئی شخص حقیقی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک اپنے والدین، اولاد اور تمام رشتہ داروں سے زیادہ خدا کا رسول اسے پیارا نہ ہو۔ وہ خدا کے رسول کی حفاظت اور آپ ﷺ کی عزت و ناموس کے لیے ہمیشہ کمر بستہ رہتے تھے۔ حضرت سعد بن ربیعؓ نے احد کے میدان میں شہید ہوتے ہوئے اپنی قوم کو آخری پیغام یہی دیا تھا کہ ”اے میری قوم! رسول اللہ کی امانت جس کی عمر بھر ہم نے حفاظت کی۔ اب تمہارے سپرد ہے۔ یاد رکھو اگر اس کی کما حقہ حفاظت نہ کی تو قیامت کے دن تمہارا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔“

یہی جذبہ عشق و وفا دیگر اصحاب رسول کا تھا۔ میدان احد میں حضرت طلحہؓ نے اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کے آگے کر دیا کہ کہیں کوئی تیر آ کر آپ کو نہ لگ جائے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ تو ٹنڈا کروالیا لیکن رسول اللہ کے چہرہ پر (جو دراصل دین حق کا چہرہ تھا) آنچ نہ آنے دی۔

دوسری طرف حضرت ابو طلحہ انصاریؓ اپنے آقا و مولیٰ کے آگے یہ کہتے ہوئے سینہ سپر تھے کہ یا رسول اللہ میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے ڈھال ہے۔ آپ سر اونچا کر کے نہ دیکھئے کہیں کوئی تیر آپ ﷺ کو آ کر نہ لگ جائے۔

اگر دشمنان اسلام رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کے خلاف کوئی نکتہ چینی کرتے یا آپ ﷺ کی ہجو کرتے تو اہل زبان شعراء حضرت حسانؓ، حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ اور حضرت کعبؓ بن مالک نہایت جرأت اور مستعدی سے اپنے آقا و مولیٰ کا دفاع کرتے۔ رسول اللہؐ نے خاص طور پر قریش مکہ کی شاعرانہ تعلیوں کا جواب دینے کے لئے حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ تم ان دشمنوں کو جواب دو روح القدس (حضرت جبرائیل) تمہارے ساتھ ہے۔ پھر آپؐ اپنے اس فدائی صحابی کے لیے یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! روح القدس کی تائید سے اس کی مدد فرما۔

کسی نے حضرت حسانؓ سے پوچھا کہ تم قریش کی ہرزہ سرائی اور طعنہ زنی کا جواب کس طرح دو گے جبکہ خود رسول اللہ قریش میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو ان سے اسی طرح الگ کر دوں گا جیسے مکھن سے بال۔ اس طرح انہوں ایسی فصاحت اور قادر الکلامی سے رسول اللہؐ پر ہونے والے حملوں کا جواب دیا کہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ ان کا قابل قدر دلی جذبہ یہ تھا کہ:

فَــاِنَّ اَبِــیْ وَ وَالِــدَہٗ وَ عِــرْضِــیْ
لِــعِــرْضِ مُــحَــمَّــدٍ مِّــنْــکُــمْ وِقَــاءٗ

کہ میرے والدین اور میری اولاد اور میری عزت و ناموس محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت کے لیے قربان ہے۔ یوں صحابہ کرامؓ نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور رضا کی خاطر اپنے آقا و مولیٰ کی ہر میدان میں وہ حفاظت کر کے دکھائی۔ جس کے آداب اللہ اور رسول ﷺ نے انہیں تعلیم فرمائے تھے۔

دجال اور یاجوج ماجوج کے دور حاضر میں رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کو جب ایک بار پھر ان حملوں کا نشانہ بنایا گیا تو کیفیت یہ تھی کہ

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

دین حق اور حضور ﷺ مخالف عیسائی پادریوں اور آریوں کے حملوں میں گھر کر رہ گئے اور خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو آپ ﷺ کے دفاع کے لیے کھڑا کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس راہ میں اپنی جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ آپ کی دلی کیفیت یہ تھی کہ

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند نتابم رُو، ز ایوان محمدؐ

کہ اگر میں اپنے آقا محمد ﷺ کی راہ میں مارا جاؤں یا جلا کر راکھ کیا جاؤں تو بھی میں اپنا چہرہ دربار رسول اللہ ﷺ سے جدا کرنے والا نہیں۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ اپنے محبوب کی خاطر کس محبت اور غیرت سے فرماتے ہیں:

''جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں، لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں (دین حق) پر موت دے ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے''۔

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد نمبر 23 صفحہ 30)

عشق رسول ﷺ کا یہی جذبہ آپ نے اپنے جانشینوں اور ماننے والوں کو عطا کیا۔ چنانچہ آپ کے زمانہ میں پادریوں

اور آریوں کی طرف سے بے شمار اعتراضات کیے گئے جن کا آپ نے منقولی و معقولی رنگ میں اپنی کتابوں میں جواب دیا۔ اور ہر ایسے موقع پر جب دشمنان (دین) نے آپ ؐپر حملہ کیا خواہ وہ امہات المومنین جیسی فحش تصنیف ہو یا رنگیلا رسول جیسی بدنام زمانہ کتاب، ستیارتھ پرکاش ہو یا سلمان رشدی کا رسوائے زمانہ ناول Satanic Verses یا دور حاضر خلافت خامسہ میں ڈنمارک سے آنحضورؐ کے بارہ میں توہین آمیز کارٹونز کی اشاعت، جرمنی میں عیسائی پوپ کا دین حق اور آنحضورؐ کے خلاف لیکچر ہو یا امریکہ کے نکولا بسیلے کی مخالفِ دین بیہودہ فلم۔ جماعت احمدیہ اور اس کے رہنماؤں نے قرآنی تعلیم کے مطابق صبر اور تقویٰ کے نمونے دکھاتے ہوئے حضور ﷺ کا دفاع کیا۔ انہوں نے کبھی ہڑتالوں، جلاؤ گھیراؤ، مار دھاڑ کے ردعمل سے اپنے عشق کا ثبوت نہیں دیا بلکہ دلائل و براہین کے ساتھ رسول اللہؐ کی عزت و ناموس کی حفاظت کی اور درود شریف کے کثرت سے ورد کے ساتھ آپ کے گرد ایک ایسا مضبوط دفاعی حصار بنا ڈالا کہ دشمن کی کوئی ہرزہ سرائی ہمارے آقا و مولیٰ تک پہنچنے نہ پائے۔

چنانچہ خلافت خامسہ کے دور میں بھی 2012ء میں امریکہ میں ایک خبیث الطبع امریکن عیسائی نکولا بسیلے (Nakaula Basseley) نے جب قرآن کریم پر ایک فلم بنا کر دینی تعلیمات کو نہ صرف توڑ مروڑ کر پیش کیا بلکہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی ذات پر گندے الزام بھی لگائے۔ اس پر عالم اسلام کی طرف سے تو حسب معمول جلوسوں اور ہڑتالوں سے احتجاج کیا گیا۔ صرف ایک عالمگیر جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تھے جنہوں نے 21 رستمبر، 28 ستمبر اور 5 ر اکتوبر 2012ء کے خطبات جمعہ میں دین حق کا بھرپور دفاع فرماتے ہوئے اپنی عالمگیر جماعت کو توجہ دلائی کہ وہ ناموس رسالت پر ان حملوں کے جواب میں نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے مضامین اور کتب کثرت سے دنیا میں پھیلائیں جس سے نادان مخالفین کو رسول اللہ ﷺ کی عظمت سے روشناس کروائیں۔ بلکہ رحمتِ دو عالم ﷺ کے اخوت و محبت اور امن و آشتی کے پاک نمونوں پر عمل کر کے دنیا پر ثابت کردیں کہ ہمارا نبی کس شان کا حامل تھا۔ اور رسول اللہؐ پر کثرت سے درود بھیجیں۔ آپ نے مزید فرمایا:

" آج یہ کام ایک لگن کے ساتھ صرف جماعت احمدیہ ہی کر سکتی ہے۔ اس کے لیے ہر طرح کے پروگرام کی پہلے سے بڑھ کر کوشش کریں۔ سیمینار بھی ہوں، جلسے بھی ہوں اور ان میں غیروں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں بلائیں۔"

اس ارشاد کی روشنی میں مجلس انصاراللہ پاکستان نے اپنی شوریٰ کے مطابق 2013ء کا سال سیرت النبی ﷺ کے سال کے طور پر منایا۔ جس میں منعقد ہونے والے سیمینارز میں جماعت احمدیہ کے علماء و بزرگان سلسلہ نے آنحضرتؐ کی پاکیزہ سیرت پر مقالات پڑھے اور رسول اللہ ﷺ کی عزت و عظمت کے بیان کرنے کے علاوہ آپؐ کی ذات اقدس پر ہونیوالے اعتراضات کا دلائل و براہین سے ردّ کیا۔

مجلس انصاراللہ پاکستان کے لیے ناموسِ رسالت نمبر کی اشاعت باعث اعزاز ہے۔ مجلس انصاراللہ کے سیمینارز میں پڑھے جانے والے مقالات کے علاوہ سیرت النبیؐ پر مشتمل چند مفید علمی مضامین اس شمارہ کی زینت ہیں۔ خدا کرے کہ یہ کاوش تحفظ ناموس رسالتؐ اور قیام عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالہ سے قابل قدر اور نافع الناس ہو۔ آمین۔

اداریہ

پاک محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کا سردار

ہمارے آقا و مولیٰ وجہِ تخلیقِ ارض و سماء صاحبِ لولاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ انبیائے کرام میں سے وہ واحد رسول ہیں جن کے سیرت و اخلاق، عشاقانِ رسولِ عربیؐ نے بالتفصیل محفوظ کئے اور کئی صدیاں قبل وہ سوانح النبیؐ تحریری شکل میں آچکے تھے۔ خدا تعالیٰ کا یہ بہت بڑا نشان اور دینِ حق کی صداقت کا ایک عظیم الشان ثبوت ہے کہ آنحضور ﷺ کی زندگی کے حالات جتنے ظاہر ہیں اور کسی نبی کی زندگی کے حالات اتنے ظاہر نہیں۔ اِس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس تفصیل کے نتیجہ میں حضور ﷺ پر جتنے اعتراض ہوئے ہیں اتنے اعتراض اور کسی نبی پر نہیں ہوئے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان اعتراضات کے حل ہو جانے کے بعد جس شرحِ صدر اور جس اخلاص سے ایک انسان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات سے محبت کرتا اور کر سکتا ہے اور کسی انسان کی ذات سے اتنی محبت ہرگز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جن کی زندگیاں پوشیدہ ہوتی ہیں اُن کی محبت میں رخنہ پڑ جانے کا احتمال ہمیشہ رہتا ہے مگر حضور ﷺ کی زندگی تو ایک کھلی کتاب ہے۔ دشمن کے اعتراضات حل ہونے کے بعد کوئی ایسا کونہ نہیں رہتا جس پر سے مڑنے کے بعد آپؐ کی زندگی کے متعلق ایک نیا زاویہ نگاہ ہمارے سامنے آسکتا ہو۔ نہ کوئی تہہ ایسی باقی رہتی ہے جس کے کھولنے کے بعد کسی اور قسم کی حقیقت ہم پر ظاہر ہوتی ہو۔ یہ امر ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے اخلاق معلوم کرنے کے لئے کسی تاریخ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم نے شہادت دے دی کہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم ❶

حضرت رسول کریم ﷺ ایک راستباز اور مخلص انسان تھے جو کہتے وہی کرتے تھے اور جو کرتے وہی کہتے تھے۔ کیونکہ فرقان حمید کے ساتھ ساتھ حدیث اور تاریخ و سیر کی کتب میں بھی یہی گواہیاں پیش کی ہیں۔ پریس اور سوشل میڈیا کے جدید سروے کے مطابق ممکن ہے دنیا کی وہ چوٹی کی شخصیات جن پر سب سے زیادہ کتب لکھی گئیں ہیں انبیائے کرام کے علاوہ دیگر دنیوی شخصیات کو سرفہرست رکھتی ہوں تاہم مذہبی دنیا میں قدیم وکثیر سیرت و سوانح کے اعتبار سے حضور ﷺ سرفہرست ہیں۔ ہزارہا کتب آپ کی شانِ رسالت میں دنیا کی متعدد زبانوں میں لکھی گئیں۔ جو آپ کی شانِ رسالت کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں تاہم پھر بھی افسوس ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے مطبوعات کے ساتھ الیکٹرونک اور سوشل میڈیا پر مغربی دنیا میں نام نہاد مغربی مصنفین، امنِ عالم کو تباہ کرنے اور عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ میں اضطراب پیدا کرنے کے لئے آئے دن کوئی ایسا مواد شائع کر دیتے ہیں جس سے مذہبی دنیا میں اضطراب کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

ایک سچا مومن جو جملہ انبیاء پر ایمان لاتا ہے کیلئے سخت بے چینی کا باعث ہے کہ کسی بھی مرسل من اللہ کی اہانت کی جائے

اوراس کی عصمت وناموس پر کوئی حملہ کیا جائے۔اور جب آپ ﷺ کی ذات کا سوال ہو جنہیں خدا تعالیٰ نے خاتم النبیین فرمایا ہے تو ایک حقیقی مومن اور بھی بے چین ہو جاتا ہے۔وہ اپنی گردن تو کٹوا سکتا ہے، اپنے بچوں کو اپنے سامنے قتل ہوتے ہوئے تو دیکھ سکتا ہے، اپنے مال کو لٹتے ہوئے تو دیکھ سکتا ہے لیکن اپنے آقا کی توہین تو ایک طرف، ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا جس سے کسی قسم کی بے ادبی کا ہلکا سا شائبہ بھی ہو۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جن کی خاطر یہ زمین وآسمان پیدا کئے گئے کی ذات مطہر کے بارہ میں کچھ عرصہ سے امریکہ اور بعض یورپی ممالک میں خصوصاً، کارٹون، کتب اور فلمیں بنانے کی غلیظ حرکات ڈھٹائی سے جاری ہیں۔افسوس صد افسوس ایسے ممالک اور ایسے مصنفین پر جو اس کائنات کے سب سے پاک وجودؐ کے خلاف ایسی نازیبا حرکات کرتے ہیں۔

قرآن کریم حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے اوصاف کریمانہ کے بیان میں سب پر فائق ہے۔چار مرتبہ نام لیکر آپ کے خلق عظیم کا تذکرہ فرمایا۔فرقان حمید آپؐ کو مزکی، کتاب وحکمت سکھانے والے، کامل نبی، یٰس طٰہٰ عبداللہ، رحمۃ للعالمین، خلق عظیم کے بلند مراتب پر فائز، انسانیت کا درد والم رکھنے والے، دوسروں کے دکھوں کا مداوہ کرنے والے، مدثر ومزمل اور اندھیری راتوں میں مسلسل عبادات بجالانے والے جیسی صفاتِ حسنہ سے یاد کرتا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ نے گواہی دی کہ آپ کے اخلاق کے کیا کہنے۔فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ الْقُرْآن ❷ قرآن کریم میں جن اخلاق عالیہ کی اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے وہ آپ کی ذات گرامی میں کلیۃً موجود تھے۔

عیسائیوں نے ایک دور میں حضورؐ کے خلاف لاکھوں کتب شائع کیں۔1880ء کے عشرہ کی شاہکار اور لاجواب کتاب جس میں عملاً ہزاروں مخالفین دین متین کی کتب کا بدلائل رد کیا گیا اور جو حقانیت کتاب اللہ و نبوت محمدیہؐ کے تین سو سے زائد ناقابل تردید دلائل پر مشتمل ہے یعنی ''البراھین الاحمدیه علي حقية كتاب الله القرآن والنبوة المحمديه '' میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے کمال تحقیق وتدقیق سے منکرین دین پر بوعدہ دس ہزار روپیہ انعام حجت پوری کردی۔اس دور میں دیگر حامیان دین نے بھی بعض مخالف دین لٹریچر کے جوابات لکھے جیسے سرولیم میور نے جب لائف آف محمد لکھی تو سرسید احمد خان نے ''سیرت احمدیہ'' کے نام سے اس کا جواب تحریر کیا۔میزان الحق، ستیارتھ پرکاش، رنگیلا رسول، رسالہ ورتمان اور Satanic Verces جیسا اشتعال انگیز لٹریچر لکھا گیا تو کئی عاشقان رسول ﷺ نے اس کے مدلل جوابات لکھے جیسے، ''نور القرآن''، ''نور الدین''، ''آسمانی پرکاش''، ''رحمانی آیات'' اسی طرح حضورؐ سے سچی محبت رکھنے والوں نے حالیہ صدی کے مخالف دین لٹریچر کا بھی بھرپور جواب دیا۔

آج کل مغربی مؤلفین حیلوں بہانوں سے دوارب سے زائد عشاقانِ رسولؐ کی دینی غیرت کو للکارنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں اور چند ناپاک اپنے سفلہ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے پرنٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعے اُس مطہر او رمقدس ہستی پر قلمی حملے کرتے رہتے ہیں کہ جن سے ایک عاشق رسول ﷺ کا خون کھولنے لگتا ہے۔دشمن تو اپنی چالیں

چلتا رہتا ہے مگر عشق رسول کا دم بھرنے والے محققین، اہل علم و دانش، سیرت النبیؐ اور تاریخ دین کے ماہرین اور سچے عاشقانِ رسول ﷺ کو ناموس رسالت کے دفاع کی غرض سے سیرت و اخلاق النبیؐ پر تحقیقی کتب، ریسرچ پیپرز اور مضامین لکھنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ نیک کاوشیں نہ صرف مذہبی دنیا میں بلکہ امریکہ، ڈنمارک، ناروے، سویڈن، انگلستان، جرمنی، فرانس اور اٹلی میں بھی ہونے چاہئیں۔ ایسے پروگرام تیار کریں جن میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی سیرت وطیبہ، اخلاق فاضلہ، آپ کے طبقہ نسواں پر احسانات، ہمارا دین امن و آشتی کا دین، مذہبی رواداری اور اسوۂ رسولؐ، قرآن کریم سب نبیوں کی عزت کا ضامن، رسول کریم ﷺ عصمتِ انبیاء کے محافظ، اور محسن انسانیتؐ کے موضوعات پر مدلل، مستند اور پُرمغز پروگرام پیش کئے جائیں۔ اور پھر یہ مستند اور معیاری پروگرام جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے ساری دنیا کیلئے پیش کی جائیں تاکُل عالم کو اس بات کا علم ہو جائے کہ آقائے نامدار احمد مجتبیٰ ﷺ کا اصل مقام و مرتبہ کیا ہے۔ تا کہ آجکل کے نام نہاد سستی شہرت کے پجاری اور دنیا کو گمراہ کرنے والوں کی اصلیت سب کے سامنے کھل جائے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہمارے لئے یہ مشعل راہ پیش فرمائی ہے کہ:

"میرے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر اگر کوئی ہاتھ ڈالنے کی ہلکی سی بھی کوشش کرے گا تو وہ خدا تعالیٰ کے اس فرمان کہ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ [3]۔ یقیناً ہم استہزاء کرنے والوں کے مقابل پر تجھے بہت کافی ہیں، کی گرفت میں آجائے گا اور اپنی دنیا و آخرت برباد کرلے گا۔ میرے آقائے دو جہان کا مقام تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت و مرتبے کی ہر آن اس طرح حفاظت فرما رہا ہے کہ جس تک دنیا والوں کی سوچ بھی نہیں پہنچ سکتی۔ آپؐ کے مقام، آپؐ کے مرتبے، آپؐ کی عزت کو ہر لحہ بلند تر کرتے چلے جانے کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یوں فرمایا ہے۔ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ [4] یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں ...... پس اگر ہم نے آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنی ہے ...... تو پھر ہمیں صدق و وفا کے ساتھ اُن باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے جن کا حکم ہمیں خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ اپنی زبانوں کو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے سے تر رکھنا ہے تا کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کا قرب پاسکیں ...... آپؐ کو یہ مقام ملا کہ اللہ اور اس کے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے ہیں اور اس لئے مومنوں کو بھی حکم ہے کہ درود بھیجیں اور درود بھیجتے ہوئے اُن احسانات کو سامنے رکھیں جو آنحضرت ﷺ نے ہم پر کئے ...... یہ ہے آنحضرتؐ کی ناموسِ رسالت کہ غیر کا منہ بند کرنے کیلئے ہم اسوۂ رسولؐ پر عمل کرنے کی کوشش کریں ...... **جہاں تک دشمن کے بغضوں، کینوں اور اس وجہ سے میرے پیارے آقا ﷺ کے متعلق کسی بھی قسم کی دریدہ دہنی کا تعلق ہے، استہزاء کا تعلق ہے اُس کا اظہار ...... اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر فرما دیا ہے کہ ان لوگوں کیلئے میں کافی ہوں۔"** [5]

1-(القلم) 2- صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب جامع صلوٰۃ اللیل ومن نام ...... حدیث نمبر 1773 3-(الحجر: 96) 4-(الاحزاب: 57)
5-(خطبہ جمعہ 21 جنوری 2011ء از الفضل انٹرنیشنل 11 تا 17 فروری 2011ء بحوالہ خطبات مسرور جلد نہم صفحہ 27-28)

درس القرآن

درود و سلام بر حضرت خیر الانام ﷺ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ○ (سورۃ الاحزاب:57-58)

یقیناً اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی اُس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔ یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں، اللہ نے اُن پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اور اُس نے اُن کے لئے رُسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''ان (آیات) میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اُن کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تمہارا کام اس رسول پر درود اور سلام بھیجنا ہے۔ ان لوگوں کی بیہودہ گوئیوں اور ظلموں اور استہزاء سے اُس عظیم نبی کی عزت و ناموس پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ تو ایسا عظیم نبی ہے جس پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔ مومنوں کا کام ہے کہ اپنی زبانوں کو اس نبی پر درود سے تر رکھیں۔ اور جب دشمن بیہودہ گوئی میں بڑھے تو پہلے سے بڑھ کر درود و سلام بھیجیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

یہی درود ہے اور یہی نبی ہے جس کا دنیا میں غلبہ مقدر ہو چکا ہے۔ پس جہاں ایک احمدی (۔) اس بیہودہ گوئی پر کراہت اور غم و غصّہ کا اظہار کرتا ہے وہاں ان لوگوں کو بھی اور اپنے اپنے ملکوں کے اربابِ حل و عقد کو بھی ایک احمدی اس بیہودہ گوئی سے باز رہنے اور روکنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانی چاہئے۔ دنیاوی لحاظ سے ایک احمدی اپنی سی کوشش کرتا ہے کہ اس سازش کے خلاف دنیا کو اصل حقیقت سے آشنا کرے اور اصل حقیقت بتائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خوبصورت پہلو دکھائے۔ اپنے ہر عمل سے آپ کے خوبصورت اُسوۂ حسنہ کا اظہار کر کے اور (دینِ حق) کی تعلیم اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی عملی تصویر بن کر دنیا کو دکھائے۔ ہاں ساتھ ہی یہ بھی جیسا کہ مَیں نے کہا کہ درود و سلام کی طرف بھی پہلے سے بڑھ کر توجہ دے۔ مرد، عورت، جوان، بوڑھا، بچہ اپنے ماحول کو، اپنی فضاؤں کو درود و سلام سے بھر دے۔ اپنے عمل کو (دینی) تعلیم کا عملی نمونہ بنا دے۔ پس یہ خوبصورت ردِّ عمل ہے جو ہم نے دکھانا ہے۔''

(خطبہ جمعہ 21 ستمبر 2012ء بمقام بیت الفتوح لندن بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 12 تا 18 اکتوبر 2012ء)

درس الحدیث

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

قَالَ لِخَدِیجَةَ أَیْ خَدِیجَةُ مَا لِی؟ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ قَالَ لَقَدْ خَشِیتُ عَلَی نَفْسِی قَالَتْ لَهُ خَدِیجَةُ كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَا یُخْزِیکَ اللّٰهُ أَبَدًا وَاللّٰهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِینُ عَلَی نَوَائِبِ الْحَقِّ ۔

(بخاری، کتاب بدء الوحی، حدیث نمبر 3)

ترجمہ: جب حضور ﷺ غار حراء سے پہلی وحی کے بعد گھر واپس لوٹے تو حضرت خدیجہؓ سے کہا:

اے خدیجہؓ مجھے کیا ہو گیا ہے اور سارا ماجرا بیان فرمایا؟ تو حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا کہ بخدا اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ اور سچی بات کی تصدیق کرتے ہیں اور غریبوں ناداروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور معدوم ہو جانے والی نیکیوں کو زندہ کرنے والے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور مشکلات کے باوجود حق کے ہی معین و مددگار ہیں۔

اس واقعہ کے بارہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''رسول کریم ﷺ کے ساتھ تقریباً پندرہ سال کا طویل عرصہ گزارنے کے بعد حضرت خدیجہؓ نے پہلی وحی کے موقع پہ جو گواہی دی، جب وحی ہوئی اور آنحضرت ﷺ بہت پریشان تھے کہ کیا ہو گیا تو حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا کہ بخدا اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک فرماتے ہیں اور غریبوں ناداروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور معدوم ہو جانے والی نیکیوں کو زندہ کرنے والے ہیں'' یعنی جو نیکیاں ختم ہو گئی ہیں ان کو دوبارہ زندہ کرنے والے ہیں ''اور سچ بولنے کے نتیجہ میں پیش آنے والی مشکلات کے باوجود حق کے ہی معین و مددگار ہیں''۔ (یعنی سچی بات ہی کہتے ہیں) ''اور مہمان نواز بھی ہیں' (بخاری، کتاب بدء الوحی، حدیث: 3)

تو ایک انسان میں جو خصوصیات ہونی چاہئیں خاص طور پر ایک مرد میں جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے جس سے پاک معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے وہ یہی ہے جن کا ذکر حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے خلق کے ضمن میں فرمایا کہ صلہ رحمی اور حسن سلوک، رشتہ داروں کا خیال، ان کی ضروریات کا خیال، ان کی تکالیف کو دور کرنے کی کوشش۔''

(خطبہ جمعہ 2/ جولائی 2004ء از خطبات مسرور جلد دوم، صفحہ 451-450)

قصیدة النبیؐ

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا

یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ ○ یَسْعٰی اِلَیْکَ الْخَلْقُ کَالظَّمْاٰنِ

اے اللہ کے فیض و عرفان کے چشمے خلقت تیری طرف پیاسے کی طرح دوڑ رہی ہے۔

یَا بَحْرَ فَضْلِ الْمُنْعِمِ الْمَنَّانِ ○ تَھْوِیْ اِلَیْکَ الزُّمَرُ بِالْکِیْزَانِ

اے انعام و احسان کرنے والے خدا کے فضل کے سمندر۔ لوگوں کے گروہ کوزے لئے تیری طرف لپکے آرہے ہیں۔

یَاشَمْسَ مُلْکِ الْحُسْنِ وَالْاِحْسَانِ ○ نَوَّرْتَ وَجْہَ الْبَرِّ وَ الْعُمْرَانِ

اے حسن و احسان کے ملک کے آفتاب! تو نے بیابانوں اور آبادیوں کو منور کر دیا ہے۔

قَوْمٌ رَأَوْکَ وَاُمَّةٌ قَدْ اُخْبِرَتْ ○ مِنْ ذٰلِکَ الْبَدْرِ الَّذِیْ أَصْبَانِیْ

ایک قوم نے تو تجھے دیکھا اور ایک امت نے خبر سنی ہے اس بدر کی جس نے مجھے (اپنا) عاشق بنا دیا ہے۔

یَبْکُوْنَ مِنْ ذِکْرِ الْجَمَالِ صَبَابَةً ○ وَتَأَلُّمًا مِّنْ لَوْعَةِ الْھِجْرَانِ

وہ تیرے حسن کی یاد سے بوجہ عشق کے (بھی) روتے ہیں اور جدائی کی جلن کے دکھ اٹھانے سے بھی۔

وَأَرَی الْقُلُوْبَ لَدَی الْحَنَاجِرِ کُرْبَةً ○ وَأَرَی الْغُرُوْبَ تُسِیْلُھَا الْعَیْنَانِ

اور میں دیکھتا ہوں کہ دل بیقراری سے گلے تک آگئے ہیں اور میں دیکھتا ہوں آنکھیں جو آنسو بہا رہی ہیں۔

یَا مَنْ غَدَا فِیْ نُوْرِہٖ وَضِیَائِہٖ ○ کَالنَّیِّرَیْنِ وَنَوَّرَ الْمَلَوَانِ

اے وہ ہستی جو اپنے نور اور روشنی میں مہر و ماہ کی طرح ہوگئی ہے اور رات اور دن منور ہوگئے ہیں۔

یَابَدْرَنَا یَا اٰیَةَ الرَّحْمٰنِ ○ اَھْدَی الْھُدَاتِ وَاَشْجَعَ الشُّجْعَانِ

اے ہمارے کامل چاند اے رحمٰن کے نشان اے سب راہنماؤں کے راہنما اور سب بہادروں سے بڑے بہادر۔

اِنِّیْ أَرٰی فِیْ وَجْھِکَ الْمُتَھَلِّلِ ○ شَأْنًا یَّفُوْقُ شَمَائِلَ الْاِنْسَانِ

بے شک میں تیرے درخشاں چہرے میں دیکھ رہا ہوں ایک ایسی شان جو انسانی خصائل پر فوقیت رکھتی ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا ○ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

اے میرے رب! اپنے نبی پر ہمیشہ درود بھیجتا رہ۔ اس دنیا میں بھی اور دوسری دنیا میں بھی۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد پنجم صفحہ: 590-591۔ اردو ترجمہ بحوالہ القصائد الاحمدیہ صفحہ 5و11)

فارسی منظوم کلام

نعت حضرت سیّد الثقلین محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ ﷺ

چون زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار ○ عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہر دو دار
مجھ سے اس عالی قدر سردار کی تعریف کس طرح ہو سکے جس کی مدح سے زمین و آسمان اور دونوں جہان عاجز ہیں

آن مقامِ قرب کو دارد بدلدارِ قدیم ○ کس نداند شان آنِ از واصلانِ کردگار
قرب کا وہ مقام جو وہ محبوب ازلی کے ساتھ رکھتا ہے اس کی شان کرو اصلان بارگاہ الٰہی میں سے بھی کوئی نہیں جانتا

آن عنایت ہا کہ محبوبِ ازل دارد بدو ○ کس بخوابے ہم ندیدہ مثل آن اندر دیار
وہ مہربانیاں جو محبوب ازلی اس پر فرماتا رہتا ہے وہ کسی نے دنیا میں خواب میں بھی نہیں دیکھیں

سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہِ عاشقان ○ آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار
خاصان حق سرداراور عاشقان الٰہی کی جماعت کا بادشاہ ہے جس کی روح نے محبوب کے وصل کے ہر درجہ کو طے کرلیا ہے

آن مبارک پے کہ آمد ذات باآیاتِ او ○ رحمتے زان ذاتِ عالم پرور و پروردگار
وہ مبارک قدم جس کی ذات والا صفات رحمت بن کر اس ربّ العالمین پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی

آنکہ دارد قرب خاص اندر جنابِ پاک حق ○ آنکہ شانِ او نہ فہمد کس ز خاصان و کبار
وہ جو کہ جناب الٰہی میں خاص قرب رکھتا ہے وہ جس کی شان خواص اور بزرگ بھی نہیں سمجھتے

احمدِ آخر زمان کو اوّلین را جائے فخر ○ آخرین را مقتدا وَ ملجا وَ کہف و حصار
احمد آخر الزمام جو پہلوں کے لئے فخر کی جگہ ہے اور پچھلوں کے لئے پیشوا مقام پناہ جائے حفاظت اور قلعہ ہے

ہست درگاہِ بزرگش کشتیٔ عالم پناہ ○ کس نگردد روزِ محشر جز پناہش رستگار
اس کی عالی بارگاہ سارے جہان کو پناہ دینے والی کشتی ہے حشر کے دن کوئی بھی اس کی پناہ میں آنے کے بغیر نجات نہیں پائے گا

یا نبی اللہ توئی خورشیدِ رہ ہائے ھُدیٰ ○ بے تو نآرد رُو براہے عارفِ پرہیزگار
اے نبی اللہ تو ہی ہدایت کے راستوں کا سورج ہے تیرے بغیر کوئی عارف پرہیز گار ہدایت نہیں پا سکتا

یا نبی اللہ لب تو چشمۂ جان پرور است ○ یا نبی اللہ توئی در راہِ حق آموزگار
اے نبی اللہ تیرے ہونٹ زندگی بخش چشمہ ہیں اے نبی اللہ! تو ہی خدا کے راستہ کا رہنما ہے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد پنجم صفحہ 23-25 ترجمہ درثمین فارسی صفحہ 170-178)

اردو منظوم کلام

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے

(کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں ـ دین محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے (ـ) کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اورکینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کے وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد پنجم صفحہ 224-226)

شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشاق صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے مشاہدات کی رو سے صاحبِ لولاک ﷺ کے سیرت وشمائل بیان کئے ہیں۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے شمائل کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

كَانَ عَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيلِ الْمُمَغَّطِ ، وَلا بِالْقَصِيرِ الْمُتَرَدِّدِ ، كَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ ، لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ ، وَلا بِالسَّبِطِ ، كَانَ جَعْدًا رَجِلا ، وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ ، وَلا بِالْمُكَلْثَمِ ، وَكَانَ فِي وَجْهِهِ تَدْوِيرٌ أَبْيَضُ مُشْرَبٌ ، أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ ، أَهْدَبُ الأَشْفَارِ ، جَلِيلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتِدِ ، أَجْرَدُ ، ذُو مَسْرُبَةٍ ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ، إِذَا مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ فِي صَبَبٍ ، وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا ، بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ ، وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ، أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا ،وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً ، وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً ، وَأَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً ، مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهُ ، وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ ، يَقُولُ نَاعِتُهُ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ﷺ

(شمائل الترمذی باب فی خلق رسول اللّٰہ)

کہ نہ رسول اللہ بہت ہی زیادہ لمبے تھے نہ ہی بہت پستہ قد کے تھے کہ اعضاء ایک دوسرے میں پیوست ہوں بلکہ میانہ قد کے تھے۔نہ آپؐ کے بال بہت گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے، کسی قدر خمدار تھے۔ نہ ہی آپؐ فربہ تھے اور نہ ہی نحیف الجسم۔نہ ہی گال پھولے ہوئے تھے بلکہ آپ کا چہرہ کسی قدر گول تھا۔رنگ سرخی مائل سفید تھا۔آنکھیں نہایت سیاہ پلکیں دراز، جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط اور کندھے فراخ تھے۔بدن پر بال نہ تھے(صرف)سینے سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔دونوں ہتھیلیاں اور پاؤں بھرے ہوئے تھے۔ جب چلتے تو مضبوطی سے پاؤں اُٹھا کر چلتے گویا کہ آپؐ ڈھلوان سے اتر رہے ہوں۔جب (کسی طرف) رُخ فرماتے تو پوری طرح فرماتے۔آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپؐ خاتم النّبیین ہیں۔آپ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی دل تھے اور سب لوگوں سے زیادہ سچ بولنے والے تھے اور سب سے زیادہ نرم طبیعت تھے اور معاشرت میں سب سے زیادہ باوقار تھے۔ جو آپ کو کسی تعارف کے بغیر دیکھتا مرعوب ہو جاتا اور جان پہچان کے بعد آپؐ سے ملتا تو آپؐ سے محبت کرنے لگتا۔آپ کی تعریف کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے نہ آپؐ سے پہلے نہ آپؐ کے بعد کسی کو آپؐ جیسا دیکھا۔

(شمائل النبیؐ اردو ترجمہ از نور فاؤنڈیشن، ربوہ)

اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن قیم اپنی کتاب زاد

المعاد میں تحریر کرتے ہیں:

سب سے زیادہ سخی اور دریا دل، سب سے زیادہ راست باز، سب سے زیادہ نرم خو اور سب سے زیادہ شریف ساتھی، آپ کو جو اچانک دیکھتا مرعوب ہو جاتا اور جو شخص جان پہچان کر میل جول کرتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ الغرض آپ کا حلیہ بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے رسول ﷺ جیسا حسین وجمیل نہ پہلے دیکھا اور نہ ہی آپ کے بعد کوئی آپ جیسا دکھائی دیا۔

واضح ہو کہ **أجود الناس صدرا** سے مراد یہ ہے کہ سینہ مبارک میں خیر و برکت کثرت سے بھرا تھا اور سینہ مطہر سے نیکی اس طرح جوش کھا کر نکلتی تھی جسے چشمہ سے پانی ابلتا ہے۔ ہر ایک خلق جمیل اور جملہ خیر کثیر پر آپ حاوی تھے۔ اہل علم کا قول ہے کہ تمام عالم میں کوئی مقام ایسا نہیں جہاں سینہ محمدی سے بڑھ کر خیر موجود ہو۔ بے شک نیکی کی جمیع اقسام وانواع کو جمع کیا گیا اور پھر سینہ مبارک رسول اللہ ﷺ میں اسے ودیعت رکھ دیا گیا۔

وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَة کی شرح یہ ہے کہ نبی کی راست گفتاری کا اقرار ان دشمنوں نے بھی کیا ہے جو میدان میں نبی کے ساتھ برابر جنگ کرتے رہتے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ دشمن سے دشمن نے بھی ایک جھوٹ کو نبیؐ سے لگایا ہو۔ اس بارے میں دوستداروں کی شہادت سے مکمل طور پر قطع نظر کر کے پھر دیکھو کہ دنیا بھر کے مخالفین کیا اہل کتاب اور کیا مشرکین سے نے طرح طرح کی مخالفت اور جنگیں نبیؐ سے کیں۔ ایک دن بھی کبھی کسی نے ایک بات میں بھی چھوٹی ہو یا بڑی، جھوٹ بولنے کا طعن نبیؐ کو نہیں دیا۔

مسور بن مخرمہ کہتے ہیں، میں نے ابو جہل سے جو میرا ماموں تھا کہا کہ ماموں! کیا تم محمد ﷺ پر اس دعویٰ سے پہلے بھی جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے تھے۔ بولا، بھانجے! اللہ کی قسم نہیں، محمدؐ ابھی جوان تھے کہ قوم ان کو امین کہہ کر پکارتی تھی۔ جب ادھیڑ عمر ہوئے تب بھی انہوں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے پوچھا کہ پھر تم اب کیوں اس کی پیروی نہیں کرتے۔ کہا بھانجے! ہم میں اور بنو ہاشم میں شرف و بزرگی کا تنازعہ آپڑا ہے، انہوں نے لنگر جاری کیا، ہم نے بھی کیا۔ انہوں نے پیاؤ لگائے ہم نے بھی لگائے، انہوں نے نیزہ بازی کی، ہم نے بھی کی۔ جب ہم اپنی سواریوں پر زانو بہ زانو ہو کر بیٹھے اور ہم ایسے تھے جیسے گھوڑ دوڑ کے گھوڑے، تب انہوں نے کہہ دیا کہ ہم میں نبی ہے، اب ہم نبی کہاں سے لائیں؟ اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی تسلی اور اعداء دین کے قول کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے:

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ.

(الأنعام:34)

ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کو رنج ہوتا ہے مگر یہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت علی کے قول **وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً** کے معنی یہ ہیں کہ نبی ﷺ سہل ونرم، لوگوں سے قریب تر تھے۔ جو آپ کو بلاتا اس کی درخواست منظور فرماتے جو کوئی مدد مانگتا اس کی حاجت پوری پوری کر دیتے۔ دل شکستگی کھو دیتے۔ سائل کو محروم نہ رکھتے اور مایوس واپس نہ فرماتے۔ جب صحابہؓ کسی کام میں نبی کریم کی شرکت چاہتے تو ان کا ساتھ دیتے اور جب خود کسی امر کا عزم فرماتے تو سب سے مشورہ کیے بغیر اس میں ابتداء نہ فرماتے۔ نیکی کرنے والے کو پسند فرماتے اور بدی کرنے والے کو معاف فرماتے۔

أَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً کے معنی یہ ہے کہ نبیؐ کبھی کسی کے ساتھ نہ بیٹھتے مگر اس کے ساتھ عمدہ بہتر اور پسندیدہ برتاؤ فرمایا

کرتے نہ کبھی چہرہ مبارک پر شکن پڑتی اور نہ گفتگو میں کبھی تندی آتی۔نہ رخ اس سے پھیرتے اور نہ چپ ہو کر ہی بیٹھے رہتے۔اگر ہم نشین سے کوئی درشتی وغیرہ ہو جاتی تو اس کا مؤاخذہ نہ کرتے بلکہ نہایت درجہ اس پر احسان فرماتے اور کمال برداشت کیا کرتے۔غرض نبی ﷺ کا برتاؤ تھا کہ سب کی سختی درشتی کو برداشت کر لیتے اور کبھی نہ کسی پر عتاب و ملامت فرماتے اور نہ ناپسندیدگی کا اظہار مناسب سمجھتے۔

مَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ کی شرح یہ ہے کہ نبی لوگوں کو سب سے بڑھ کر محبوب اس لیے ہو جاتے تھے کہ وہ آپ کے الطاف کو دیکھتے تھے اور خیال کیا کرتے تھے کہ کس طرح نبی ﷺ قریب بٹھلاتے۔توجہ کرتے ان کے لئے اہتمام فرماتے۔نصیحت و راہنمائی کرتے ہیں، کیونکر احسان لگاتے اور سختی کو برداشت کیا کرتے ہیں۔اب تم دیکھو اس برتاؤ سے بہتر کون سا برتاؤ ہے کہ یا ہو سکتا ہے۔

حضرت حسینؓ سے مروی ہے کہ میں اپنے والد بزرگوار سے دریافت کیا کہ ہم نشینوں کے اندر نبی کی سیرت کیا تھی۔ کہا، خندہ رو، ملنسار، نرم طبع۔آپ بد زبان و درشت طبع نہ تھے۔نہ آواز لگاتے نہ فحش کہتے، نہ کسی کا عیب ظاہر کرتے، نہ تعریفیں کیا کرتے، جس چیز کی حاجت و ضرورت نہ ہوتی اس کے متعلق دریافت ہی نہ کرتے اور ادھر توجہ ہی نہ فرماتے۔تین باتیں تو بالکل ہی متروک تھیں۔

۱۔کسی کی مذمت و عیب نہ کیا کرتے ۲۔کسی کا راز تلاش نہ فرماتے ۳۔جب تک بولنے پر ثواب کی امید نہ ہوتی اس وقت تک گفتگو نہ کیا کرتے۔جب گفتگو شروع فرماتے تو سب لوگ سرنگوں ہو جاتے گویا سروں پر پرندے ہیں۔جب آپؐ خاموش ہو جاتے۔تب دوسرے لوگ بولتے وہ بھی آپؐ کے ساتھ گفتگو میں بحث و نزاع نہ کرتے تھے، بلکہ جب ایک بولتا تو باقی سب چپ رہتے۔سب کی گفتگو درجہ وار ہوتی۔جس بات پر اور ہنستے، آپ بھی ہنسا کرتے جس پر اور متعجب ہوتے، خود بھی تعجب فرمایا کرتے تھے۔اجنبی شخص کے کلام و سوال میں اگر تندی و درشتی ہوتی تو اس کو برداشت کرتے۔صحابہؓ اگر اسے روکنا بھی چاہتے تو فرما دیتے کہ جب کوئی حاجت مند اپنی حاجت طلب کرے تو اس کی مدد کرو۔

عادت شریفہ یہ تھی کہ اپنی تعریف کفایت سے بڑھ کر قبول نہ فرماتے اور کسی کی بات کو بیچ میں قطع نہ کرتے جب تک ایسا کرنا جائز نہ ہوتا، ایسی صورت میں یا تو وہاں سے اٹھ کھڑے ہوتے یا بولنے والے کو منع کر دیتے۔

واضح ہو کہ حضرت علیؓ کے قول میں مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً میں دو صفتوں کے ساتھ توصیف کی گئی ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل صدق و اخلاق میں یہ خصوصیت دے رکھی ہے کہ ان میں اجلال اور محبت دونوں ہوتے ہیں۔نبی کو ہیبت اور محبت دی گئی تھی جو یکایک آپ کو دیکھتا وہ ہیبت و رعب میں آ جاتا۔اس کا دل تعظیم و جلال سے بھر جاتا خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہوتا، پھر جب کوئی آپ کے پاس آ بیٹھتا تب تمام مخلوق سے بڑھ کر رسول اللہؐ ہی اس کے محبوب ہوتے۔

(زاد المعاد، مؤلفہ ابن قیم الجوزیہؒ، مترجم قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ)

(مدیر)

ہمارے سید و مولاؐ نہیں محتاج غیروں کے
قیامت تک بس اب دورہ انہی کے فیض کا ہوگا
جو اپنی زندگی ان کی غلامی میں گزارے گا
بنے گا رہنمائے قوم فخر الانبیاء ہوگا

(کلام محمود صفحہ 267)

سیرت سید الانبیاء ﷺ

محمد عربی بادشاہ ہر دو سرا　کرے ہے رُوح قدس جس کے دَر کی دربانی

- انسانِ کامل اور کامل نبی ﷺ جو کامل برکتوں کے ساتھ آیا
- آج دنیا میں بجز فرقان مجید کے اور کونسی کتاب ہے کہ جس نے کروڑ ہا مخلوقات کو توحید پر قائم کر رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کے ہاتھ سے بڑی اصلاح ہوئی وہی سب سے بڑا ہے
- آنحضرت ﷺ کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا ثابت ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کو تمام عالم کا مقابلہ کرنا پڑا
- وہ برگزیدہ رسول ﷺ جن کی تائید اور عزت ظاہر کرنے کیلئے خدا نے بڑے بڑے نمونے دکھائے
- دین حق وہ پاک اور صلح کار مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا
- کل دنیا کیلئے مصلح نبی ﷺ
- وہ بزرگ نبی جس کا نام لینے سے دین کے عظیم الشان بادشاہ تخت سے اُتر جاتے
- سب عزتوں سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی عزت ہے
- آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کے انوار و برکات

(ارشادات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ہمارے نبی ﷺ اظہار سچائی کیلئے ایک مجدّد اعظم تھے

''ہمارے نبی ﷺ اظہار سچائی کے لئے ایک مجدّد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا...... یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت ﷺ نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت ﷺ کی نبوت پر ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جبکہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا اور طبعاً ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا۔ اور پھر آپ نے ایسے وقت میں دُنیا سے انتقال فرمایا جبکہ

لاکھوں انسان شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہِ راست اختیار کر چکے تھے اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے **ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا۔ اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت ان میں پھونک دی۔ اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا پس بلاشبہ ہمارے نبی ﷺ روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدمِ ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں۔''**

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 206-207)

انسانِ کامل اور کامل نبی ﷺ جو کامل برکتوں کے ساتھ آیا

''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا...... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اُس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی **حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** ہیں۔ اے ہمارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونسؑ اور ایوبؑ اور مسیحؑ بن مریم اور ملاکیؑ اور یحیٰؑ اور زکریاؑ وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی۔ اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔''

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

خدا کی طرف سے سچے ہادی

''آنحضرت ﷺ خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں چنانچہ اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں آپ ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ ہے...... یعنی ہم کو اپنی ذات الوہیت کی قسم ہے جو مبدء فیضان ہدایت اور پرورش اور جامع تمام صفات کاملہ ہے جو ہم نے تجھ سے پہلے دنیا کے کئی فرقوں اور قوموں میں پیغمبر بھیجے۔ پس وہ لوگ شیطان کے دھوکا دینے سے بگڑ گئے۔ سو وہی شیطان آج ان سب کا رفیق ہے۔ اور یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی کہ تا ان لوگوں کا رفع اختلافات کیا جائے اور جو امر حق ہے وہ کھول کر سنایا جائے اور حقیقت حال یہ ہے کہ زمین ساری کی ساری مر گئی تھی۔ خدا نے آسمان سے پانی اتارا اور نئے سرے اس مردہ زمین کو زندہ کیا۔ یہ ایک نشان صداقت اس کتاب کا ہے۔ پر ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں یعنی طالب حق ہیں۔

(سورۃ النحل، آیات 64-66)

اب غور سے دیکھنا چاہئے کہ وہ تینوں مقدمات متذکرہ بالا کہ جن سے ابھی ہم نے آنحضرت ﷺ کے سچے ہادی ہونے کا نتیجہ نکالا تھا۔ کس خوبی اور لطافت سے آیات ممدوحہ میں درج ہیں۔ اول گمراہوں کے دلوں کو جوصد ہا سال کی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ زمین خشک اور مردہ سے تشبیہہ دے کر اور کلام الٰہی کو مینہ کا پانی جو آسمان کی طرف سے آتا ہے ٹھہرا کر اس قانون قدیم کی طرف اشارہ فرمایا جو امساک باران کی شدت کے وقت میں ہمیشہ رحمت الٰہی بنی آدم کو برباد ہونے سے بچا لیتی ہے اور یہ بات جتلا دی کہ یہ قانون قدرت صرف جسمانی پانی میں محدود نہیں بلکہ روحانی پانی بھی شدت اور صعوبت کے وقت میں جو پھیل جانا عام گمراہی کا ہے ضرور نازل ہوتا ہے اور اس جگہ بھی رحمت الٰہی آفت قلوب کا غلبہ توڑنے کے لئے ضرور ظہور کرتی ہے۔ اور پھر انہیں آیات میں دوسری بات بھی بتلا دی کہ آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے تمام زمین گمراہ ہو چکی تھی۔ اور اسی طرح اخیر پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ان روحانی مردوں کو اس کلام پاک نے زندہ کیا اور آخر یہ بات کہہ کر کہ اس میں اس کتاب کی صداقت کا نشان ہے۔ طالبین حق کو اس نتیجہ نکالنے کی طرف توجہ دلائی کہ فرقان مجید خدا کی کتاب ہے۔ اور جیسا کہ اس دلیل سے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا نبی صادق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس سے آنحضرت ﷺ کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کو تمام عالم کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور جو کام حضرت ممدوح کو سپرد ہوا۔ وہ حقیقت میں ہزار دو ہزار نبی کا کام تھا۔ لیکن چونکہ خدا کو منظور تھا جو بنی آدم ایک ہی قوم اور ایک ہی قبیلہ کی طرح ہو جائیں۔ اور غیریت اور بیگانگی جاتی رہے۔ اور جیسے یہ سلسلہ وحدت سے شروع ہوا ہے۔ وحدت پر ہی ختم ہو۔ اس لئے اس نے آخری ہدایت کو تمام دنیا کے لئے مشترک بھیجا......

اس قادر مطلق کا یہی ارادہ ہے کہ کسی دن تمام دنیا کو ایک قوم کی طرح بنادے

اس قادر مطلق کا یہی ارادہ ہے کہ کسی دن تمام دنیا کو ایک قوم کی طرح بنا دے۔ بہرحال پہلے نبیوں کی محدود کوشش تھی۔ کیونکہ ان کی رسالت بھی ایک قوم میں محدود ہوتی تھی۔ اور آنحضرت ﷺ کی غیر محدود اور وسیع کوشش تھی کیونکہ ان کی رسالت عام تھی۔ یہی وجہ ہے جو فرقان مجید میں دنیا کے تمام مذاہب باطلہ کا رد موجود ہے۔ اور انجیل میں صرف یہودیوں کی بدچلنی کا ذکر ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا ایسی غیر محدود کوشش سے ثابت ہے۔ ماسوا اس کے یہ بات اجلیٰ بدیہات ہے کہ شرک اور مخلوق پرستی کو دور کرنا اور وحدانیت اور جلال الٰہی کو دلوں پر جمانا سب نیکیوں سے افضل اور اعلیٰ نیکی ہے۔ پس کیا کوئی اس سے انکار کرسکتا ہے کہ یہ نیکی جیسی آنحضرت ﷺ سے ظہور میں آئی ہے۔ کسی اور نبی سے ظہور میں نہیں آئی۔ آج دنیا میں بجز فرقان مجید کے اور کونسی کتاب ہے کہ جس نے کروڑہا مخلوقات کو توحید پر قائم کر رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کے ہاتھ سے بڑی اصلاح ہوئی وہی سب سے بڑا ہے۔"

(براہین احمدیہ چہار حصص، روحانی خزائن جلد نمبر 1 بقیہ حاشیہ نمبر 10 صفحہ 118-112)

حضور ﷺ کی تائید اور عزت ظاہر کرنے کیلئے خدا نے دنیا کو بڑے بڑے نمونے دکھائے ہیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

وہ بزرگ نبی جس کا نام لینے سے (دین حق) کے عظیم الشان بادشاہ تخت سے اُترتے ہیں اور اس کے احکام کے آگے سر

جھکاتے اور اپنے تئیں اس کے ادنیٰ غلاموں سے شمار کرتے ہیں۔کیا یہ عزت خدا کی طرف سے نہیں۔خداداد عزت کے مقابل پر تحقیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو خدا سے لڑنا چاہتے ہیں۔**حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خدا کے وہ برگزیدہ رسول ہیں جن کی تائید اور عزت ظاہر کرنے کیلئے خدا نے دنیا کو بڑے بڑے نمونے دکھائے ہیں۔کیا یہ خدا کے ہاتھ کا کام نہیں جس نے بیس کروڑ انسانوں کا محمدی درگاہ پر سر جھکا رکھا ہے۔اگرچہ ہر ایک نبی اپنی نبوت کی سچائی کے لئے کچھ ثبوت رکھتا ہے لیکن جس قدر ثبوت آنجناب کی نبوت کے بارے میں ہیں جو آج تک ظاہر ہو رہے ہیں۔ان کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی جاتی۔''**

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459 تا 461)

آنحضرت ﷺ کے وقت قوموں سے زیادہ بگڑی ہوئی عیسائی قوم تھی

''پادری فنڈل صاحب مصنف میزان الحق جو عیسائی مذہب کا سخت حامی ایک یورپین انگریز ہے وہ اپنی کتاب میزان الحق میں لکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سب قوموں سے زیادہ بگڑی ہوئی عیسائی قوم تھی۔اور ان کی بد چلنیاں عیسائی مذہب کی عار اور ننگ کا موجب تھیں۔اور خود قرآن شریف بھی اپنے نزول کی ضرورت کے لئے یہ آیت پیش کرتا ہے۔ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے۔اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی قوم خواہ وحشیانہ حالت رکھتی ہیں اور خواہ عقلمندی کا دعویٰ کرتی ہیں فساد سے خالی نہیں۔اب جب کہ تمام شہادتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ کیا مشرقی اور کیا مغربی اور کیا آریہ ورت کے رہنے والے اور کیا عرب کے ریگستان کے باشندے اور کیا جزیروں میں اپنی سکونت رکھنے والے سب کے سب بگڑ گئے تھے اور ایک بھی نہیں تھا جس کا خدا کے ساتھ تعلق صاف ہو اور بدعملیوں نے زمین کو ناپاک کر دیا تھا تو کیا ایک عقلمند کو یہ بات سمجھ نہیں آسکتی کہ یہ وہی وقت اور وہی زمانہ تھا جس کی نسبت عقل تجویز کر سکتی ہے کہ ایسے تاریک زمانہ میں ضرور کوئی عظیم الشان نبی آنا چاہئے تھا۔رہا یہ سوال کہ اس نبی نے دنیا میں آکر کیا اصلاح کی۔اس سوال کا جواب جیسا کہ ایک (مومن) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کے بارے میں دے سکتا ہے میں زور سے کہتا ہوں کہ ایسا صاف اور مدلل جواب نہ کوئی عیسائی دے سکتا ہے اور نہ کوئی یہودی اور نہ کوئی آریہ۔

ہمارے نبی کریم ﷺ کے معجزات

پہلا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرب کی اصلاح تھی۔اور عرب کا ملک اُس زمانہ میں ایسی حالت میں تھا کہ بمشکل کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان تھے۔کونسی بدی تھی جو ان میں نہ تھی۔اور کونسا شرک تھا جو ان میں رائج نہ تھا ...... ۔پھر جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کیلئے کھڑے ہوئے اور اپنی باطنی توجہ سے ان کے دلوں کو صاف کرنا چاہا تو اُن میں تھوڑے ہی دنوں میں ایسی تبدیلی پیدا ہوگئی کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے اور پھر انسان سے مہذب انسان۔اور مہذب انسان سے باخدا انسان۔اور آخر خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسے محو ہو گئے کہ انہوں نے ایک بے حس عضو کی طرح ہر ایک دکھ کو برداشت کیا۔وہ انواع اقسام کی تکالیف سے عذاب دیئے گئے اور سخت بے دردی سے تازیانوں سے مارے

گئے اور جلتی ہوئی ریت میں لٹائے گئے اور قید کئے گئے اور بھوکے اور پیاسے رکھ کر ہلاکت تک پہنچائے گئے ۔مگر انہوں نے ہر یک مصیبت کے وقت آگے قدم رکھا ۔اور بہتیرے ان میں ایسے تھے کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے اور بہتیرے ایسے تھے کہ بچوں کے سامنے وہ سُولی دیئے گئے ۔اور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں اُس کا تصور کر کے رونا آتا ہے۔

اگر ان کے دلوں پر یہ خدا کا تصرف اور اس کے نبی کی توجہ کا اثر نہ تھا تو پھر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا ۔اور ایک فوق العادت تبدیلی پیدا کر کے ان کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی کہ جو بیکس اور مسکین اور بے زری کی حالت میں مکہ کی گلیوں میں اکیلا اور تنہا پھرتا تھا۔آخر کوئی روحانی طاقت تھی جو ان کو سفلی مقام سے اٹھا کر اوپر کو لے گئی ۔اور عجیب تر بات یہ ہے کہ اکثر ان کے ان کی کفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن اور آنجناب کے خون کے پیاسے تھے ۔پس میں تو اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہیں سمجھتا کہ کیونکر ایک غریب مفلس تنہا بیکس نے ان کے دلوں کو ہر یک کینہ سے پاک کر کے اپنی طرف کھینچ لیا ۔یہاں تک کہ وہ فخریہ لباس پھینک کر اور ٹاٹ پہن کر خدمت میں حاضر ہو گئے ......۔

اخلاق النبی ﷺ

تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا......جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا ۔اور اس مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں اور بجز خدا کے کوئی متکفل نہ تھا......اور نیز شخص اُمّی تھے اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے ۔پھر جب آپ چالیس برس کے سن تک پہنچے تو یک دفعہ آپ کا دل خدا کی طرف کھینچا گیا ۔ایک غار مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے ۔جس کا نام حرا ہے آپ اکیلے وہاں جاتے اور غار کے اندر چھپ جاتے اور اپنے خدا کو یاد کرتے ۔ایک دن اُسی غار میں آپ پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے تب خدا تعالیٰ آپ پر ظاہر ہوا اور آپ کو حکم ہوا کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے ۔اور زمین گنہ سے آلودہ ہو گئی ہے اس لئے میں تجھے اپنا رسول کر کے بھیجتا ہوں ......اس حکم کے سننے سے آپ ڈرے کہ میں ایک اُمّی یعنی ناخواندہ آدمی ہوں اور عرض کی کہ میں پڑھنا نہیں جانتا ۔تب خدا نے آپ کے سینہ میں تمام روحانی علوم بھر دیئے اور آپ کے دل کو روشن کیا تھا ۔آپ کی قوت قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپ کے حلقہ اطاعت میں آنے شروع ہو گئے ۔اور جو بڑے بڑے آدمی تھے انہوں سے دشمنی پر کمر باندھ لی ۔یہاں تک کے آخر کار آپ کو قتل کرنا چاہا ۔اور کئی مرد اور کئی عورتیں بڑے عذاب کے ساتھ قتل کر دیئے گئے ۔اور آخری حملہ یہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کیلئے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا ۔مگر جس کو خدا بچاوے اس کو کون مارے ۔خدا نے آپ کو اپنی وحی سے اطلاع دی کہ آپ اس شہر سے نکل جاؤ ......اس کے بعد آنحضرت ﷺ پوشیدہ طور پر مدینہ میں پہنچے اور مدینہ کے اکثر لوگوں نے آپ کو قبول کر لیا ۔اس پر مکہ والوں کا غضب بھڑکا اور افسوس کیا کہ ہمارا شکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ۔اور پھر کیا تھا دن رات انہیں منصوبوں میں لگے کہ کس طرح آنحضرت ﷺ کو قتل کر دیں ......اور جب کفار قریش کا حد سے زیادہ ظلم بڑھ گیا ۔**اور انہوں نے غریب**

عورتوں اور یتیم بچوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ اور بعض عورتوں کو ایسی بیدردی سے مارا کہ اُن کی دونوں ٹانگیں دو رسوں سے باندھ کر دو اُونٹوں کے ساتھ وہ رسے خوب جکڑ دیئے اور پھر اُن اُونٹوں کو دو مختلف جہات میں دوڑایا اور اس طرح پر وہ عورتیں دو ٹکڑے ہو کر مر گئیں۔ جب بے رحم کافروں کا ظلم اِس حد تک پہنچ گیا۔ خدا نے جو آخر اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ اپنے رسول پر اپنی وحی نازل کی کہ مظلوموں کی فریاد میرے تک پہنچ گئی۔ آج میں اجازت دیتا ہوں کہ تم بھی اُن کا مقابلہ کرو اور یاد رکھو کہ جو لوگ بے گناہ لوگوں پر تلوار اُٹھاتے ہیں وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے جائیں گے۔ مگر تم کوئی زیادتی مت کرو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ ہے حقیقت (دین حق) کے جہاد کی جس کو نہایت ظلم سے بُرے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ بیشک خدا حلیم ہے۔ مگر جب کسی قوم کی شرارت حد سے گزر جاتی ہے۔ تو وہ ظالم کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ اور آپ اُن کے لئے تباہی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ (۔) تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔

خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (البقرۃ:257) یعنی دین (۔) میں جبر نہیں۔ تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا۔ اور جبر کے کونسے سامان تھے۔ اور کیا وہ لوگ جو جبر سے (مومن) کئے جاتے ہیں اُن کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے کے باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اور جب ہزار تک پہنچ جائیں تو کئی لاکھ دشمن کو شکست دے دیں۔ اور دین کو دشمن کے حملہ سے بچانے کے لئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹا دیں اور (دین حق) کی سچائی پر اپنے خون سے مہریں کر دیں۔" (پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 463-469)

ہر ایک روشنی ہم نے رسول نبی اُمّی کی پیروی سے پائی

پھر فرماتے ہیں:

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؑ اور زندہ نبیؑ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؑ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی ...... **سو آخری وصیت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسول نبی اُمّی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا۔ وہ بھی پائے گا اور ایسی قبولیت اس کو ملے گی کہ کوئی بات اُس کے آگے اَنہونی نہیں رہے گی۔ زندہ خدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اُس کا خدا ہوگا اور جھوٹے خدا سب اس کے پیروں کے نیچے کچلے اور روندے جائیں گے۔ وہ ہر ایک جگہ مبارک ہوگا اور الٰہی قوتیں اُس کے ساتھ ہوں گی۔"** (سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 82-83)

"وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی پُر معارف تصنیف چشمۂ معرفت میں فرماتے ہیں:

"دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گذرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے۔ لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی

الـنَّبِـيِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ (الاحزاب: 57) ان قوموں کے بزرگوں کا ذکر تو جانے دو جن کا حال قرآن شریف میں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا صرف ہم اُن نبیوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ حضرت داؤد حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء سو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گذشتہ انبیاء کا صدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا۔ کیونکہ صرف قصوں سے کوئی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور ممکن ہے کہ وہ قصے صحیح نہ ہوں اور ممکن ہے کہ وہ تمام معجزات جو اُن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب مبالغات ہوں کیونکہ اب ان کا نام ونشان نہیں ...... لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے یہ سب قصے حقیقت کے رنگ میں آگئے۔ اب نہ ہم قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتا ہے۔ اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں اور کس طرح دُعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا۔ اور جو کچھ قصوں کے طور پر غیر قومیں بیان کرتی ہیں۔ وہ سب کچھ ہم نے دیکھ لیا۔ پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے ؎

محمد عربی بادشاہ ہر دو سرا ۔۔۔ کرے ہے رُوح قدس جس کے دَر کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں ۔۔۔ کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت میں ظاہر ہؤا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہؤا جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 301-303)

خدا کے وعدے کے موافق حضور ﷺ صادق ثابت ہوئے

''میں یقیناً کہتا ہوں کہ ہمارا خدا وہ خدا نہیں جو اپنے صادق کی مدد نہ کر سکے، بلکہ ہمارا خدا قادر خدا ہے جو اپنے بندوں اور اس کے غیروں میں مابہ الامتیاز رکھ دیتا ہے...... ہمارا ایمان ہے کہ اگر قریش مکہ آنحضرت ﷺ کو پکڑ کر آگ میں ڈال دیتے تو وہ آگ ہرگز ہرگز آپؐ کو جلا نہیں سکتی تھی۔ اگر کوئی محض اس بناء پر کہ آگ اپنی تاثیر نہیں چھوڑتی۔ انکار کرے تو وہ خبیث اور کافر ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے جب ان سب دشمنوں کو مخاطب کر کے یہ کہہ دیا۔ فَکِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا (ھود: 56) تم سب مکر کر کے دیکھ لو میں اس کو ضرور بچا لوں گا۔ پھر اگر کوئی یہ وہم بھی کرے کہ آگ میں ڈالتے تو معاذ اللہ جل جاتے یہ کفر ہے۔ قرآن شریف سچا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں وہ کوئی بھی حیلہ اور فریب آپ کی جان لینے کے لیے کرتے۔ اللہ تعالیٰ ضرور اُن کے گزند سے محفوظ رکھتا جیسا کہ محفوظ رکھ کر دکھا دیا۔ خواہ وہ صلیب کا مکر کرتے خواہ آگ میں ڈالنے کا۔ غرض کوئی بھی کرتے۔ آخر محمد ﷺ خدا کے وعدے کے موافق صادق ثابت ہوتے۔ جیسا کہ ہوئے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 218)

خدا کے پاک رسولوں کی بے ادبی کا انجام اچھا نہیں ہوتا

”......دنیا میں ایک عظیم الشان نبی انسانوں کی اصلاح کیلئے آیا۔ یعنی سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہٖ وسلم اور اس نے اس سچے خدا کی طرف لوگوں کو بلایا جس کو دنیا بھول گئی تھی۔ لیکن اس زمانہ میں اس کامل نبی کی ایسی توہین اور تحقیر کی جاتی ہے جس کی نظیر کسی زمانہ میں نہیں مل سکتی۔ پھر خدا نے چودھویں صدی کے سر پر اپنے ایک بندہ کو جو یہی لکھنے والا ہے بھیجا۔ تا اس نبی کی سچائی اور عظمت کی گواہی دے۔ اور خدا کی توحید اور تقدیس کو دنیا میں پھیلاوے۔ اس کو بھی گالیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ سو یہ بُرے دن جو زمانہ دیکھ رہا ہے۔ اس کا یہی باعث ہے کہ دلوں میں قادر خدا کا خوف نہیں رہا اور زبانیں تیز ہو گئیں۔ ہر ایک جوش محض قوم اور سوسائٹی کیلئے دکھلاتے ہیں۔ خدا کی عظمت ان لوگوں کے دلوں میں نہیں ......سنو اے غافلو! ہمارا اور ان راستبازوں کا تجربہ جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ گواہی دیتا ہے کہ خدا کے پاک رسولوں کی بے ادبی کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ہر ایک نیک طینت جانتا ہے کہ خدا کے پاس ہر ایک بدی اور شوخی کی سزا ہے اور ہر ایک ظلم کا پاداش ہے۔“

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ 363-364)

خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا نبی اور سب سے زیادہ پیارا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ کیونکہ دوسرے نبیوں کی اُمّتیں ایک تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں اور صرف گذشتہ قصّے اور کہانیاں ان کے پاس ہیں۔ مگر یہ اُمّت ہمیشہ خدا تعالیٰ سے تازہ بتازہ نشان پاتی ہے۔ لہٰذا اس اُمّت میں اکثر عارف ایسے پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ پر اس درجہ کا یقین رکھتے ہیں کہ گویا اس کو دیکھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کو خدا تعالیٰ کی نسبت یہ یقین نصیب نہیں۔ لہٰذا ہماری روح سے یہ گواہی نکلتی ہے کہ سچا اور صحیح مذہب صرف (دین حق) ہے۔ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کچھ نہیں دیکھا۔ اگر قرآن شریف گواہی نہ دیتا تو ہمارے لئے اور ہر ایک محقق کے لئے ممکن نہ تھا کہ ان کو سچا نبی سمجھتا۔ کیونکہ جب کسی مذہب میں صرف قصے اور کہانیاں رہ جاتی ہیں تو اس مذہب کے بانی یا مقتدا کی سچائی صرف ان قصوں پر نظر کر کے تحقیقی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ وجہ یہ کہ صد ہا برس کے گذشتہ قصے کذب کا بھی احتمال رکھتے ہیں بلکہ زیادہ تر احتمال یہی ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں جھوٹ زیادہ ہے۔ پھر کیونکر دلی یقین سے اُن قصوں کو واقعات صحیحہ مان لیا جائے۔ لیکن ہمارے نبی ﷺ کے معجزات صرف قصوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ ہم آنحضرت ﷺ کی پیروی کر کے خود ان نشانوں کو پالیتے ہیں۔ لہٰذا معائنہ اور مشاہدہ کی برکت سے ہم حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ سو اس کامل اور مقدس نبی کی کس قدر شان بزرگ ہے جس کی نبوت ہمیشہ طالبوں کو تازہ ثبوت دکھلاتی رہتی ہے۔ اور ہم متواتر نشانوں کی برکت سے اس کمال سے مراتب عالیہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ پس مذہب اسے کہتے ہیں اور سچا نبی اس کا نام ہے جس کی سچائی کی ہمیشہ تازہ بہار نظر آئے۔ محض قصوں پر جن میں ہزاروں طرح کی کمی بیشی کا امکان ہے بھروسہ کر لینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔“ (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 155-157)

آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کے انوار و برکات

"آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر چلنا جس کے لوازم میں سے محبت اور تعظیم اور اطاعت آنحضرت ﷺ ہے۔اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اگر کوئی گناہ کی زہر کھا چکا ہے تو محبت اور اطاعت اور پیروی کے تریاق سے اس زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔اور جس طرح بذریعہ دوا مرض سے ایک انسان پاک ہوسکتا ہے ایسا ہی ایک شخص گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔اور جس طرح نُور ظلمت کو دُور کرتا ہے اور تریاق زہر زائل کرتا ہے اور آگ جلاتی ہے ۔ایسا ہی سچی اور اطاعت اور محبت کا اثر ہوتا ہے ۔دیکھو آگ کیونکر ایک دم میں جلا دیتی ہے ۔پس اسی طرح پر جوش نیکی جو محض خدا کا جلال ظاہر کرنے کے لئے کی جاتی ہے وہ گناہ کا خس و خاشاک بھسم کرنے کے لئے آگ کا حکم رکھتی ہے۔جب ایک انسان سچے دل سے ہمارے نبی ﷺ پر ایمان لاتا ہے اور آپ کی تمام عظمت اور بزرگی کو مان کر پورے صدق وصفا اور محبت اور اطاعت سے آپ کی پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ کامل اطاعت کی وجہ سے فنا کے مقام تک پہنچ جاتا ہے ۔تب اس تعلق شدید کی وجہ سے جو آپ کے ساتھ ہو جاتا ہے ۔وہ الٰہی نور جو آنحضرت ﷺ پر اُترتا ہے اُس سے یہ شخص بھی حصہ لیتا ہے ۔تب چونکہ ظلمت اور نور کی باہم منافات ہے وہ ظلمت جو اس کے اندر ہے دُور ہونی شروع ہو جاتی ہے ۔یہاں تک کہ کوئی حصہ ظلمت کا اس کے اندر باقی نہیں رہتا۔اور پھر اس نور سے قوت پا کر اعلیٰ درجہ کی نیکیاں اُس سے ظاہر ہوتی ہیں ۔اور اس کے ہر عضو میں سے محبت الٰہی کا نور چمک اٹھتا ہے ۔تب اندرونی ظلمت بکلی دُور ہو جاتی ہے اور علمی رنگ سے بھی اس میں نور پیدا ہو جاتا ہے اور عملی رنگ سے بھی نور پیدا ہو جاتا ہے ۔آخر ان نوروں کے اجتماع سے گناہ کی تاریکی بھی اس کے دل سے کوچ کرتی ہے ۔یہ تو ظاہر ہے کہ نور اور تاریکی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے لہٰذا ایمانی نور اور گناہ کی تاریکی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی ۔"

(ریویو آف ریلیجز قادیان، جلد اول نمبر 5، مئی 1902ء صفحہ 194-195)

شفیع الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم

"جب ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کا شفیع ہونا اجلیٰ بدیہیات معلوم ہوتا ہے ۔کیونکہ آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ آپ نے غریب صحابہ کو تخت پر بیٹھا دیا اور آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ وہ لوگ باوجود اس کے کہ بت پرستی اور شرک میں نشوونما پایا تھا ایسے موحد ہو گئے جن کی نظیر کسی زمانہ میں نہیں ملتی اور پھر آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ اب تک آپ کی پیروی کرنے والے خدا کا سچا الہام پاتے ہیں ۔خدا ان سے ہمکلام ہوتا ہے ......ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر اس سے بڑھ کر اور زبردست شہادت کیا ہو گی کہ ہم اس جناب کے واسطے سے جو کچھ خدا سے پاتے ہیں ہمارے دشمن وہ نہیں پا سکتے ۔اگر ہمارے مخالف اس امتحان کی طرف آویں تو چند روز میں فیصلہ ہو سکتا ہے مگر وہ فیصلہ کے خواہاں نہیں ہیں وہ اُسی خدا کو ماننے کے لئے ہمیں مجبور کرتے ہیں جو نہ بول سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ پیش از وقت کچھ بتلا سکتا ہے ۔مگر ہمارا خدا ان سب باتوں پر قادر ہے ۔مبارک وہ جو ایسے کا طالب ہو۔"

(ریویو آف ریلیجز جلد اول نمبر 5 مئی 1902ء صفحہ 209)

(مدیر)

صاحب خیر کثیر ﷺ

انا اعطیناک الکوثر

● **مومن دنیا کے ہر حصہ میں، ہر وقت، ہر آن اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کی دعا آپ ﷺ کے لئے کر رہے ہیں**

● **برزخ میں، حشر میں، صراط پر، بہشت میں غرض کوثر ہی کوثر ہو گا**

(بیان فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نور اللہ مرقدہ)

سیدنا حضرت مولانا حکیم نورالدین بھیروی خلیفۃ المسیح الاوّل نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

''سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت پر غور کرو۔ اہل مکہ نے کہا کہ اگر آپ کو بادشاہ بننے کی آرزو ہے تو ہم تجھ کو بادشاہ بنانے کے واسطے تیار ہیں۔ اگر تجھے دولتمند بننے کی خواہش ہے تو دولت جمع کر دیتے ہیں۔ اگر حسین عورت چاہتا ہے تو تامل ومضائقہ نہیں۔ یہ کیا چیزیں تھیں مگر دنیا پرست کی نظر ان سے پرے نہیں جاسکتی تھی اس لئے اسی کو پیش کیا۔ آپ نے اس کا کیا جواب دیا؟ یہی کہ اگر سورج اور چاند کو میرے دائیں بائیں رکھ دو تو بھی میں اس اشاعت اور تبلیغ سے رک نہیں سکتا۔ اللہ! اللہ! کس قدر اخلاص ہے، اللہ تعالیٰ پر کتنا بڑا ایمان ہے۔ قوم کی مخالفت، ان دکھوں اور تکلیفوں کے سمندر میں اپنے آپ کو ڈال دینے کے واسطے روح میں کس قدر جوش اور گرمی ہے جو اس انکار سے آنے والی تھیں۔ ان تمام مفاد اور منافع پر تھوک دینے کے لئے کتنی بڑی جرأت ہے جو وہ ایک دنیادار کی حیثیت سے پیش کرتے تھے مگر خدا تعالیٰ کو راضی رکھ کر اس کو مان کر اس کے احکام کی عزت وعظمت کو مدنظر رکھ کر اس قربانی کا بدلہ آپ نے کیا پایا؟ وہ پایا جو دنیا میں کسی ہادی کو نہیں ملا اور نہ ملے گا۔ **انا اعطیناک الکوثر** (الکوثر:2) کی صدا کس کو آئی اور کس نے ہر چیز میں آپ کو وہ کوثر عطا کی جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی؟ سوچو اور غور کرو!

میں نے مختلف مذاہب کی کتابوں، ان کے ہادیوں اور نبیوں کے حالات کو پڑھا ہے اس لئے دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی قوم اپنے ہادی کے لئے ہر وقت دعائیں نہیں مانگتی ہے مگر (مومن) ہیں کہ دنیا کے ہر حصہ میں، ہر وقت، ہر آن **اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد و بارک و سلم** کی دعا آپ کے لئے کر رہے ہیں۔ جس سے آپ کے مراتب ہر آن بڑھ رہے ہیں۔ یہ خیالی اور خوش کن بات نہیں، واقعی اسی طرح پر ہے۔ دنیا کے ہر آباد حصہ میں

(مومن) آباد ہیں اور ہر وقت ان کی کسی نہ کسی نماز کا وقت ضرور ہوتا ہے جس میں لازمی طور پر **اللھم صل علیٰ محمد** پڑھا جاتا ہے۔ مقررنمازوں کے علاوہ نوافل پڑھنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اور درود شریف بطور وظائف کے پڑھنے والے بھی کثرت سے۔ اس طرح پر آپ کے مراتب و مدارج کا اندازہ اور خیال بھی ناممکن ہے۔ یہ مرتبہ، یہ فخر کسی اور ہادی کو دنیا میں حاصل نہیں ہوا ہے۔'' (الحکم قادیان 10 فروری 1904ء صفحہ 4)

1300 سال سے برابر امت کی آپ ﷺ کیلئے دعائیں

پھر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ خود اس دین کی نصرت اور تائید اور حفاظت فرماتا اور اپنے مخلص بندوں کو دنیا میں بھیجتا ہے جو اپنے کمالات اور تعلقات الٰہیہ میں ایک نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک انسان کیونکر خدا تعالیٰ کو اپنا بنالیتا ہے۔ ہر صدی کے سر پر وہ ایک مجدد آتا ہے جو ایک خاص جماعت قائم کرتا ہے۔ میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ ہر پینتالیس اور پچاس اور سو برس پر آتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کوثر ہوگا؟ پھر سارے مذہب میں دعا کو مانتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ جب بندہ اپنے مولیٰ سے کچھ مانگتا ہے تو اسے کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے۔ گو مانگنے کے مختلف طریق ہیں مگر مشترک طور پر یہ سب مانتے ہیں کہ جو مانگتا ہے وہ پاتا ہے۔ اس اصل کو لیکر میں نے غور کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پہلو سے بھی کیا کچھ ملا ہے۔ تیرہ سو برس سے برابر امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے **اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد** کہہ کر دعائیں کر رہی ہے اور پھر اللہ اور اللہ کے فرشتے بھی اس درود شریف کے پڑھنے میں شریک ہیں اور ہر وقت یہ دعا ہو رہی ہے کیونکہ دنیا پر کسی نہ کسی نماز کا وقت موجود رہتا ہے اور علاوہ نماز کے پڑھنے والے بھی بے انتہا ہیں۔ اب سوچو کہ اس تیرہ سو برس کے اندر کس قدر روحوں نے کس سوز اور تڑپ کے ساتھ اپنے محبوب آقا کی کامیابیوں اور آپ کے مدارج عالیہ کی ترقی کے لئے **اللھم صل علیٰ محمد** کہہ کر دعائیں مانگی ہوں گی۔ پھر ان دعاؤں کے ثمرہ میں جو کچھ آپ کو ملا' کیا اس کی کوئی حد ہو سکتی ہے؟ اگر دعا کوئی چیز ہے اور ضرور ہے تو پھر اس پہلو سے آپ کے مدارج اور مراتب کی نظیر پیش کرو۔ کیا دنیا میں کوئی قوم اور امت ایسی ہے جس نے اپنے نبی اور رسول کے لئے یہ التزام دعا کا کیا ہو۔ کوئی بھی نہیں۔ کوئی عیسائی مسیح علیہ السلام کے لئے، یہودی موسیٰ علیہ السلام کے لئے، سناتنی شنکر اچارج کے لئے دعائیں مانگنے والا نہیں ہے۔ اس دنیا کے مدارج کو تو ان امور پر قیاس کرو اور آگے جو کچھ آپ کو ملا ہے وہ وہاں چل کر معلوم ہو جاوے گا۔ مگر اس کا اندازہ اسی بہت کچھ سے ہو سکتا ہے کہ برزخ میں، حشر میں، صراط پر، بہشت میں غرض کوثر ہی کوثر ہوگا۔'' (خطبات نور صفحہ 138-139)

رحمتِ عالم ﷺ اور مومنوں کی ذمہ داریاں

(بیان فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ)

''جب مکہ فتح ہوا تو چند ایسے آدمی تھے جن کو معاف کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب نہ سمجھا، اور ان کے قتل کا حکم صادر کردیا۔ان میں سے ایک ہندہ ابوسفیان کی بیوی بھی تھی ۔یہ وہی عورت ہے جس نے حضرت حمزہؓ کا مثلہ کروایا تھا۔آپؐ نے مناسب سمجھا کہ اسے اس ظالمانہ فعل اور خلافِ انسانیت حرکت کی سزا دی جائے ۔اُس وقت پردہ کا حکم نازل ہوچکا تھا۔جب عورتیں بیعت کے لئے آئیں تو ہندہ بھی چادر اوڑھ کر ساتھ آگئی اور اُس نے بیعت کرلی۔ جب وہ اس فقرہ پر پہنچی کہ ہم شرک نہیں کریں گی تو چونکہ وہ بڑی تیز طبیعت تھی اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! ہم اب بھی شرک کریں گی؟ آپؐ اکیلے تھے اور ہم نے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ آپ کا مقابلہ کیا۔اگر ہمارے خدا سچے ہوتے تو آپ کیوں کامیاب ہوتے۔وہ بالکل بیکار ثابت ہوئے اور ہم ہار گئے ۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہندہ ہے؟ آپؐ اس کی آواز کو پہچانتے تھے، آخر رشتہ دار ہی تھی ہندہ نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! اب میں مسلمان ہوچکی ہوں اب آپ کو مجھے قتل کرنے کا اختیار نہیں۔رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا ہاں اب تم پر کوئی گرفت نہیں ہوسکتی۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد سوم مطبوعہ بیروت 1320ھ ،صفحہ 94-96)

غرض وہ قوم جو سمجھتی تھی کہ آپ نے سب خداؤں کو کوٹ کر ایک خدا بنالیا ہے ان میں اتنا تغیر پیدا ہوگیا کہ ہندہ جیسی عورت نے کہا کہ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا ایک نہیں۔اسی طرح ہم سمجھتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب تمام دنیا صداقت (دین حق) کی قائل ہوجائے گی ۔اب تو یہ حالت ہے کہ ایک مسلمان اپنی عملی کمزوریوں کی وجہ سے دوسروں کے سامنے شرمندہ ہوجاتا ہے لیکن ایک دن آئے گا جبکہ یورپین اقوام بھی ان احکام کو تسلیم کریں گی اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ لوگ بادشاہوں کے مذہب کے تابع ہوتے ہیں بے شک کچھ لوگ وہ بھی ہوتے ہیں جو نقال ہوا کرتے ہیں۔جیسے شروع شروع میں (مومن) آئے تو ہندو بھی فارسی بولنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔اسی طرح جیسا کوئی فیشن ہوجائے لوگ بھی وہی اختیار کرلیتے ہیں۔اُس وقت ہندوؤں نے بھی داڑھیاں رکھ لی تھیں مگر جب انگریزوں کا زمانہ آیا تو داڑھی منڈوانا شروع کردی۔چھوٹے کوٹ پہننے شروع کردیئے۔

جب (دین حق) غالب آئے گا تو ہر انسان اس بات میں فخر محسوس کرے گا کہ وہ (دین حق) کی تعلیم پر عمل کرے لیکن جب تک (دین حق) غالب نہیں آتا ہمیں بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑیں گی اور اپنے نفسوں کو مارنا ہوگا۔جب تک ہم اپنے نفسوں کو مار کر موجودہ رسم و رواج کے خلاف

اپنے آپ کو نہیں اُبھاریں گے، دریا کی دھار کے خلاف تیرنے کی کوشش نہیں کریں گے، ملامت کی تلوار کے نیچے، ہنسی اور مذاق کی تلوار کے نیچے، سیاسی لوگوں کے سیاسی اعتراضات کی تلوار کے نیچے، مذہبی اور فلسفی لوگوں کے اعتراضات کی تلوار کے نیچے اپنا سر رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اُس وقت تک اس عظیم الشان مقصد کے پورا کرنے کی ہمیں امید نہیں رکھنی چاہئے۔ دنیا میں آج تک کوئی قوم ایسی نہیں گذری جس نے صرف میٹھی میٹھی باتوں سے دنیا کو فتح کر لیا ہو۔ قومیں ہمیشہ مصیبتوں اور ابتلاؤں کی تلواروں کے سایہ تلے بڑھتی اور ترقی کرتی ہیں اور انہیں لوگوں کے اعتراضات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ پس اپنے آپ کو اِس فتح کا اہل بناؤ۔ جب تک آپ لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کے دیوانے نہیں بن جاتے، جب تک موجودہ فیشن اور رسم و رواج کو کچلنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتے اُس وقت تک (دینی) احکام کو ایک غیر مسلم کبھی بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا...... پس پہلے اپنے اندر جوش اور سنجیدگی پیدا کرنی چاہئے پھر ہم دوسروں کی توجہ کو بھی پھیر سکیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ (دین حق) کی باتیں سچی ہیں اور وہ ان پر سچے دل سے غور کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور پھر (دین حق) اُس مقام پر پہنچ جائے گا جس پر آج سے تیرہ سَو سال پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچایا تھا۔

(الفضل ربوہ 11 اکتوبر 1961ء)

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے

اے محمدؐ! اے حبیب کردگار!

اے محمدؐ! اے حبیب کردگار!
میں ترا عاشق دلدادہ ہوں
گو ہیں قالب دو مگر ہے جان ایک
کیوں نہ ہو ایسا کہ خادم زادہ ہوں
اے میرے پیارے! سہارا دو مجھے
بیکس و بے بس ہوں خاک اُفتادہ ہوں
جنت فردوس سے آیا ہوں میں
تشنہ لب آئیں کہ جام بادہ ہوں
میری الفت بڑھ کے ہر الفت سے ہے
تیری رہ میں مرنے پر آمادہ ہوں

(کلام محمود صفحہ:276)

محمدؐ عربی کی ہو آل میں برکت

محمدؐ عربی کی ہو آل میں برکت
ہو اس کے حسن میں برکت جمال میں برکت
ہو اس کی قدر میں برکت کمال میں برکت
ہو اس کی شان میں برکت جلال میں برکت

(کلام محمود صفحہ:85)

محمدؐ میرے تن میں مثلِ جاں ہے
یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے

(کلام محمود صفحہ:33)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کَافَّۃً لِّلنَّاسِ کیلئے رسول ہیں

(بیان فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء:108) عالمین میں صرف انسان نہیں بلکہ ہر غیر انسان مخلوق بھی عالمین میں شامل ہے اور ایک پہلو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہر مخلوق کے حقوق اس تعلیم نے قائم بھی کئے اور ان کی حفاظت کا حکم بھی دیا اور ان کی حفاظت کے سامان بھی پیدا کئے۔

اس عالمین میں انسان بھی شامل ہیں۔ غیر انسان بھی شامل ہیں۔ جن کے لئے آپ رحمت ہیں۔ اس کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ انسان کے متعلق فرمایا کہ ہم نے کَافَّةً لِّلنَّاسِ (سبا:29) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھجوایا ہے اور یہ آیا کہ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (الاعراف:159) اے انسانو! سنو!! کہ میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں یہ جو سب انسانوں کی طرف رحمت بن کے آپ آئے۔ اس سے آگے دو سوتے پھوٹتے ہیں اور ان میں سے ایک کے متعلق میں پہلے ابتداء کر چکا ہوں اور وہ سلسلہ چلتا رہے گا جب تک خدا تعالیٰ توفیق دے۔ اور وہ یہ ہے

إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا اور كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (سبا:29) اس کی تفصیل میں جب ہم جاتے ہیں تو بنیادی چیز جو ہمیں یہ بتائی گئی ہے کہ (دین حق) انسان کو کہتا ہے کہ میں تجھے آپس میں لڑنے نہیں دوں گا پیار سے زندگی کے دن گزارو۔ دنیا نے دنیوی لحاظ سے بڑی ترقی کی لیکن انسان نے انسان سے پیار کرنا ابھی تک نہیں سیکھا کیونکہ اس دنیا کے انسان نے جو دنیوی ترقیات کر چکا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی۔ یہ وہ پہلا مضمون ہے جس کی میں ابتداء کر چکا ہوں۔ دوسرا سوتا جو اس اعلان سے پھوٹتا ہے کہ آپ رحمت ہیں عالمین کے لئے اور مبعوث ہوئے ہیں بنی نوع انسان کے لئے، سارے کے سارے انسانوں کے لئے ایک رحمت بن کر آپ آئے۔

اس مضمون میں بنیادی چیز (دین حق) نے یہ قائم کی کہ انسان، انسان میں کوئی فرق نہیں سارے انسان برابر ہیں اور قرآن کریم نے بہت جگہ اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک تو کہا گیا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ جب یہ کہا گیا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے تو یہ نوع انسانی کے متعلق کہا گیا ہے کسی خاص گروہ کے لئے یہ نہیں کہا گیا۔

دوسرے قرآن کریم میں ایک جگہ آیا ہے کہ قرآنی تعلیم تمہارے شرف اور تمہاری عزت کا سامان لے کر آئی۔ اور عجیب بات ہے کہ جو تعلیم تمہاری عزت کے قائم کرنے اور تمہارے اندرونی شرف کو اجاگر کرنے کے لئے آئی تھی۔ اسی کی طرف تم توجہ نہیں دے رہے۔

اور تیسرے یہ کہہ کر انسانی مساوات کا کہ انسان، انسان میں کوئی فرق نہیں عظیم اعلان کیا اس فقرہ میں کہ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکھف:111) کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

......حقیقت یہ ہے کہ عظیم اعلان ہے یہ كَـافَّةً لِّـلنَّـاسِ اور میں تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔اس تعلیم نے اس کی ابتداء یہاں سے کی کہ تم سارے ہی سارے اس نوع کے جو اشرف المخلوقات کے افراد ہو۔اور مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں تم عزت پانے کے حق دار ہو۔اگر خود اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو بے عزت نہ کرو تو ٹھیک ہے۔اگر کوئی خود اس عزت کے سامان کی طرف جو قرآن کریم ان کے لئے لے کر آیا ان کی طرف توجہ نہ کرے اور صاحب شرف و عزت بننے کی بجائے ایسے اخلاق پیدا کرے جو اچھے نہیں اور جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والے ہیں تو اس میں خالق کا تو کوئی قصور نہیں۔مخلوق نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی بے عزتی اور اپنی حقارت کے سامان پیدا کئے۔جہاں تک محمد رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے اور...... جہاں تک ایک (مومن) کے اخلاق کا تعلق ہے کسی انسان، انسان میں فرق نہیں کیا جا سکتا۔اور محض یہ نہیں بلکہ بہت بلند مقام پر نوع انسان کو کھڑا کر کے کہا ہے کہ یہ ہے تمہارا مقام۔عزت اور شرف کا مقام اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔موحد اور مشرک میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔جہاں تک ان کی بہبود کا، جہاں تک ان کی عزت اور شرف کا، جہاں تک ان کے جذبات کا سوال ہے، کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ساری اسلامی تعلیم اس بنیاد پر کھڑی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ بنی نوع انسان کی طرف مبعوث ہوئے اور سارے بنی نوع انسان کو ان کا مقام بتایا اور وہاں لا کھڑا کیا اور کہا کہ یہ ہے تمہارا مقام اشرف المخلوقات ہونے کے لحاظ سے، بشیر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔اپنی اپنی استعداد کے مطابق تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرو اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں عزت کے سامان پیدا کرو۔" (خطبہ جمعہ 13 رجولائی 1979ء از خطبات ناصر جلد ہشتم صفحہ 262-264)

"حضرت نبی کریم ﷺ کے دو بنیادی مقام قرآن کریم نے بیان کئے ہیں۔ایک آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا اور دوسرے آپ کے بنی نوع انسان کے لئے، سارے بنی نوع انسان کے لئے مبعوث ہونا جیسا کہ فرمایا: قُلْ يَـا أَيُّهَـا الـنَّـاسُ إِنِّـى رَسُـولُ الـلَّـهِ إِلَيْـكُمْ جَمِيعاً (الاعراف:159) تم سب کی طرف بلا استثناء کالے گورے، مشرق و مغرب میں بسنے والے، جنوب و شمال میں رہنے والے سب کی طرف میں مبعوث ہو کے آیا ہوں۔یہ جو آپ كَـافَّةً لِّـلنَّـاسِ کے لئے رسول تھے...... اس سے آگے دو چشمے پھوٹے، ایک باہمی شفقت اور پیار کا، اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے۔فتنہ اور فساد کو دور کرنے والا، شفقت اور اخوت کو قائم کرنے والا ہے۔بڑا غور کیا قرآن کریم پر، اس لحاظ سے بنیادی حکم یہی ہے کہ پیار سے زندگی گزارو۔اے نوع انسانی! میں تمہیں لڑنے نہیں دوں گا اور دوسرا جو چشمہ پھوٹا وہ ہے حقیقی کامل مساوات کا قیام۔انسان انسان میں کوئی فرق نہیں رہنے دیا۔Islam is a great Leveller ایک مقام پر سب کو لا کھڑا کیا۔سب کو برابر کر دیا...... اور نبی کریم ﷺ نے بڑا ہی عظیم اعلان فرمایا: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (حٰم السجدة:7) کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں فرق نہیں...... نوع انسانی کو اٹھا کر ایک ارفع مقام پر اپنے پاس کھڑا کیا اور کہا۔إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔"

(خطبہ جمعہ 20 رجولائی 1979ء از خطبات ناصر جلد ہشتم صفحہ 269-270)

ناموس رسالت ﷺ پر فدا ہونے والی جماعت

(بیان فرمودہ سیدنا خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

’’سب سے زیادہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی ناموس پر فدا ہونے والی جماعت احمدیہ ہے۔ سب سے زیادہ ناموس مصطفیٰ ﷺ میں فدا اور عاشق اور دن رات درود بھیجنے والی اور تمام دنیا میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اعلیٰ اور برتر مقام کو ثابت کرنے اور قائم کرنے والی جماعت احمدیہ ہے۔ اس لئے جو مرضی کہتے پھریں یہ تو فرضی باتیں کر رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کو تو ان قوانین سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ...... مگر مولویوں کے ہاتھ میں حکومت نے جماعت احمدیہ کی گردن تھما دی تھی یہ کہہ کر کہ مرتد کا قانون تو ہم بنا نہیں سکتے، مجبوری ہے، بین الاقوامی قوانین اجازت نہیں دیتے اس لئے اس قانون کو استعمال کرتے ہوئے جتنے احمدیوں کو چاہو متہم کر کے ان کو تختہ دار پہ چڑھا دو۔ اس میں حکومت تم سے تعاون کرے گی۔ یہ سازش تھی جس کے متعلق ان کو وہم پیدا ہوا کہ کہیں حکومت اس سازش سے پھر نہ گئی ہو یعنی اپنا کردار ادا کرنے سے پھر نہ گئی ہو۔ اس پر انہوں نے شور ڈالا ...... پہلا تو اس کا حصہ ہے اللہ کا شرک برداشت ہو جائے گا رسول کا شرک برداشت نہیں کریں گے۔ اللہ اس بارے میں کیا کہتا ہے، فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝ (النساء: 49)

کہ اللہ تعالیٰ اپنا شریک بنانا کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا۔ خدا فرماتا ہے کہ جو میرا شرک کرے گا میں اسے معاف نہیں کروں گا۔ اس کے سوا جو بھی گناہ ہو میں وہ معاف کر سکتا ہوں اور میں بہت بخشنے والا اور مہربان ہوں۔ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ بخشتا ہے اس کے سوا (یعنی اللہ کے شرک کے سوا) ہر چیز بخش سکتا ہے لِمَنْ یَّشَآءُ جس کے لئے چاہے وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا اور جو اللہ کا شرک کرے وہ بہت ہی بڑا افتراء، بہت ہی کھلا کھلا افتراء کرنے والا ہے۔

لیکن ان علماء نے پاکستان کے دماغ اور سوچ اور کردار کو اس حد تک ذلیل اور رسوا کر دیا ہے کہ خدا کے اس دعوے کے برعکس یہ اعلان کیا جا رہا ہے اور عدالتوں میں اعلان کیا جا رہا ہے کہ ہم رسالت کا شرک برداشت نہیں کریں گے۔ خدا کا شرک ہوتا ہے تو ہوتا پھرے اور کر ہی رہے ہیں سارے، ایک دوسرے کو خدا بنائے بیٹھے ہیں، قبروں کی پوجا ہو رہی ہے کون سا شرک ہے جو وہاں جاری نہیں ہے اور جس کے خلاف کسی قسم کا کوئی احتجاج پایا جاتا ہو۔ مردہ پرستی تو اتنی عام ہوتی جا رہی ہے کہ اس پر چادر چڑھانا یوں لگتا ہے کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے خدا کی مغفرت کی چادر کی لپیٹ میں آ گئے ...... اس قوم کا حال ہے عورتوں کے سروں سے چادریں اتر گئی ہیں۔ غریبوں کو تن ڈھانپنے کیلئے

چار بالشت کپڑا میسر نہیں آتا اور قبروں پر بڑی بڑی چادریں پہنانے والے وزراءاعظم اور گورنرز اور بڑے بڑے مشاہیر پہنچتے ہیں اور تصاویر کھچوا لیتے ہیں اور ان کی بخشش کے سامان ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مسلک یہ ہے کہ اللہ کے شرک کا تو کوئی حرج ہی نہیں ہے شرک فی الرّسالت برداشت نہیں ہو گا۔ اور شرک فی الرّسالت ہے کیا!؟ یہ بھی تو سمجھا جائے۔ لیکن اس سے پہلے میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اپنا مؤقف بھی آپ کو بتا دوں آپؐ اس موضوع پہ کیا کہتے تھے، آپ کا دل تو وہی تھا جو خدا کا دل تھا جو خدا کی باتیں تھیں وہی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے منہ کی باتیں بن جایا کرتی تھیں۔

جنگ احد کے موقع پر آنحضرت ﷺ کا کردار

جنگ احد کے موقع پر جب ابوسفیان بار بار نام پکار پکار کر غیرت دلا رہا تھا کہ ہو زندہ تو آؤ میدان میں نکلو۔ وہ چاہتا تھا کہ پتہ چلے مسلمان کہاں چھپے بیٹھے ہیں تو اس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نام سے مسلمانوں کی غیرت کو للکارا اور کہا کہاں ہے محمدؐ اگر وہ زندہ ہو تو سامنے آئے۔ اس پر صحابہؓ جواب دینے لگے مگر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے اور زور سے ان کو دبا دیا کہ نہیں کوئی جواب نہیں دینا۔ پھر یکے بعد دیگرے مختلف صحابہؓ کے انہوں نے نام لئے۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں ابوبکرؓ کا نام لیا عمرؓ کا نام لیا اور دوسروں کے نام لئے۔ ہر دفعہ جو غیرت میں کوئی صحابیؓ اٹھتا تھا تو اس کو دبا دیا جاتا تھا کہ نہیں، کچھ نہیں کہنا۔ یہاں تک کہ اس نے اعلان کیا اعل ھبل. اعل ھبل کہ ھبل ذات کی جے ہو۔ ھبل کا نعرہ لگاؤ وہ بلند ہو۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یہ نعرہ سن کے بے چین ہو گئے اور فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے، جواب کیوں نہیں دیتے۔ وہ خدا پر ھبل بت کی برتری کا اعلان کر رہا ہے اب کیوں جواب نہیں دیتے، اب کیوں خاموش ہو۔ انہوں نے کہا یا رسولؐ اللہ ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰہُ اَعْلیٰ وَاَجَلُّ، اَللّٰہُ اَعْلیٰ وَاَجَلُّ اور احد کی وادی اَللّٰہُ اَعْلیٰ وَاَجَلُّ کے نعروں سے گونج اٹھی (بخاری کتاب المغازی غزوۂ احد)۔ وہ چند صحابہؓ زخمی صحابہؓ تھے جو ایک غار کی پناہ میں بیٹھے ہوئے تھے مگر جب خدا کی غیرت کا سوال آیا، جب شرک خداوندی کا سوال آیا تو نہ ناموس مصطفوی خاموش رہ سکتی تھی، اس وقت نہ محمد رسول اللہ کی جان کی کوئی قیمت آپ کے اپنے نزدیک باقی رہی، نہ صحابہؓ کی عزتوں اور ان کی جانوں کی کوئی قیمت باقی رہی کیونکہ یہ سارے سلسلے اللہ ہی کی محبت اور اس کے عشق میں تھے اور اگر یہ نہ ہو تو رسالت کی حیثیت ہی کوئی نہیں۔ اگر توحید نہیں تو رسالت کی کوئی بھی حیثیت نہیں، کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ مگر اس قدر جاہل بنا دیا گیا ہے اس قوم کو کہ جیسا کہ میں نے وہ آیت پڑھی تھی کہ جب خدا تعالیٰ انسانوں پر شریعت کا بوجھ لادتا ہے اور وہ اس بوجھ کو اتار پھینکتے ہیں جیسا کہ قومیں اتار پھینکتی ہیں تو پھر وہ بوجھ گدھوں پر لاد دیا جاتا ہے۔ اور گدھے ان کے سردار بنا دیئے جاتے ہیں......

جملہ انبیاء کی تعظیم وحرمت کی تعلیم

جہاں تک اللہ کی توہین کا تعلق ہے وہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ جہاں تک شرک خداوندی کا تعلق ہے یہ اور بات ہے لیکن شرک کا مطلب خدا کی توہین نہیں لیا گیا یہ جو مبحث کا اختلاط ہے اس کو اب میں کھول کر آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں یہ بات شروع کروں یہ میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہ جب کہتے ہیں شرک فی الرّسالت برداشت نہیں تو مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علاوہ کوئی

اور نبی برداشت نہیں۔ اتنا جاہلانہ نعرہ ہے کہ وہ لوگ جن کو (دین حق) کی ادنیٰ بھی شدھ بدھ ہو وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نعرے میں کوئی جان نہیں بالکل (دین حق) کے برعکس ہے۔ سارے عالم پر نگاہ دوڑا کر دیکھ لیجئے، تمام مذاہب کی کتب کا مطالعہ کیجئے، ایک بھی ایسا نبی نہیں ہے، جس نے کسی اور نبی کی تصدیق کو اپنے ایمان کی تصدیق میں شامل کیا ہو۔ بدھ اپنے کو منواتا ہے اور مطمئن ہو کر چلا جاتا ہے۔ کرشن آتا ہے اور اپنے آپ کو منوا کر مطمئن ہو کے چلا جاتا ہے۔ رام نازل ہوتا ہے اور اپنے آپ کو منوا کر چلا جاتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنی منوا کر چلے گئے۔ اور موسیٰ نے بھی یہ شرط نہیں داخل کی اپنے ایمان میں کہ جب تک دوسرے انبیاءؑ کو بھی نہ مانو مجھے تم تسلیم نہیں کر سکتے۔ ایک ہی وہ رسول تھا یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کی تفہیم توحید کا ایک عظیم جلوہ ہے کہ خدا نے آپ ﷺ کو یہ تعلیم بخشی کہ جب تم کہتے ہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تو خدا کا کوئی شریک نہیں لیکن نبی بہت ہوں گے اور ہر ایک کی تمہیں عزت کرنی ہوگی اور ہر ایک کو بعض پہلوؤں سے برابر دیکھنا ہوگا چنانچہ یہ اعلان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف منسوب فرمایا گیا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یہ رسول ان سب باتوں پر ایمان لے آیا ہے جو اللہ کی طرف سے اس رسول پر اتاری گئیں۔ (ان باتوں کی خبر ابھی پاکستان کو نہیں پہنچی) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور سارے مومن جو محمد رسول اللہ کے مومن ہیں وہ ایمان لے آئے ہیں ان باتوں پر كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ایک رسول پر ایمان نہیں لائے۔ تمام کے تمام، اللہ پر ایمان لے آئے ہیں، فرشتوں پر ایمان لے آئے ہیں، ایک کتاب نہیں تمام کتابوں پر ایمان لے آئے ہیں (شرک فی القرآن بھی اب اس کو آپ کہہ دیجئے)۔ وَرُسُلِهٖ اور اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لے آئے ہیں اور یہ اقرار کرتے ہیں لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ اور کہتے ہیں ہم عہد کرتے ہیں اے خدا کہ ہم تیرے بھیجے ہوؤں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کریں گے اور ایک ہو یا لاکھوں ہوں ہمارے نزدیک یہ شرک فی النبوۃ نہیں ہے، یہ توحید ہی کا کرشمہ ہے کہ اس توحید سے جتنے جلوے پھوٹیں گے وہ سارے سر آنکھوں پر، ان سب کے سامنے ہم سر تسلیم خم کریں گے۔ یہ ہے قرآن کا بیان۔ یہ ہے قرآن کی رو سے توحید فی الُوہیت اور توحید فی الرسالت۔ پھر کہتے ہیں لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (البقرہ:286) اے خدا ہمارے لئے اس کے سوا اب رہا کیا ہے کہ سنیں اور اطاعت کریں اور وہ آواز جس رسول کی طرف سے آئے اگر وہ تیری آواز ہے اور تبدیل نہیں ہوئی تو ہر آواز سر تسلیم خم کرنے کے لائق ہے۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پرانے انبیاءؑ کی باتیں بیان کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اے محمدؐ ان سب رسولوں کی ہدایت کے مطابق تو بھی پیروی کر۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ محمد رسول اللہ جو سب ہدایتوں سے بڑھ کر ہدایت لانے والے تھے ان کو حکم ہو کہ ان کی ہدایتوں کی پیروی کر۔ مراد وہی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں کہ ان کی ہدایت کی کوئی بھی قیمت نہیں اگر وہ خدا کی طرف سے نہیں تھیں اور اگر خدا کی طرف سے تھیں تو کون ہے جو اس ہدایت کے سامنے سر بلند کر سکے۔ یہ وہ توحید فی الرسالت ہے جس کی یہ باتیں کر رہے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 22 جولائی 1994ء از الفضل انٹرنیشنل 26/اگست 1994ء)

غزوات النبی ﷺ میں خلق عظیم

آنحضور ﷺ کو جتنے بھی غزوات پیش آئے ان میں سے ہر غزوہ نے آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کو ایک نئے رنگ میں نکھار کر پیش کیا

جب بھی دیکھا ہے تجھے عالم نو دیکھا ہے مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

(بیان فرمودہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد، خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) نے خلافت سے پہلے جلسہ سالانہ ربوہ 1979ء، 1980ء، اور 1981ء کے مواقع پر غزوات النبیؐ میں خلق عظیم کے موضوع پر خطابات فرمائے جن میں غزوۂ احد، غزوۂ احزاب اور صلح حدیبیہ میں آنحضور ﷺ کے اخلاقِ فاضلہ کا دلنشین انداز میں تذکرہ فرمایا۔ ان خطابات جلسہ کے بعض حصے پیش ہیں۔

غزوۂ احد میں خلق عظیم

حقیقت تو یہ ہے کہ آنحضورؐ کی سیرت کا موضوع ایک بے کنار سمندر ہے۔ جس کا سفر کبھی مکمل نہیں ہوسکتا۔ آپؐ کی سیرت کا ہر واقعہ تہ بہ تہ حسن اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لئے کئی بار بھی اگر ایک ہی واقعہ کو دہرایا جائے تو غور کرنے سے سیرت کا کوئی نہ کوئی پہلو سامنے آجاتا ہے۔ گویا آنحضورؐ کی ذات پر یہ شعر خوب صادق آتا ہے کہ

جب بھی دیکھا ہے تجھے عالم نو دیکھا ہے
مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

یعنی اے ہمارے محبوب ہم نے تو ہر دفعہ تجھے ایک نئی شان اور نئی آن بان کے ساتھ جلوہ گر پایا۔ ہر بار تجھے دیکھنے پر حسن کا ایک نیا عالم دیکھا۔ تیری سیرت کے بے کنار سمندر میں مشتاق آنکھوں کا سفر کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔

ہجرت کے تیسرے سال کا ذکر ہے، شوال کا مہینہ تھا، چاند اپنی بارہ منزلیں طے کر چکا تھا کہ اچانک یہ خوفناک خبر اہل مدینہ کو ملی کہ کفار مکہ کا ایک زبردست لشکر جو قریش کے چوٹی کے لڑنے والوں پر مشتمل ہے مدینہ پر حملہ کی غرض سے سر پر آپہنچا ہے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ یہ لشکر تین ہزار جوانوں پر مشتمل ہے جو ہر طرح کے ہتھیاروں سے آراستہ ہیں اور جنگ بدر کی ذلت ناک شکست کا انتقام لینے کے لئے اس نیت سے گھر سے نکلے ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو کلیۃً نابود کر دینے کے بعد ہی وہ واپس لوٹیں گے۔ بکثرت اونٹوں کے علاوہ دو سو بہترین جنگی گھوڑے بھی ان کے ساتھ تھے جنہیں خاص اسی مقصد سے تربیت دے کر خوب تیار کیا گیا تھا۔ اس لشکر کی کمان ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی جس کے نائبین میں افق حرب پر ابھرنے والا ایک ایسا جوہر قابل بھی تھا جسے آج ہم اللہ کی تلوار خالد بن ولیدؓ کے نام سے جانتے ہیں۔ لیکن جن دنوں کی ہم بات کر رہے ہیں ان دنوں ابھی یہ تلوار مالک حقیقی کے ہاتھ میں نہیں بلکہ خداوندان باطل اہل ھبل کے ہاتھ میں تھی۔ لشکر کفار کے دائیں بازو کے سالار

اس نوجوان خالد کی بعد کی زندگی پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایسی حیرت انگیز جنگی استعدادوں کا مالک تھا کہ کم ہی ماؤں نے دنیا میں ایسے بچے جنے ہیں جو اس جیسے فنون حرب کے دھنی ہوں۔ خالد بن ولید ایک پیدائشی سپہ سالار تھے جو فن حرب کی حیران کن استعدادیں لے کر پیدا ہوئے اور ان تمام قائدانہ صلاحیتوں سے نوازے گئے۔

بے شک تاریخ عالم پر نظر دوڑا کر دیکھیں اس جیسا زیرک اور حوصلہ مند اور جنگ کی باریک در باریک حکمتوں کو سمجھنے والا شاید ہی کوئی دکھائی دے جو بار بار بے سروسامانی اور کم مائیگی کی حالت میں دنیا کی عظیم طاقتوں سے ٹکرایا ہو۔ مگر ایک بار ہاں اس کی ساری زندگی میں صرف ایک بار اس ابھرتے ہوئے جرنیل کا مقابلہ دنیا کے کسی جرنیل سے نہیں بلکہ اللہ کے ایک بندے اور اس کے رسول محمد سے ہوا (ﷺ) جو دنیائے حرب کا نہیں بلکہ امن کی دنیا کا شہزادہ تھا۔ اسے شمشیر و سنان اور تیر و تفنگ سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ وہ دنیا میں محض اپنے رب کا نور پھیلانے اور اس کی محبت کے لافانی گیت گانے کے لئے آیا تھا۔ وہ اس لئے آیا تھا کہ اس کی رحمت کے سائے افق تا افق محیط ہو جائیں اور کل عالم کے شرقی اور غربی، کالوں اور گوروں کو اپنی رحمت کے پرامن اور ٹھنڈے سائے تلے لے لے۔

معرکہ احد کا دن خالد کی زندگی کا وہ سب سے تاریک دن تھا جب اس کا مقابلہ رب جلیل کے بندہ جلیل محمد مصطفیٰ ﷺ سے احد کی سنگلاخ سرزمین پر ہوا۔ اس روز اس کی حکمت اور تدبیر کا سارا تانا بانا ٹوٹ کر بکھر گیا۔ اس کی ہر مخفی تدبیر اللہ کے اس ذکی و فہیم بندے پر روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی جو بظاہر انسان کی آنکھ سے دیکھتا تھا لیکن فی الحقیقت اسے خدا کا نور بصیرت عطا ہوا تھا۔ بلاشبہ خالد کو اپنی ساری زندگی کسی کے ہاتھوں کبھی ایسی ذلت اور خواری نصیب نہ ہوئی کہ اس کی ہر ماہرانہ چال کو سمجھ کر اس سے بہتر چال چل دی گئی ہو اور نمایاں عددی اکثریت اور غالب عسکری قوت کے باوجود وہ آخری غلبہ سے محروم کر دیا گیا ہو۔ سب سے اہم اور بنیادی اور سخت حیران کن بات جو آنحضور ﷺ کی حکمت عملی کی تھی وہ میدان جنگ کے انتخاب سے تعلق رکھتی ہے۔

جہاں تک میں نے نظر ڈالی ہے مجھے انسانی جنگوں کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ بظاہر یہ ایک خطرناک فیصلہ تھا۔ لیکن بنظر غائر دیکھو تو دراصل یہی وہ فیصلہ تھا جس نے لشکر قریش کے سب منصوبے خاک میں ملا دیئے اور جنگ کے شروع کے ایک دو گھنٹے ہی میں مسلمانوں کو ان پر ایک نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ احد کی لڑائی سے پہلے تو کسی کے وہم و گمان میں بھی اس کی حکمتیں نہیں آسکتی تھیں۔ لیکن اب جب کہ تاریخ نے بعد کے پیش آمدہ واقعات کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے رکھ دیئے ہیں صاف نظر آ جاتا ہے کہ آنحضورؐ کا یہ فیصلہ فن حرب کی حکمت عملی کی ایک ایسی درخشندہ مثال ہے جس کی راہ میں اگر ایک اور ناگہانی روک حائل نہ ہو جاتی تو اس روز بغیر کسی قابل ذکر نقصان کے مسلمانوں کو کفار پر ایک فتح نمایاں نصیب ہو جاتی۔

یہ دو طرفہ حملہ ایسا شدید اور اچانک تھا کہ اس نے صحابہ کو صف بندی کا موقعہ ہی نہ دیا اور بالعموم مسلمانوں کے پاؤں ایسے اکھڑے کہ پھر جمنے کا نام نہ لیتے تھے۔ آنحضور ﷺ بھی چند صحابہ کے ساتھ میدان وغا کے وسط میں باقی لشکر سے کٹ کر الگ ہو چکے تھے۔ اس وقت دشمن کا سارا زور آپ کی ذات پر مرکوز ہو گیا اور چاروں طرف سے طوفانی لہروں کی طرح ایک کے بعد دوسری یلغار ہونے لگی۔ لڑائی کے میدان میں یہ حیرت انگیز ڈرامائی تبدیلی اگرچہ بڑے پردرد مناظر پیش کرتی ہے اور عشاق رسولؐ کے سینوں پر درد کے آرے چلانے لگتی ہے لیکن ساتھ ہی آنحضورؐ کی عظمت اور رفعت شان کے ایسے مناظر بھی دکھاتی ہے کہ نظر حیرت سے اس رفیع الشان وجود کو دیکھتی ہے جو ناممکن الوجود دکھائی دیتا ہے

لیکن عالم خلق میں اس سے بڑھ کر یقینی اور کوئی وجود نہیں۔ وہ جن کی صفات بشریت سے بالا نظر آتی ہیں لیکن درحقیقت وہ بشریت ہی کا معراج کامل تھا جو نور میں مدغم ہو کر نور مجسم بن چکی تھی۔

لیکن فی الوقت ذکر آپؐ کی استعدادوں کا چل رہا ہے جو بحیثیت سپہ سالار احد کے روز آپؐ کے وجود باجود میں ایک امتیازی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئیں۔ کسی سالار جیش کی استعدادوں کے امتحان کا اصل وقت تو اس وقت آتا ہے جب جنگ کا پلڑا پورے بوجھ کے ساتھ دوسری طرف جھک جائے اور اپنے پلڑے میں کچھ بھی وزن نہ رہے۔ جب تمام حالات کی نظریں بدل جائیں اور تمام موجبات مخالفانہ ہو جائیں۔ ایسے وقتوں میں عموماً سپہ سالار کی عظمت اسی امر میں بیان کی جاتی ہے کہ وہ سپاہیوں کی بھگدڑ سے بے نیاز تنہا میدان جنگ میں کود پڑے اور گو جسم پارا پارا ہو گیا ہو لیکن اپنے عزم آہنی پر خراش تک نہ آنے دے۔

اسی قسم کے واقعات ہمیں انسانی جنگوں کی تاریخ میں بار ہا ملتے ہیں لیکن ایسا بہت کم دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی جرنیل اپنی جان کی بازی اس عزم اور ہمت اور حکمت اور تدبر کے ساتھ لگا دے کہ میدان جنگ کی تقدیر بدل کر رکھ دے۔ اس روز احد کے میدان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت میں یہی معجزہ رونما ہوا اور بڑی منفرد شان کے ساتھ رونما ہوا۔

عظیم الشان قائد

عزم و حوصلہ، اعلیٰ اخلاق، بلند نظریات اور عظیم قائدانہ صلاحیتوں کی آزمائش کا یہی وقت ہوا کرتا ہے جب کہ مصائب کی یورش بڑے بڑے صاحب عزم انسانوں کے حوصلے پست کر دیتی ہے اور مصائب کی چکی ان کی ہمتیں پیس ڈالتی ہے۔ لیکن آنکھ تعجب سے اس بات کا نظارہ کرتی ہے اور عقل حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتی ہے جب یہ دیکھتی ہے کہ سرداران مکہ کو ان تمام جنگی فوقیتوں کے باوجود اور اپنی تمام بے پناہ استعدادوں کے ہوتے ہوئے بھی ایک محمد مصطفیؐ پر فتح نصیب نہ ہوئی۔ ہاں وہ ایک ہی تو تھا میرا محبوب آقا، لافانی رسولؐ جو ابدی زندگی کا حامل تھا۔ وہ ایک ہی تو تھا لاثانی و تنہا احد کے میدان کا وہ بے مثل دلیر، مرد کامل بار ہا رسالت کا جھنڈا بلند کئے ہوئے اس حال میں اکیلا پایا گیا کہ غل مچاتی ہوئی مسرتوں نے ہر طرف سے اسے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ لیکن وہ آسیب بیابانی کی طرح واویلا کرتی ہوئی ناکام اور خائب و خاسر لوٹ جاتی ہیں۔ مگر اس بطل جلیل، مرد میدان، عظیم خدا کے عظیم بندے محمدؐ کے عزم کو لرزاں و ترساں نہ کر سکیں۔ وہ سر بفلک پہاڑوں کی طرح غیر متزلزل تھا۔ اس کے پائے ثبات لغزش کے نام سے نا آشنا تھے۔ خوف و ہراس اس کے قدموں کی ٹھوکر سے پارہ پارہ ہو جاتے تھے۔ وہ یکہ و تنہا مہیب خطرات میں کھڑا ہوا مسکراتا جانتا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ جنگ احد کے دوسرے ہی روز آنحضور ﷺ کا اپنے زخمی لشکر کو دشمن کے تعاقب کا حکم دینا ایک ایسا حیرت انگیز واقعہ ہے کہ تاریخ عالم کی ورق گردانی کر کے دیکھ لو تمہیں اس کی کوئی مثال نظر نہیں آئے گی۔

غزوۂ احزاب میں خلق عظیم

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک عجیب اور منفرد شان کے انسان تھے جن کی ذات میں ہر قسم کے اخلاق حسنہ روشنی کے مختلف رنگوں کی طرح جمع تھے۔ ان اخلاق حسنہ کے باہمی امتزاج اور توازن ہی کا نام نور محمدؐ ہے جو روشنی کے ایک موجیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح آپؐ کی ذات کے کوزے میں بند تھا اور سورج کی طرح روشن تھا۔ اس نور کی

کرنیں بڑے وفور اور جوش اور قوت کے ساتھ آپ کی ذات سے پھوٹ کر عالم اخلاق کی شش جہات کو روشن کر رہی تھیں اور آج بھی کر رہی ہیں۔ وہ سب اخلاق جو پیارے اور حسین کہلاتے ہیں وہ آپ ﷺ میں جمع تھے اور سب اخلاق جو کریہہ المنظر اور مکروہ دکھائی دیتے ہیں آپ کا وجود ان سے کلیۃً پاک اور خالی تھا۔

آپ ﷺ کے وہ اخلاق بھی بڑے باوفا تھے جو عموماً غربت اور افلاس میں تو دوستی کا دم بھرتے ہیں لیکن فراخی اور آسائش کے وقت اس طرح ساتھ چھوڑ جاتے ہیں جیسے کبھی واقف اور آشنا ہی نہ تھے۔ آپ کے وہ اخلاق بھی حد درجہ باوفا تھے جو آسائش اور آرام کے وقت ہر کسی کے سکھ کا ساتھی بننے کے لئے آدھمکتے ہیں لیکن مصائب اور آلام کے وقت ساتھ نہیں دیتے اور اس طرح آنکھیں پھیر لیتے ہیں جیسے پہلے کبھی ملے ہی نہ ہوں۔ یا جیسے پرندہ گھونسلے کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دے۔ عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ امن کے زمانہ میں بڑے بڑے بااخلاق کہلانے والے شائستہ لوگ جب جنگ کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں تو ان کے اخلاق کا کہیں نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ ہم نے بڑی بڑی بااخلاق کہلانے والی مہذب قومیں دیکھی ہیں جن کو جنگ کی آزمائش نے وحشی درندوں میں تبدیل کر دیا اور ان کے تمام اخلاقی ضابطے ٹوٹ کر چکنا چور ہو گئے اور ایسی سفاکی اور بہیمیت ان سے ظاہر ہوئی گویا وہ انسانیت کے ملمع میں چھپے ہوئے ہولناک درندے تھے جو وحشی بھی تھے اور کمینے بھی، جو سفاک بھی تھے اور ذلیل بھی۔ تہذیب اور تمدن اور انسانیت کا جو غازہ سا انہوں نے چہروں پر مل رکھا تھا جب جنگ کی تند ہواؤں نے اس پاؤڈر کو اڑا دیا تھا تو ایسے مکروہ اور ذلیل وخوار چہرے برآمد ہوئے جو آج کے انسان کی نسبت قدیم زمانہ کے بھیانک جانوروں کے چہروں سے زیادہ مشابہ تھے۔ لیکن ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق زمانے کے نشیب و فراز اور حالات کی سختی اور نرمی اور وقت کے گرم و سرد سے آزاد تھے اور کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کے اخلاق کریمانہ نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ دولت اور غربت، طاقت اور کمزوری، امن اور جنگ ہر قسم کے تغیرات آپ کی زندگی نے دیکھے لیکن اخلاق حسنہ کا رنگ بدلتے نہ دیکھا۔

آنحضور ﷺ کو جتنے بھی غزوات پیش آئے ان میں سے ہر غزوہ نے اخلاق حسنہ کو ایک نئے رنگ میں نکھار کر پیش کیا۔ یوں تو ہر میدان کارزار ان لشکروں کے لئے جو مقابلۃً کمزور ہوں صبر اور ہمت اور مردانگی اور شجاعت کا امتحان لے کر آتا ہے اور آزاد بلند ہمت ماؤں کے بیٹے ہی ان امتحانوں میں کامیاب ہوا کرتے ہیں۔ لیکن آنحضور ﷺ کے غزوات ان امتحانوں کے سوا بھی کچھ امتحان لایا کرتے تھے جو اخلاقی آزمائش کے ایسے کڑے امتحان ہوتے کہ عبادالرحمٰن کے سوا کوئی ان امتحانوں میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔

مختلف گروہوں یعنی احزاب پر مشتمل یہ عظیم لشکر جس کی تعداد دس اور پچیس ہزار کے درمیان بتائی جاتی ہے سامان جنگ سے پوری طرح لیس ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ چونکہ ان گروہوں کے علاقے مدینہ سے مختلف سمتوں اور فاصلوں پر واقع تھے اس لئے ایک منصوبہ کے تحت یہ ایسے مختلف وقتوں میں روانہ ہوئے کہ مدینہ کے قریب احد کی وادی کے گردو پیش یہ سب گروہ تقریباً 25/20 فروری 627ء/شوال پانچ ہجری تک جمع ہو گئے۔ اس خوفناک منصوبہ کا دائرہ چونکہ بہت وسیع تھا اور مدینہ کے شمال میں مدینہ کے جنوب میں مکہ تک پھیلا ہوا تھا اس لئے اس کا پردہ اخفاء میں رکھنا ناممکن تھا۔ چنانچہ غالباً جنوری کے اواخر تک کسی وقت آنحضور ﷺ کو بھی اس منصوبہ کی اطلاع مل گئی۔ یہ اطلاع ملتے ہی

آنحضور ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کہ اس انتہائی خوفناک حملہ سے کیسے نپٹا جاسکتا ہے تو حضرت سلمان فارسیؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ مدینہ کی شمالی اور مشرقی جانب چونکہ قدرتی دفاع سے خالی ہے اور اس طرف سے کوئی لشکر بلا روک ٹوک شہر میں داخل ہوسکتا ہے اس لئے اہل فارس کے طریق کے مطابق اس طرف خندق کھودی جائے تا کہ دشمن کو اپنی بے پناہ عددی برتری سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہ ملے اور مسلمانوں پر یک دفعہ یلغار نہ کرسکے۔ آنحضور ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور خندق کی نشان دہی فرما کر بلا تاخیر اس کی کھودائی کا کام شروع کروا دیا۔ یہ خندق تقریباً بارہ دن میں مکمل ہوئی۔ اس کی لمبائی ڈیڑھ میل سے ساڑھے تین میل تک بیان کی گئی ہے۔

میں سوچتا ہوں کہ ایسے معزز مزدور دنیا میں ایک ہی بار ظاہر ہوئے جن کی صفوں میں سب دنیا کا سردار ایک عام مزدور کی طرح محنت کر رہا تھا۔ اور سب جفاکشوں سے بڑھ کر جفاکشی کے جوہر دکھا رہا تھا۔ آسمان کی آنکھ نے ایسا نظارہ پہلے کب دیکھا تھا کہ **محمد رسول اللہ والذین معہ** (الفتح:3) محمد ﷺ اللہ کا رسول اور وہ خوش نصیب جو اس کے ساتھ تھے یعنی عباد الرحمٰن کے یہ گروہ جو تخلیق کائنات کا خلاصہ تھے۔ وہ جن کی خدمت پر زمین و آسمان کو اور ہر اس چیز کو جو ان کے درمیان ہے مسخر کیا گیا تھا خود اپنے رب اور اپنے خالق کے حضور اپنی زندگی کی ساری کائنات مسخر کئے ہوئے سخت جان جوکھوں کی مزدوری میں مصروف تھے۔ یہ وہ دن تھے جب تسخیر کائنات کا مضمون اپنے کمال کو پہنچا۔ یہ وہ ایام تھے جب مزدوری کے ادنیٰ کام کو وہ شرف نصیب ہوا کہ قیامت تک مزدور سخت مشقت کی گلیوں میں بھی سر اُٹھا کر چلے گا اور مزدوری ذلت و نکبت کا نہیں بلکہ عزت و شرف کا نشان بنی رہے گی۔

پھر اللہ عزوجل نے خندق کے اندر ایک چکنا سفید بڑا پتھر ظاہر کر دیا۔ اس سے ہمارے اوزار ٹوٹ گئے اور ہم اس کے اُکھاڑنے سے تنگ ہو گئے۔ ہم نے کہا سلمان! تم رسول اللہ ﷺ کے پاس اوپر جاؤ اور ان کو اس کی اطلاع کرو تا کہ وہ ہمیں اس پتھر سے ذرا ہٹ جانے کی اجازت دیں کیونکہ اس سے بہت ہی کم فرق پڑے گا۔ یا وہ اس کو نکالنے کا حکم دیں تو ہم ویسا کریں گے۔ ہم اسے پسند نہیں کرتے کہ آپؐ کے خط سے سرمو تجاوز کریں۔ سلمانؓ خندق کے اندر سے چڑھ کر رسول ﷺ کے پاس آئے۔ آپؐ اس وقت ترکی خیمہ میں بیٹھے تھے۔ سلمانؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں۔ خندق میں ایک بہت بڑا سفید سخت اور چکنا پتھر نکل آیا ہے۔ اس سے ہمارے اوزار ٹوٹ گئے۔ ہم اس کے کھودنے سے تنگ آگئے ہیں اس پر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا۔ اب جیسا ارشاد عالی ہو، ہم آپؐ کے خط سے سرمو تجاوز کرنا پسند نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ سلمانؓ کے ساتھ خود خندق میں اترے۔ آپؐ کے آتے ہی ہم بقیہ نو آدمی خندق کے اوپر آگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سلمانؓ کے ہاتھ سے کدال لی اور اس سے پتھر پر ایک ضرب ماری جس سے وہ ٹوٹ گیا اور اس میں سے بجلی کی ایک ایسی چمک نکلی جس سے تمام مدینہ روشن ہو گیا۔ وہ روشنی اس قدر تیز تھی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اندھیری کوٹھڑی میں روشن چراغ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تکبیر فتح کہی پھر مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی۔ دوسری مرتبہ آپؐ نے اس پر ضرب ماری جس سے اس میں اور شگاف پڑ گیا اور ایسی بجلی کی سی روشنی ہوئی جس سے تمام مدینہ روشن ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اندھیری کوٹھڑی میں چراغ روشن ہے۔ آپؐ نے تکبیر فتح کہی تمام مسلمانوں نے تکبیر کہی اور اب تیسری مرتبہ آپؐ نے دست مبارک سے اس پر ضرب ماری اور اس مرتبہ اسے بالکل توڑ ڈالا۔ تو پھر اس میں سے حسب سابق بجلی کی چمک ہوئی جس سے تمام مدینہ روشن ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تاریک کوٹھڑی میں چراغ روشن ہو

گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تکبیر کہی مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی پھر سلمانؓ کا ہاتھ پکڑ کر خندق کے اوپر چڑھ گئے۔

(تاریخ طبری جلد دوم صفحہ: 92)

ایک اور پہلو سے جب ہم اس واقعہ کو دیکھتے ہیں تو اپنے رب پر آپ ﷺ کے حیرت انگیز توکل اور یقین کامل کا ایک حسین نظارہ سامنے آجاتا ہے۔ آپ ﷺ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کی مرضی خدا کی مرضی اور آپ ﷺ کا ارادہ خدا کا ارادہ بن چکے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپؐ کے مشن میں ناکام رہنے دے۔ آپؐ ہمہ تن ہمہ وقت دعا تھے۔ میں سوچتا ہوں کہ اس وقت آپؐ کے دل کی گہرائیوں سے کیا کیا کہی یا اَن کہی دعائیں اُٹھ رہی ہوں گی۔ زبان حال تو یقیناً یہ کہتی سنائی دیتی ہے کہ اے میرے رب! میرے ہم و غم اور جسمانی آزار تجھ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں جانتا، میری جسمانی کمزوری اور فاقہ کشی سے پیدا ہونے والی نقاہت کے راز تجھ سے بڑھ کر کس پر روشن ہیں! تو جانتا ہے کہ میں دن کو بھی مصروف رہتا ہوں اور راتیں بھی تیرے حضور جاگ کر کاٹتا ہوں اور چند لمحوں کی پرسکون نیند سے بھی محروم ہوں۔ پھر بھی میرے آقا! یہ امت مسلمہ جس کی سرداری تو نے مجھے بخشی ہے اس کی ہر ذمہ داری کو میں فقط اور فقط تیری رضا کی خاطر اُٹھاتا چلا جا رہا ہوں اور اُٹھاتا چلا جاؤں گا۔ یہ دعائیں خواہ کچھ بھی ہوں عالم الغیب خدا آپؐ کے حال سے خوب باخبر تھا وہ جانتا تھا کہ جب مجاہدین خندق کو بھوک ستاتی ہے تو سب سے بڑھ کر بھوک کی تکلیف میں اس کا بندہ محمد ﷺ مبتلا ہوتا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ جب مومن مشقت اُٹھاتے ہیں تو سب سے بڑھ کر مشقت اُٹھانے والا اس کا بندہ محمد ﷺ ہوتا ہے اور خوب جانتا تھا کہ جب نیند کے چند لمحات کے لئے مومنوں کی آنکھیں ترس رہی ہوتی ہیں تو سب سے بڑھ کر نیند کا ستایا ہوا اس کا بندہ محمد ﷺ ہوتا ہے۔ ان حالات میں جب کوئی فاقہ زدہ آنحضور ﷺ کی طرف سائلانہ نظروں سے دیکھتا ہوگا، جب کوئی تھکا ہارا آنحضور ﷺ سے آرام کی اجازت مانگتا ہوگا، جب کوئی رتجگوں سے تنگ آیا ہوا حضور ﷺ سے سونے کی رخصت چاہتا ہوگا، جب کوئی تھکا ہوا جسم سخت کاموں میں آنحضور ﷺ سے مدد کا طالب ہوتا ہوگا اور آنحضور ﷺ خود اپنی بے آرامی اور اپنے فاقوں اور اپنی جسمانی اذیت کا راز سینے میں چھپائے ہوئے اس نسبتاً کم مصیبت زدہ کی ہمدردی اور غم خواری فرماتے ہوں گے اور اس کا بوجھ ہلکا کرنے کی سعی فرماتے ہوں گے تو کائنات کا ذرہ ذرہ آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجتا ہوگا اور زمین و آسمان بیک زبان یہ گواہی دیتے ہوں گے کہ دیکھو اپنے خدا کی خاطر اس کی مخلوق کے سارے بوجھ اُٹھانے والا وہ آگیا جس کی وقت کو ازل سے انتظار تھی۔ وہ جس کی نظیر نہ پہلے تھی نہ آئندہ ہوگی۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ ان آڑے وقتوں میں آپ کا رب اپنے اس بے مثل بندے کی مدد کے لئے خود عرش سے زمین پر نہ اتر آتا کہ اے میری خاطر سب ناممکن بوجھ اُٹھانے والے! میں تیری خاطر تیرے سب بوجھ اُٹھالوں گا اور ہر ناممکن کو ممکن کر دکھاؤں گا، تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ میری ساری کائنات اور اس کے تمام مخفی قوانین تیرے لئے مسخر کر دئے گئے ہیں۔

ایک عظیم الشان جزا

آنحضور ﷺ کے نام اور وقار کی عظمت کے لئے جب خدا تعالیٰ نے اس چٹان کو پارہ پارہ کر دیا تو بات یہیں ختم نہیں ہوگئی اور آنحضور ﷺ کی قربانی اور ایثار اور عزم اور توکل کی صرف یہی جزا نہ تھی، یہ تو محض ایک ابتدائی علامت تھی۔ حضرت عمرو بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضورؐ چٹان کو توڑ کر خندق سے باہر تشریف لائے تو دوران گفتگو صحابہؓ سے فرمایا بے شک جب میں نے پہلی ضرب لگائی اور اس سے روشنی نمودار ہوئی تو اس کی چمک میں حیرہ کے قصور اور کسریٰ

کی سرزمین کے شہر دکھائے گئے اور بشارت دی گئی کہ ان پر میری امت کو اقتدار بخشا جائے گا۔ دوسری ضرب لگانے پر جو روشنی نمودار ہوئی اس کی ضَو میں روم کے سرخ محلات دکھائے گئے اور جبرائیل نے مجھ کو خوشخبری دی کہ ان پر بھی میری امت فتح یاب ہوگی ۔تیسری مرتبہ جو میں نے ضرب لگائی اور اس سے روشنی نمودار ہوئی اس مرتبہ بھی مجھے اس کی چمک دمک میں صنعاء کے محلات دکھائے گئے اور خوشخبری دی گئی کہ ان پر بھی تیری امت کو غلبہ عطا کیا جائے گا۔

خلق محمدی کا ایک اور حسین نظارہ

جب چٹان کے شق ہونے کا واقعہ گزرا تو آنحضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ اس وقت تین دن کے فاقہ سے تھے۔اس وقت حالت یہ تھی کہ جب بعض صحابہؓ نے بھوک کی حد سے بڑھی ہوئی تکلیف کی شکایت کی اور اپنے پیٹ سے کپڑا اُٹھا کر دکھایا کہ یا رسول اللہ! دیکھیں کہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہم پیٹ پر پتھر باندھے پھرتے ہیں تو آنحضورؐ نے بھی جواب میں اپنے پیٹ سے کپڑا اُٹھا کر دکھایا اور صحابہؓ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے پیٹ پر تو ایک نہیں دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ (شمائل ترمذی)

آنحضور ﷺ ضبط و تحمل اور صبر کا ایک شاہکار تھے۔پس اگر سائل کی تسلی مقصود نہ ہوتی تو غالباً کبھی آنحضور ﷺ اپنی اندرونی کیفیت سے دوسروں کو آگاہ نہ فرماتے لیکن آنحضور ﷺ کے صبر کے اس راز کو افشاء کرنے میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر کام کر رہی تھی اور جو آنحضور ﷺ کے بے پناہ حسن کے بعض اور پہلوؤں سے بھی پردہ اُٹھانے والی تھی اور ہمیشہ کے لئے بنی نوع انسان پر یہ روشن کر دینا چاہتی تھی کہ کیوں خدا کا بندہ محمد ﷺ اپنے رب کو ہر دوسرے وجود بلکہ ساری کائنات سے زیادہ پیارا ہے اور کیوں یہ خارق عادت معجزہ اس کے ہاتھ پر بار بار ظاہر ہوتا ہے کہ قوانین قدرت اس کی مرضی کے تابع کر دیئے جاتے ہیں؟ جس وقت آنحضور ﷺ کی ضربات سے چٹان ٹوٹنے کا معجزہ ظہور میں آیا۔

صلح حدیبیہ میں خلق عظیم

بارہا میں یہ سوچتا ہوں کہ بستر مرگ پر آخری سانسوں میں حضرت عمرؓ جب لَالِیْ وَلَاعَلَیَّ کا ورد کر رہے تھے کہ اے خدا میں تجھ سے اپنی نیکیوں کا بدلہ نہیں مانگتا تو میری خطائیں معاف کر دے تو سب خطاؤں سے بڑھ کر اس ایک خطا کا تصور آپؓ کو بے چین کئے ہوئے ہوگا جو میدان حدیبیہ میں آپؓ سے سرزد ہوئی۔صلح نامہ کی تحریر کے دوران صحابہؓ کی بے چینی اور دل شکستگی کا عالم دیکھ کر آنحضورؐ کے دل کی کیفیت کا راز آپؐ کے آسمانی آقا اور بے حد محبت کرنے والے رفیق اعلیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا لیکن ان تین سادہ سے جملوں میں جو عمرؓ کے جواب میں آپؐ کی زبان مبارک سے نکلے آپؐ نے غور کرنے والوں کیلئے بہت کچھ فرما دیا۔آپؐ کا یہ فرمانا کہ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور اس کی مرضی کے سوا کچھ نہ کروں گا آپؐ کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔

صحابہؓ کے سخت زخمی دل اور پُر ہیجان جذبات ایک طرف تھے جو آنحضورؐ ہی کی صداقت کو ثابت کرنے کیلئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کیلئے مچل رہے تھے اور دوسری طرف مرضی مولیٰ تھی جو حج بیت اللہ کے قصد کے بعد ہر قسم کے جنگ و جدال سے روکے ہوئے تھی۔پس آپؐ نے اس امر کی ذرہ بھی پرواہ نہ کی کہ دشمن آپؐ کی بظاہر ناکام واپسی پر کیا کیا پھبتیاں نہ کسے گا۔آپ اس امر کو بھی خاطر میں نہ لائے کہ صحابہؓ کے دل پر کیا بیتے گی اور خفت سے اندر ہی اندر وہ کس طرح کٹ رہے ہوں گے۔آپؐ اول و آخر اپنے مولیٰ کے بندے اور اسی کے رسول تھے اور خدا کی مرضی کے مقابل پر کل مخلوق کی مرضی بھی آپؐ کے سامنے کوئی حقیقت نہ رکھتی

تھی۔ پھر آپ کا یہ فرمانا بھی کتنا معنی خیز اور کتنا لرزا دینے والا اعلان تھا کہ میں اپنے مولیٰ ہی سے حفاظت کی امید رکھتا ہوں۔ گویا سب پر برملا یہ واضح فرما دینا چاہتے تھے کہ ہر چند کہ تم لوگوں سے وفا کی امید ہے لیکن اے صحابہؓ کے گروہ! میرا سہارا تم نہیں ہو بلکہ صرف اور صرف میرا خدا ہے۔ یہ اعلان تھا اس اٹل حقیقت کا کہ آپؐ نے جس خدا کا ساتھ اس شدید آزمائش کے وقت میں بھی نہیں چھوڑا وہ ہرگز آپ کا ساتھ کسی مشکل کے وقت بھی نہیں چھوڑے گا۔

قربانیاں دینے اور سر منڈانے کا ارشاد

معاہدہ صلح لکھا گیا اور کفار کا وفد فتح کا گمان لئے ہوئے اس حال میں کہ دل میں شہنائیاں بج رہی تھیں واپس لوٹ گیا اور صحابہؓ کا یہ عالم کہ ایک فرضی شکست کے احساس سے نڈھال غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے پڑے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں کیسی عظیم اور روشن اور کھلی فتح سے ہمکنار فرمایا ہے۔ اس وقت آنحضور ﷺ نے باآواز بلند یہ اعلان فرمایا کہ اٹھو اور قربانیاں دو اور سر منڈواؤ اور بال ترشواؤ۔ یقین نہیں آتا مگر یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اس مقدس آواز کو سن کر ایک صحابیؓ نے بھی حرکت نہ کی اور کسی بدن میں جنبش نہ آئی۔ آنحضورؐ نے دوسری بار پھر اسی ارشاد کی تکرار فرمائی لیکن وہی پہلے کا سا سکوت طاری رہا پھر تیسری دفعہ آنحضور ﷺ نے بلند تر آواز میں وہی ارشاد دہرایا کہ اٹھو اور قربانیاں دو اور سر منڈواؤ اور بال ترشواؤ لیکن سر تا پا غم کی تصویر بنے ہوئے صحابہؓ میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔

اللہ ہی جانتا ہے کہ آنحضور ﷺ پر وہ گھڑی کیسی کڑی ہوگی۔ تاریخ ہمیں صرف یہ بتاتی ہے کہ آنحضور ﷺ خیمہ میں داخل ہوئے اور ام سلمہؓ سے مخاطب ہو کر بڑے درد کے ساتھ اس انہونی بات کا تذکرہ فرمایا۔ اس پر ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ غم نہ کریں صحابہؓ نافرمان نہیں ہیں بلکہ شدت غم سے مغلوب ہو چکے ہیں پس آپؐ باہر تشریف لے جائیں اور قربانی کریں پھر دیکھیں کہ صحابہؓ آپ کو دیکھ کر کس طرح پیروی کرتے ہیں۔ چنانچہ آنحضورؐ نے اس مشورہ کو قبول فرماتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ آنحضور کو تن تنہا قربانی کرتا ہوا دیکھ کر صحابہؓ پر ایک بجلی سی گری گویا تن مردہ میں جان پڑ گئی۔ وہ میدان خفتگان ایک میدان حشر میں تبدیل ہو گیا جیسے صور پھونکا جا چکا ہو۔ ہر طرف بھگدڑ سی مچ گئی اور صحابہؓ بے محابا قربانیوں کی طرف دوڑے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے لگے اور اچانک اس پرسکون اور جامد و ساقط میدان میں ہر طرف ایک شور قیامت برپا ہو گیا۔ ذبح ہوتی ہوئی قربانیوں کے شور اور صحابہؓ کی تسبیح و تحمید نے فضا میں ایک غلغلہ سا مچا دیا۔ اس واقعہ کے بارہ میں صحابہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے سر اس تیزی اور جوش کے ساتھ مونڈنے لگے کہ احتمال تھا کہ کہیں گردنیں ہی نہ کاٹی جائیں۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ نصف اول صفحہ ۲۹، ۳۹۔ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۴۲۱)

یہ سب کچھ ہوا اور خوب خوب تلافی مافات ہوئی لیکن بایں ہمہ آج تک وہ توقف اور تامل دلوں میں کھٹکتا ہے جو صحابہؓ نے آنحضورؐ کے ارشاد کی تعمیل میں دکھایا اور تین مرتبہ کے تکرار فرمان رسولؐ کے باوجود اس پر عملدرآمد سے کیسے قاصر رہے۔

چودہ سو برس ہونے کو آئے لیکن آج بھی جب انسان اس واقعہ کو پڑھتا ہے تو عقل گنگ ہو جاتی ہے اور سوچ کی طاقتیں ماؤف ہونے لگتی ہیں کہ چند ثانیوں کیلئے ہی سہی لیکن یہ ممکن کیسے ہوا کہ اطاعت کے پتلے وہ جاں نثار صحابہؓ جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے خفیف اشاروں پر تن من دھن کی بازی لگا دیتے تھے اور مال و زر لٹا دیتے تھے اس جان و دل سے پیارے آقا

کی آواز سن کر بھی ان سنی کیسے کررہے تھے؟ وہ لوگ تو آسمان اسلام کے روشن ستارے تھے جن کی روشنی ایک عالم کیلئے ہدایت کا موجب بننے والی تھی۔ ان میں ولی بھی تھے اور ولیوں کے سرتاج علیؓ بھی۔ ابوبکرؓ و عثمانؓ اور عمرؓ بھی تھے۔ ان میں صالح بھی تھے اور شہید بھی اور صدیق بھی۔ انعام یافتہ بندگان خدا کا وہ ایک برگزیدہ گروہ تھا جن کا مثل دنیا نے کبھی نہیں دیکھا تھا پھر ان سب سے یہ کیا ظاہر ہوا کہ آج تک عقل حیران اور فکر سرگرداں ہے۔ دل پریشان ہوجاتا ہے اس نظارے سے۔ تاریخ اسلام کے یہ چند لمحات توقف ایک عقدہ لاینحل کی طرح سوچ و بچار کی قوتوں کو مفلوج کئے دیتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے محمد مصطفیٰ ﷺ کے وقت کے سوا اس میدان میں ہر دوسرا وقت ٹھہر گیا تھا اور آنحضورؐ کے دل کی دھڑکن کے سوا ہر دوسرے دل کی دھڑکن رک چکی تھی۔

مؤرخین اور اصحاب سیر نے آنحضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں صحابہؓ کے توقف اور تامل کے جواز میں بہت کچھ لکھا ہے۔ محدثین نے بھی توجیہات پیش کی ہیں لیکن بات دراصل یہی ہے کہ وہ منزل ہی بہت کڑی تھی اور وہ امتحان ان کی حد استعداد سے باہر تھا۔ یہ وہ کٹھن مہم تھی جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا اور کوئی سر کرنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ یہ وہ حد فاصل تھی جو محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہر دوسری مخلوق سے جدا کرتی تھی۔ آپؐ نے قدم اٹھایا تو قدم اٹھے۔ آپؐ آگے بڑھے تو آگے بڑھنے کے حوصلے پیدا ہوئے۔ صالحین اور شہداء اور صدیقوں کا ہی کیا ذکر اگر وہ محفل نبیوں سے بھی سجی ہوتی تو بخدا محمد مصطفیٰ ﷺ ان سب میں منفرد اور ممتاز اور ارفع اور بالاتر رہتے اور اطاعت خداوندی کے اس امتحان میں آپؐ کا تخت سب سے اونچا بچھایا جاتا۔

خدا کی قسم! اس فتح مبین کا سہرا تمام تر محمد مصطفیٰ ﷺ کے سر تھا۔ یہ آپؐ ہی تھے جنہوں نے بارہا گرتے ہوئے صحابہؓ کو سنبھالا اور لڑکھڑاتے ہوئے جسموں کو سہارا دیا۔ یہ آپؐ ہی تھے جنہوں نے ان کے اکھڑتے ہوئے قدموں کو ثبات بخشا اور گرتی ہوئی ہمتوں کو ابھارا، ہاں یہ آپؐ ہی تھے۔ آپؐ نے دلوں کو ڈھارس دی تو دل سنبھلے، آپؐ نے حوصلہ دلایا تو حوصلے پیدا ہوئے، آپؐ نے ان کی روحوں کو ہلاکت سے بچایا اور ان کے ایمانوں کو نئی زندگی بخشی۔ وہ غلام جنہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اے اللہ کے رسولؐ ہم تیرے آگے بھی لڑیں گے، تیرے پیچھے بھی لڑیں گے، تیرے دائیں بھی لڑیں گے اور تیرے بائیں بھی لڑیں گے۔ یہ کیسا دن طلوع ہوا کہ آج خدا کا وہی برگزیدہ رسول ﷺ ان کے آگے بھی لڑ رہا تھا اور ان کے پیچھے بھی لڑ رہا تھا۔ ان کے دائیں بھی لڑ رہا تھا اور ان کے بائیں بھی لڑ رہا تھا اور شیطانی وساوس اور تاریک گمانوں کے چوطرفہ حملہ سے ان کی حفاظت فرما رہا تھا۔

(خطابات طاہر قبل از خلافت، ناشر طاہر فاؤنڈیشن ربوہ، 2006ء صفحہ 317-440)

انسان کامل ﷺ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں آپ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے۔ باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تھی تو آپؐ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 44)

نعت رسولِ کریم ﷺ

عَلیکَ الصّلوٰۃُ عَلیکَ السّلام

(کلام حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب دہلوی)

بدر گاہِ ذی شانِ خیر الانام　　شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منت بصد احترام　　یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام
کہ اے شاہ کونین عالی مقام　　عَلیکَ الصّلوٰۃُ عَلیکَ السّلام

حسینان عالم ہوئے شرمگیں　　جو دیکھا وہ حسن اور وہ نور جبیں
پھر اِس پر وہ اخلاق اکمل تریں　　کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خلق کامل زہے حسن تام　　عَلیکَ الصّلوٰۃُ عَلیکَ السّلام

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی　　بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی　　کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپ کے دم سے اس کا قیام　　عَلیکَ الصّلوٰۃُ عَلیکَ السّلام

محبت سے گھائل کیا آپؐ نے　　دلائل سے قائل کیا آپ نے
جہالت کو زائل کیا آپؐ نے　　شریعت کو کامل کیا آپ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام　　عَلیکَ الصّلوٰۃُ عَلیکَ السّلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال　　وہ سب جمع ہیں آپ میں لا محال
صفات جمال اور صفات جلال　　ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام　　عَلیکَ الصّلوٰۃُ عَلیکَ السّلام

مقدس حیات اور مطہر مذاق　　اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہاں گیر یکراں براق　　کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام　　عَلیکَ الصّلوٰۃُ عَلیکَ السّلام

علمدارِ عشاق ذاتِ یگاں　　سپہ دار افواجِ قدوسیاں
معارف کا اک قلزمِ بیکراں　　افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام　　عَلیکَ الصّلوٰۃُ عَلیکَ السّلام

رسول کریم ﷺ کی حفاظت الٰہی کے واقعات

(بیان فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

اللہ تعالیٰ قرآن میں سنت انبیاء کے بارہ میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ. اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ. وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

(الصّٰفٰت: 172-174)

یعنی بلا شبہ ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے حق میں ہمارا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ یقیناً وہی ہیں جنہیں نصرت عطا کی جائے گی اور یقیناً ہمارا لشکر ضرور غالب آنے والا ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات مقدسہ میں متعدد مواقع پر اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید و نصرت کے واقعات ملتے ہیں۔ پانچ مواقع خاص طور ایسے تھے جن میں بظاہر جان کا بچنا محالات میں سے تھا۔ ان مواقع کا ذکر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا جن کی تشریح ہمارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے جو ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

"آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ایسے بے انتہا واقعات ہیں جہاں ہمیں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت نظر آتی ہے..... ان ساروں کو بیان کرنا تو ممکن نہیں ان میں سے کچھ روایات کے حوالے سے مَیں اس وقت آپ کے سامنے رکھوں گا جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح فرشتوں کی فوج کے ذریعے سے آپ ؐ کی تائید و نصرت فرماتا رہا۔

شعب ابی طالب کا معاہدہ

آپ ؐ کی زندگی میں آپ ؐ کے دعویٰ نبوت کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ دشمن ہر موقع پر آپ ؐ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہا اور جیسا کہ تمام انبیاء سے ہوتا چلا آیا ہے دشمن کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ابتداء میں ہی نبی کو نقصان پہنچا کر یا اس کی جماعت کو نقصان پہنچا کر ختم کر دیا جائے۔ یا ایسی صورت حال پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جس سے نبی کا دعویٰ جھوٹا ہونے کا خیال لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کوشش آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ ؐ کے زمانے میں ہوئی۔ آپ ؐ کے ماننے والوں پر سختیاں کی گئیں، آپ ؐ پر بے انتہا ظلم کئے گئے، آپ ؐ کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا جس کی وجہ سے آپ ؐ کے خاندان کو، اور آپ ؐ کو اور آپ ؐ کے ماننے والوں کو شعب ابی طالب میں ان ظلموں سے بچنے کے لئے جانا پڑا اور وہاں تقریباً تین سال تک رہے۔ وہاں خوراک کا کوئی ایسا ذخیرہ تو تھا نہیں۔ کچھ عرصہ بعد بھوک اور پیاس کی سختیاں سب کو، بچوں کو اور بوڑھوں کو اور عورتوں کو برداشت کرنی پڑیں۔ بھوک اور پیاس سے بچے، بڑے سب بیقرار تھے۔ حالت یہ تھی کہ ایک صحابی نے رات کے وقت چلتے ہوئے اپنے پاؤں کے نیچے آنے والی کسی نرم چیز کو اٹھا کر کھالیا کہ اپنی بھوک مٹا سکیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے آج تک نہیں پتہ لگا کہ مَیں نے کیا کھایا تھا۔ بہرحال تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرما دیا کہ بائیکاٹ کا معاہدہ جو قریش کے بعض قبائل نے کیا تھا اور جس کی وجہ سے آپ ؐ کو اپنے خاندان سمیت شعب ابی طالب کی گھاٹی میں جانا پڑا اور وہاں جا کے رہنا پڑا۔ یہ معاہدہ کعبہ کی

دیوار پر لٹکایا گیا تھا تا کہ ہر ایک قبیلے کو پتہ لگ جائے اور کوئی خلاف ورزی نہ کرے۔

اس معاہدے کے بارے میں ایک دن آنحضرت ﷺ نے اپنا چچا ابو طالب سے فرمایا کہ مجھے میرے خدا نے بتایا ہے کہ جو معاہدہ کعبہ کی دیوار پر لٹکایا گیا ہے وہ تمام کا تمام کیڑے نے کھالیا ہے اور صرف خدا کا نام اس پر باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ ابو طالب نے خانہ کعبہ جا کر قریش کے بڑے بڑے سردار جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہا کہ اس طرح میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے دیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اس معاہدے کو دیکھنے گئے تو اس کی حالت بالکل وہی تھی جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی تھی۔ چنانچہ اس پر جو نرم دل سرداران قریش تھے انہوں نے کہا۔ اب بہت ہو چکی کیونکہ پہلے بھی ان میں سے بعضوں کے دل نرم ہو رہے تھے اور وہ چاہتے تھے یہ کسی طرح ختم ہو، اس لئے قطع تعلقی اب بند ہونی چاہئے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہی تھی جس کی وجہ سے معاہدہ اس طرح ختم ہوا۔ یہ ٹھیک ہے کہ کچھ عرصہ تک آپؐ کو اور آپؐ کے ماننے والوں کو ایک امتحان سے گزرنا پڑا لیکن اس بات کی طاقت اس وقت کسی میں نہ تھی کہ ان سرداران قریش کے مقابلے پر اس گھاٹی سے باہر آ کر اپنے روزمرہ کے معمولات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی مدد ہی تھی جس نے ایسا انتظام فرما دیا۔ اس معاہدے کا کچھ بھی نہ رہا اور چند شرفاء کے دل میں اس وجہ سے خوف اور ہمدردی کے جذبات بھی پیدا ہوئے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے حق میں تائید و نصرت کی ہوائیں چلاتا ہے۔ ایسے مواقع دکھاتا ہے جو غیروں کو بھی نظر آئیں۔ گو راستے میں عارضی مشکلات آتی ہیں لیکن آخر کار خدا کا گروہ ہی غالب آتا ہے۔ اور اس وعدے کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی وجہ سے انبیاء اور ان کی جماعتیں اللہ کے پیغام کو آگے بھی پہنچاتی ہیں اور اس کے ساتھ چمٹی رہتی ہیں اور باوجود سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے ان کے قدم پیچھے نہیں ہٹتے اور ان کے دلوں میں کبھی غیر اللہ کا کوئی خوف پیدا نہیں ہوتا۔

آنحضور ﷺ جو تمام نبیوں کے سردار، خاتم الانبیاء تھے آپؐ پر بھی مشکلات کے بہت زیادہ ایسے موقعے آئے جو زیادہ کڑی مشکلات تھیں، بہت زیادہ سخت مشکلات تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت کے غیر معمولی نظارے بھی دکھائے۔

پانچ مواقع

...... پانچ مواقع آپؐ کی زندگی کے ایسے ہیں جو انتہائی غیر معمولی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے بغیر ان سے نکلنا محال ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

"یاد رہے کہ پانچ موقعے آنحضرت ﷺ کے لئے نہایت نازک پیش آئے تھے جن میں جان کا بچنا محالات سے معلوم ہوتا تھا۔ اگر آنجناب درحقیقت خدا کے سچے رسول نہ ہوتے تو ضرور ہلاک کئے جاتے۔

ایک تو وہ موقعہ تھا جب کفار قریش نے آنحضرت ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا اور قسمیں کھالی تھیں کہ آج ہم ضرور قتل کریں گے۔

دوسرا وہ موقعہ تھا جب کہ کافر لوگ اس غار پر معہ ایک گروہ کثیر کے پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت ﷺ مع حضرت ابوبکرؓ کے چھپے ہوئے تھے۔

تیسرا وہ نازک موقعہ تھا جبکہ اُحد کی لڑائی میں آنحضرتؐ

اکیلے رہ گئے تھے اور کافروں نے آپ کے گرد محاصرہ کر لیا تھا۔ اور آپ ﷺ پر بہت سی تلواریں چلائیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ یہ ایک معجزہ تھا۔

چوتھا وہ موقعہ تھا جب کہ ایک یہودیہ نے آنجناب کو گوشت میں زہر دے دی تھی اور وہ زہر بہت تیز اور مہلک تھی اور بہت وزن اس کا دیا گیا تھا۔

پانچواں وہ نہایت خطرناک موقعہ تھا جبکہ خسرو پرویز شاہ فارس نے آنحضرت ﷺ کے قتل کے لئے مصمم ارادہ کیا تھا اور گرفتار کرنے کے لئے اپنے سپاہی روانہ کئے تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ان تمام پُر خطر موقعوں سے نجات پانا اور ان تمام دشمنوں پر آخر کار غالب ہو جانا ایک بڑی زبردست دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت آپ صادق تھے اور خدا آپؐ کے ساتھ تھا"۔

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 263-264 ح)

شعب ابی طالب کی قید سے باہر آنے کے کچھ عرصے بعد ہی حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ انتقال کر گئے۔ ان دو شخصیتوں کا قریش مکہ کو کچھ تھوڑا بہت لحاظ تھا۔ ابو طالب کے بزرگ ہونے کی وجہ سے اور حضرت خدیجہؓ ایک مالدار عورت تھیں، کافی اثر و رسوخ تھا۔ ان کی وفات کے بعد تو سب قریش اس بات پر قائم ہو گئے تھے کہ اب تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر صورت میں ختم کرنا ہے کیونکہ اب ہم مزید برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ تمام سرداروں نے مل کر فیصلہ کیا کہ ہم تمام سردار آپ ﷺ کے ارادۂ قتل میں شامل ہوں گے تا کہ بنی ہاشم کے لئے کسی بدلے کی صورت نہ بن سکے اور وہ بدلہ نہ لے سکیں۔ تمام سرداروں کے مقابلے پر آنا اُن کے لئے مشکل ہوگا۔ لیکن آپؐ کو اس سازش کا پتہ لگ گیا۔ چنانچہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہجرت کا فیصلہ کیا۔ اس قتل کی سازش کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے جو مَیں نے ابھی اقتباس پڑھا ہے کہ یہ بڑا سخت موقع تھا جب قریش نے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ تمام سردار قریش تلواریں تانے کھڑے تھے لیکن بے وقوفوں کو یہ پتہ نہیں تھا کہ انہوں نے جس منصوبہ بندی کے تحت ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے (تا کہ کسی پر الزام نہ آئے) جس نبی ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ اس نبی کی حفاظت اور نصرت فرماتا ہے۔ بیسیوں واقعات ان کفار کی نظر میں پہلے بھی گزر چکے تھے۔ وہ اس بات کے خود بھی گواہ تھے لیکن پھر بھی ان کو عقل نہ تھی۔

ابوجہل جو اس سارے پروگرام کا سرغنہ تھا وہ بھول گیا تھا کہ کچھ عرصہ پہلے ہی آنحضرت ﷺ جب ایک تاجر کا حق دلوانے کے لئے ابوجہل کے دروازے پر گئے تھے تو کیا نظارہ اس نے دیکھا تھا کہ آپؐ کی مدد کے لئے دو خونخوار اونٹ آپ کے دائیں بائیں کھڑے تھے تا کہ وہ آپؐ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ تو اس کی وجہ سے اس نے آپؐ کے کہنے کی فوراً تعمیل بھی کی اور اس تاجر کا قرضہ بھی دے دیا۔

بہر حال جب منصوبہ بندی کر کے یہ سب لوگ آپؐ کے دروازے کے باہر گھیرا ڈال کر کھڑے تھے اور گھیراؤ کیا ہوا تھا تو آپؐ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کی امانتیں دے کر ان کو یہ ہدایت دے رہے تھے کہ ان کو واپس لوٹا کر صبح آ جانا اور تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ تا کہ کفار اگر دیوار پر سے جھانکیں اور دیکھیں تو یہی سمجھیں کہ مَیں لیٹا ہوا ہوں اور آپؐ ہجرت کے لئے تیاری کرنے لگے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو یہ بھی فرمایا کہ دشمن تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ یہ یقین تھا آپ ﷺ کو نہ صرف اپنی ذات کے بارے میں بلکہ اپنے ماننے والوں کے بارے میں بھی کہ یہ سچے ایمان والے

ہیں۔ آج کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ظاہر ہونا ہے، اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے عظیم نظارے نظر آنے ہیں اس لئے اے علی! تم جو میرے دین پر مکمل ایمان لاتے ہو بے فکر رہو دشمن تمہیں کوئی بھی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ پھر آپؐ بڑے آرام سے ان دشمنوں کے درمیان سے ہی نکل گئے۔ نہ کوئی خوف اور نہ فکر کہ باہر دشمن کھڑا ہے اگر پکڑا گیا تو کیا ہوگا۔ یہ تو خیر فکر تھی ہی نہیں کہ پکڑا جاؤں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اجازت سے یہ ہجرت ہو رہی تھی اس لئے دل اس یقین سے پُر تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ہی حفاظت فرمائے گا اور ہر قدم پر مدد فرماتے ہوئے محفوظ رکھے گا۔

مکّہ سے نکلتے ہوئے آپ کو بڑا صدمہ بھی تھا۔ آپؐ نے یہ الفاظ کہے کہ مکّہ! تو مجھے ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے۔ خیر وہاں سے نکل کر آپؐ کو حضرت ابو بکرؓ بھی راستے میں مل گئے (جن سے پروگرام پہلے ہی طے تھا) اور آپؐ ان کو ساتھ لے کر غار ثور کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابو بکرؓ نے غار کو اچھی طرح صاف کیا تمام سوراخوں کو اچھی طرح بند کیا جو غار میں تھے اور آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ اب آپ اندر تشریف لے آئیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اندر تشریف لے گئے اور بے فکر ہو کر حضرت ابو بکرؓ کی ران پر سر رکھ کر سو گئے۔ کوئی اور ہو تو فکر سے ایسے حالات میں نیند اڑ جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ شامل حال رہنے کا اس قدر یقین تھا کہ کسی قسم کی فکر کا کوئی شائبہ تک نہ پیدا ہوا۔ چنانچہ اگلے آنے والے وقت نے بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی نصرت سے دل پُر از یقین تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی کس طرح نصرت فرمائی۔ فوراً مکڑی کو حکم دیا کہ غار پر جہاں درخت لگا ہوا تھا اس کے اوپر جالا بُن دو اور کبوتر کو حکم ہوا کہ گھونسلہ بھی بنا دو اور انڈے دے دو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حفاظت اور نصرت کے جو فوری سامان فرمائے تھے یہ غیر معمولی نشان تھا۔

قریش جب تعاقب کرتے ہوئے غار کے قریب پہنچے تو وہاں پہنچ کر دیکھ رہے تھے کہ پاؤں کے نشان تو یہاں تک آ رہے ہیں اور اکثر نے کہا کہ یہاں آ کر یا تو ان لوگوں کو زمین نگل گئی ہے یا آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ ایسی صورت حال میں وہ غار میں نہیں جا سکتے جبکہ مکڑی نے جالا بھی بنا ہوا ہے اور گھونسلہ بھی ہے۔ اس صورت میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ کسی کو غار میں جھانکنے کا خیال ہی نہیں آیا۔ اور کسی نے کہا بھی تو دوسروں نے اس کو رد کر دیا۔ تو کفار کے دل میں غار میں نہ جھانکنے کا یہ خیال آنا بھی اللہ تعالیٰ کی اس نصرت کی وجہ سے تھا جو اللہ تعالیٰ آپؐ کی فرما رہا تھا۔ یہ لوگ اتنا قریب تھے کہ حضرت ابو بکرؓ بڑے شدید گھبرا گئے تھے۔ لیکن آپؐ نے فرمایا: لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ:40) کوئی فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو یہ دوسرا موقع تھا جب دشمن قریباً آپ کے سر پر پہنچ گیا تھا لیکن آنحضرت کو خدا تعالیٰ کی مدد پر اتنا یقین تھا کہ کوئی پرواہ نہیں کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دوسرے واقعہ کا ذکر فرمایا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو تائید فرماتے ہوئے اس خطرناک حالت سے نکالا۔

پھر تیسرا واقعہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان کیا ہے وہ اُحد کی لڑائی کا ہے۔ یہ ایسا موقع ہے کہ اللہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے ورنہ اُس وقت جو حالات تھے وہ ایسے تھے کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی دنیا دار اس سے بچ کر نکل سکے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے جب جنگ کا پانسہ پلٹا اور کفار نے دوبارہ حملہ کیا تو ایک افراتفری کا عالم تھا۔ اُس وقت آنحضرت ﷺ کے اردگرد صرف چند جاں نثار صحابہ رہ گئے تھے۔ لیکن

کفار کے بار بار کے حملے جو ایک ریلے کی صورت میں ہوتے تھے وہ بھی اتنے سخت ہوتے تھے کہ یہ چند لوگ بھی سامنے کھڑے نہیں رہ سکتے تھے، ایک طرف ہٹ جاتے تھے اس وجہ سے تتر بتر ہو جاتے تھے۔ اور آپؐ اکیلے رہ جاتے تھے۔ اس موقع پر تیروں کی بارش بھی آپؐ پر ہوئی جو صحابہ میں سے زیادہ تر حضرت طلحہؓ نے اپنے ہاتھ پر لی۔ اور تلواروں سے بھی حملے ہوئے اور اسی موقعے پر جب صحابہ اِدھر اُدھر ہوئے تو اس وقت جو بھی تلوار یا تیر آتا تھا اللہ تعالیٰ اس سے بچا لیتا تھا تاہم دو پتھر دشمن کے پھینکے ہوئے آپؐ کو لگے اور آپؐ زخمی ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ایسے حالات میں جو نتیجہ نکلنا چاہئے اور دشمن کی جو کوشش تھی کہ آج مسلمانوں کو مکمل طور پر شکست کا سامنا کرنے پڑے اور آج موقع ہے کہ ان کو ختم کر دیا جائے یا اتنی کمر توڑ دی جائے کہ یہ اٹھنے کے قابل نہ رہیں تو یہ نتیجہ جو وہ نکالنا چاہتے تھے اور دشمن کی جو کوشش تھی کہ بالکل ختم کر دینا ہے، آپؐ کو قتل کرنے کی بھی نعوذ باللہ کوشش تھی جو ناکام ہوئی۔ ایسے حالات میں سوائے اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت کے یہ ہو نہیں سکتا۔ مسلمانوں کو مکمل طور پر آپؐ کے حکم کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے جو نقصان اٹھانا پڑا اور اس کا جو نتیجہ نکلنا تھا وہ نکلا لیکن دشمن کو جس آخری نتیجے کی تمنا تھی، خواہش تھی وہ اللہ تعالیٰ نے پوری نہ ہونے دی۔

جنگ حنین میں غیبی تائید

پھر (حضرت مسیح موعودؑ نے تو اس کا ذکر نہیں کیا لیکن قرآن کریم میں اس کا ذکر آتا ہے) حنین کی جنگ میں جب مسلمانوں کو اپنی تعداد دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ اب ہم بہت بڑی تعداد میں ہو گئے ہیں، بارہ ہزار کا لشکر ہے کون ہم پر غالب آ سکتا ہے۔ کیونکہ اس لشکر میں نئے آنے والے مسلمان بھی شامل تھے لیکن ان نئے آنے والوں میں ایمان کی کمزوری بھی تھی۔ شروع میں ایک حملے کے بعد ایسی حالت پیدا ہوئی کہ شکست کی صورت پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر اپنے وعدے کے مطابق کہ میرا لشکر ہی غالب آتا ہے اپنی نصرت فرماتے ہوئے ان بدلے ہوئے مخالف حالات کو مسلمانوں کے حق میں بدل دیا۔

یہاں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ تمہاری اکثریت یا تمہاری عقل یا تمہاری طاقت غالب نہیں آئے گی بلکہ ہر غلبہ میری نصرت کا مرہونِ منت ہے اس لئے ہمیشہ مجھ سے ہی مدد مانگو۔ اس نکتے کو آنحضرتﷺ بخوبی سمجھتے تھے اور پرانے صحابہ جنہوں نے آنحضرتﷺ کے زیر سایہ تربیت پائی وہ بھی سمجھتے تھے لیکن نئے آنے والوں کو علم نہیں تھا۔ تو بہر حال اس جنگ میں جیسا کہ مَیں نے کہا بعض کمزور ایمان والے بھی تھے اور کیونکہ فوراً فتح مکہ کے بعد ہی یہ جنگ لڑی گئی تھی اور اکثر کے ایمان ایسے پختہ ابھی نہیں ہوئے تھے نہ تربیت تھی اور کچھ ویسے بھی دل سے ایمان بھی نہیں لائے ہوئے تھے۔

آنحضرتﷺ کی ذات کا جہاں تک سوال ہے اللہ سے مدد مانگتے ہوئے آپؐ کی دعا کا تو ہمیشہ یہ حال رہتا تھا جس کی حالت ہمیں جنگ بدر کے واقعہ میں نظر آتی ہے کہ کس طرح تڑپ تڑپ کر آپ اللہ سے نصرت مانگ رہے تھے۔ آخر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا پڑا کہ آپؐ کو اتنی فکر کیوں ہے۔ اللہ کا آپ سے وعدہ ہے کہ وہ ہمیشہ آپ کی تائید و نصرت فرمائے گا۔ تو بہر حال جنگ حنین میں یہ مسلمانوں کے ایمان کی کمزوری تھی جس کا نتیجہ شروع میں مسلمانوں نے دیکھا۔

آنحضرتﷺ کے بارے میں ایک روایت میں آتا

ہے کہ آپؐ کا تو ہر جنگ میں دعا پر اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر اتنا یقین ہوتا تھا لیکن باوجود یقین ہونے کے کبھی دعا کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جب بھی کوئی جنگ ہوتی ہوتی مہم سر کرنی ہوتی آپؐ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب جنگ کرتے تو یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! تو ہی میرا سہارا ہے اور تو ہی میرا مددگار ہے اور تیری ہی دی ہوئی توفیق سے میں جنگ کر رہا ہوں۔ تو دعا تو آپؐ ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ اس میں کمزور ایمان والوں کی وجہ سے نقصان مسلمانوں کو اٹھانا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتا ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ (التوبہ:25)

کہ یقیناً اللہ بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے خاص طور پر حنین کے دن بھی جب تمہاری کثرت نے تمہیں تکبر میں مبتلا کر دیا تھا۔ پس وہ تمہارے کسی کام نہ آ سکی اور زمین کشادہ ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ دکھاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ یعنی تمہاری کثرت تعداد یا اس وجہ سے تکبر جو بعض نئے آنے والے مسلمانوں کے دل میں پیدا ہو گیا تھا یہ کسی کام نہ آ سکا کہ ہماری تعداد زیادہ ہے، ہم طاقتور ہیں، ہمارے پاس ہتھیار بہت زیادہ ہیں۔ اُس وقت پہلا حملہ جیتنے کے باوجود شکست کی صورت پیدا ہو گئی لیکن ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی نصرت ہی کام آئی اور وہ اس لئے کہ اللہ کا اپنے رسول اور سچے اور پکے مومنوں سے وعدہ ہے کہ مَیں تمہارا مددگار بنوں گا اور یہ بتا دیا کہ اصل فتح تمہاری پہلے بھی اور آئندہ بھی میری نصرت کی وجہ سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کی دعا کی وجہ سے ہے جس کو مَیں ہمیشہ قبول کرتا ہوں اور اس نصرت اور دعا کا نتیجہ ہے کہ اس جنگ میں بھی حالات بدلے اور پھر مسلمانوں نے آخر نتیجۃً فتح پائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ (التوبہ:26)

پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل کی اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور اس نے ان لوگوں کو عذاب دیا جنہوں نے کفر کیا تھا اور کافروں کی ایسی ہی جزا ہوا کرتی ہے۔

پس یہ جو فتح تھی یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کی وجہ سے تھی اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے سے دلوں میں سکینت بھی پیدا کر رہا تھا اور مدد بھی فرما رہا تھا جو دشمنوں کو بھی نظر آ رہی تھی۔ حارث بن بدل نے بیان کیا کہ مَیں جنگ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے مقابلے کے لئے آیا۔ آپؐ کے سارے صحابہ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے مگر حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہما نہیں بھاگے تھے۔ تو حضورؐ نے زمین سے ایک مٹھی لی اور ہمارے چہروں پر پھینک دی تو ہم شکست کھا گئے۔ پس یہی خیال کیا جا رہا تھا کہ ہر شجر اور حجر ہماری تلاش میں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد اور لشکروں کو مخالفین نے بھی دیکھا۔ ان کو بھی نظر آ رہا تھا کہ یہ مسلمانوں کی فوج نہیں لڑ رہی بلکہ کوئی اور لڑ رہا ہے۔ اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہے جو فرشتوں کے ذریعے سے حملہ آور ہو رہی ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے خیال میں یہ تھا کہ آج اس جگہ کی ہر مخلوق ہمارے خلاف ہے۔ مٹی کا ایک ذرہ بھی ہمارے خلاف ہے۔ درخت، پتے اور ہر چیز ہمارے خلاف چل رہی ہے اور جنگ لڑ رہی ہے۔

تو یہ تھے اللہ تعالیٰ کی مدد کے نظارے۔

اور چوتھا واقعہ جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جس میں آنحضرت ﷺ کو ایک یہودیہ نے ہلاک کرنے کی خوفناک سازش کی تھی۔ وہ زہر دینا تھا جس کی کافی مقدار آپ ﷺ کو دی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور اس منصوبے کو ظاہر کر دیا۔

روایت میں ذکر آتا ہے کہ ایک یہودی سردار کی بہن نے آپؐ کو ایک بھنی ہوئی ران پیش کی اور اس پر اچھی طرح زہر لگا دیا۔ آپؐ صحابہؓ کے ساتھ بیٹھ کر اس کو کھانے لگے۔ کچھ صحابہؓ نے پہلے بھی کھانا شروع کر دیا۔ لیکن آپؐ نے جب منہ میں لقمہ ڈالا تو فوراً پتہ لگ گیا۔ آپؐ نے فوراً کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اس یہودیہ کو بلایا گیا تو اس نے تسلیم کیا اور پھر وہ کہنے لگی کہ آپؐ کو کس نے بتایا ہے؟ آپؐ نے گوشت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس نے۔ پھر آپؐ نے اس سے پوچھا تمہارا اس سے مقصد کیا تھا۔ تم کیا چاہتی تھی؟ ہمیں کیوں ہلاک کرنا چاہتی تھی؟ تو کہتی ہے کہ میرا خیال تھا کہ اگر آپؐ اللہ کے نبی ہیں، رسول ہیں تو اس زہر سے آپؐ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس زہر سے محفوظ رکھے گا۔ اور اگر نہیں تو ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ تو بہر حال اس زہر کا اثر جو تھا وہ بشری تقاضے کے تحت ایک انسان پر جو ہونا چاہئے وہ آپؐ پر تھوڑا سا ہوا۔ آپؐ کے گلے پر اثر رہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی مدد فرماتے ہوئے ایک تو پہلے آپؐ کو آگاہ کر دیا کہ یہ زہر ہے۔ پھر باقی جو اس کے خطرناک نتائج ہو سکتے تھے اس سے بھی محفوظ رکھا۔

بادشاہِ وقت کے مقابل پر تائیدِ الٰہی

پھر پانچواں واقعہ جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر کیا ہے۔ یہ بھی بڑا عظیم واقعہ ہے کہ بادشاہِ وقت کے مقابل پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی کس طرح مدد فرمائی۔ اس کا ذکر یوں ملتا ہے کہ یہودیوں نے ایک دفعہ کسریٰ کے پاس رسول کریم ﷺ کی شکایت کی۔ سازشیں تو کرتے رہتے تھے کہ کسی طرح آپ ﷺ کو نقصان پہنچائیں اور کچھ نہیں تو یہ طریقہ آزمایا گیا کہ عرب میں ایک نبی پیدا ہوا ہے اور وہ طاقت پکڑ رہا ہے اور کسی وقت تمہارے خلاف بھی جنگ کرے گا۔ وہ بھی بہر حال کچھ ٹیڑھا سا انسان تھا۔ اس نے یمن کے گورنر کو حکم بھیجا کہ اس طرح مَیں نے سنا ہے کہ عرب میں ایک شخص ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، تم اسے فوراً پکڑ کر گرفتار کرو اور گرفتار کر کے میرے پاس بھجوا دو۔ چنانچہ گورنر نے دو آدمی بھیجے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ تم کوئی سختی نہ کرنا۔ بادشاہ کو دھوکہ لگا ہے ورنہ عربوں میں کیا طاقت ہے کہ وہ کسریٰ کے مقابل پر کھڑے ہوں۔ اس کو کیا پتہ تھا کہ ایک وقت ان میں وہ طاقت آنے والی ہے۔ لہٰذا جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کس طرح آئے ہو؟ انہوں نے بادشاہ کا پیغام دیا کہ آپ کے خلاف یہ شکایتیں بادشاہ کو پہنچی ہیں جس کی وجہ سے اس نے کہا ہے کہ آپؐ کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ لیکن ساتھ انہوں نے یہ بھی بتا دیا کہ یمن کے گورنر نے ہمیں کہا تھا کہ سختی نہیں کرنی۔ بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے دو تین دن انتظار کرو پھر جواب دوں گا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے، انتظار کر لیتے ہیں لیکن یہ ہم بتا دیں کہ آپ کسی غلط فہمی میں نہ رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپؐ جواب نہ دیں اور پھر بادشاہ غصے میں آ کر حملہ آور ہو جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو عرب کی خیر نہیں وہ پھر اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ بہت طاقتور بادشاہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی بات نہیں دو دن انتظار کرو۔ پھر دوسرے دن آئے تو آپؐ نے ان کو پھر کہا کہ ٹھہرو۔ پھر وہ

تیسرے دن آئے لیکن آپؐ یہی کہتے رہے کہ ابھی ٹھہرو۔ تو تیسرے دن انہوں نے کہا کہ اب تو ہماری معیاد ختم ہوگئی ہے۔ بادشاہ ہم سے بھی ناراض ہوجائے گا۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: پھر میرا جواب سنو کہ آج رات میرے خدا نے تمہارے خدا کو مار ڈالا ہے۔ جاؤ یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے گورنر کو بھی اطلاع کردو۔

خیر وہ یمن آئے اور انہوں نے گورنر سے کہا کہ انہوں نے تو ہمیں یہ جواب دیا ہے۔ گورنر بہر حال سمجھدار تھا۔ اس نے کہا کہ اگر اس نے ایران کے بادشاہ کو یہ جواب دیا ہے تو کوئی بات ہوگی اس لئے تم بھی انتظار کرو۔ چنانچہ وہ انتظار کرتے رہے اور دس بارہ دن گزرنے کے بعد جب جہاز وہاں آیا تو انہوں نے آدمی مقرر کیا ہوا تھا کہ دیکھو کوئی خبر آئے تو بتانا۔ تو انہوں نے بتایا کہ ایک جہاز تو آیا ہے، اس پر پہلے بادشاہ کا جھنڈا نہیں ہے اور طرح کا جھنڈا ہے۔ تو گورنر نے کہا جلدی سے ان سفیروں کو لے کر آؤ جو بادشاہ نے بھجوائے ہیں، کوئی پیغام لائے ہوں گے۔ تو جب وہ سفیر گورنر کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا ہمیں بادشاہ نے ایک خط آپ کے نام دیا ہے۔ اس نے خط دیکھا اس پر مہر بھی دوسرے بادشاہ کی تھی۔ جب اس نے خط کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ پہلے بادشاہ کی سختیوں کو دیکھ کر ہم نے سمجھا کہ ملک تباہ ہو رہا ہے اس لئے فلاں رات کو ہم نے اس کو قتل کردیا تھا اور اب ہم اس کی جگہ پر بیٹھ گئے ہیں۔ یہ وہی رات تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ آج میرے خدا نے تمہارے خدا کو مار دیا ہے۔ اور اس نے یہ بھی لکھا کہ سب سے میری اطاعت کا عہد لو اور یہ بھی پیغام دیا کہ پہلے بادشاہ نے عرب کے ایک آدمی کو پکڑنے کے لئے جو حکم بھیجا تھا اس کو منسوخ کردو۔

یہ چیز ایسی تھی جس کو دیکھ کر فوراً اس گورنر کے دل میں بھی آنحضرت ﷺ سے ایک تعلق پیدا ہوا اور اسلام کا دل میں ایک رعب پیدا ہوا اور کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہوگیا۔ تو اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی ہمیشہ کس طرح مدد فرماتا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس پیارے نبی ﷺ کی نصرت تو فرمائی تھی اور ہمیشہ فرماتا رہا لیکن آپؐ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اس کی مدد اور نصرت حاصل کرنے کی طرف متوجہ رہے اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے رب! میری مدد فرما اور میرے خلاف (دشمن کی) مدد نہ فرما اور مجھے کامیابی عطا فرما اور میرے مقابل پر دشمنوں کو کامیاب نہ کر۔ میرے لئے موافقانہ تدبیر کر اور میرے خلاف تدبیر نہ کر۔ اور میری راہنمائی فرما اور میرے لئے ہدایت مہیا فرما اور ہر وہ شخص جو میرے خلاف حد سے بڑھ جائے، اس پر مجھ کو کامیاب فرما۔

(جامع ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب فی دعا النبیؐ)

تو یہ دعا ہے جو آپ ﷺ کرتے تھے اور یہ دعا بڑی جامع دعا ہے جو ہر ایک کو کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک سورۃ بھیج کر رسول اللہ ﷺ کا علو اور مرتبہ ظاہر کیا ہے۔ اور وہ سورۃ ہے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ (سورۃ الفیل:2) یہ سورۃ اس حالت کی ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مصائب اور دکھ اٹھا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس حالت میں آپ کو تسلی دیتا ہے کہ مَیں تیرا مؤید و ناصر ہوں۔ اس میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے ربّ نے اصحاب الفیل کے ساتھ کیا کیا۔ یعنی ان کا مکر الٹا کر ان پر ہی مارا اور چھوٹے چھوٹے جانوران کے مارنے کے

لئے بھیج دیئے۔ان جانوروں کے ہاتھوں میں کوئی بندوقیں نہ تھیں بلکہ مٹی تھی ۔ سجّیل بھیگی ہوئی مٹی کو کہتے ہیں ۔اس سورہ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ قرار دیا ہے اور اصحاب الفیل کے واقعہ کو پیش کرکے آپ کی کامیابی اور تائید اور نصرت کی پیشگوئی کی ہے۔یعنی آپ کی ساری کارروائی کو برباد کرنے کے لئے جو سامان کرتے ہیں اور تدابیر عمل میں لاتے ہیں ان کو تباہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کی ہی تدبیروں اور کوششوں کو الٹا کردیتا ہے، کسی بڑے سامان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے ہاتھی والوں کو چڑیوں نے تباہ کردیا ایسا ہی یہ پیشگوئی قیامت تک جائے گی۔جب کبھی اصحاب الفیل پیدا ہو تب ہی اللہ تعالیٰ ان کے تباہ کرنے کے لئے ان کی کوششوں کو خاک میں ملا دینے کے سامان کر دیتا ہے"۔(ملفوظات جلد اول مطبوعہ ربوہ، صفحہ 110)

پس اب اللہ تعالیٰ نے اپنی اس تائید و نصرت کے لئے اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کے فرزند اور عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے اور اس کے ذریعہ سے اِنشاء اللہ تعالیٰ تائید و نصرت فرماتا رہے گا ہمارا بھی یہ کام ہے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے طلبگار ہوتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کرتے چلے جائیں اور جو وعدے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے کئے ہیں اُن کو ہم کسی تکبر یا عقل یا کسی اور وجہ سے ضائع کرنے والے نہ ہوں۔ایسا نہ ہو کہ وہ ہماری زندگیوں میں نظر نہ آئیں بلکہ ہمارے دلوں میں کبھی اس کا شائبہ بھی پیدا نہ ہو۔اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو آنحضرت ﷺ کے غلام صادق ہیں اس حیثیت سے جو اللہ تعالیٰ نے نصرت کے وعدے فرمائے ہیں ان کو ہم اپنی زندگیوں میں پورا ہوتے بھی دیکھیں اور ہماری زندگیوں کا وہ حصہ بھی بنیں۔"

(خطبہ جمعہ 23 جون 2006ء از خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ 301-312)

صلی اللہ علیہ وسلم

(کلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضرت سید ولد آدم ، صلی اللہ علیہ وسلم
سب نبیوں میں افضل و اکرم ، صلی اللہ علیہ وسلم
نام محمدؐ، کام مکرم ، صلی اللہ علیہ وسلم
ہادی کامل، رہبر اعظم ، صلی اللہ علیہ وسلم
آپؐ کے جلوہ حسن کے آگے،شرم سے نوروں والے بھاگے
مہر و ماہ نے توڑ دیا دم ، صلی اللہ علیہ وسلم
اِک جلوے میں آناً فاناً بھر دیا عالم ، کر دیئے روشن
اُتر دکھن پورب پچھم ، صلی اللہ علیہ وسلم
اول و آخر ، شارع و خاتم صلی اللہ علیہ وسلم
ختم ہوئے جب کل نبیوں کے دورِ نبوت کے افسانے
بند ہوئے عرفان کے چشمے، فیض کے ٹوٹ گئے پیمانے
تب آئے وہ ساقی کوثر، مست مئے عرفان، پیمبر
پیر مغانِ بادۂ اطہر ، مے نوشوں کی عید بنانے
گھر آئیں گھنگور گھٹائیں، جھوم اُٹھیں مخمور ہوائیں
جھک گیا ابر رحمت باری ، آب حیات نو برسانے
کی سیراب بلندی پستی ، زندہ ہو گئی بستی بستی
بادہ کشوں پر چھا گئی مستی ، اک اک ظرف بھرا بھر کھانے
اک برسات کرم کی پیہم صلی اللہ علیہ وسلم

(کلام طاہر شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ صفحہ 7-8)

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شانِ مقام محمود

اِنّ اللّٰہَ وَمَلائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النّبیِ

(مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان)

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کزمیاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد
پیکر اوشد سراسر صورت ربّ رحیم
(توضیح مرام روحانی خزائن جلد سوم ص 62)

احمدؐ کی شان کو خداوند کریم کے سوا کون جان سکتا ہے۔وہ اپنی خودی سے اس طرح الگ ہوگئے کہ احمد کا میم گر گیا اور احد ہوگئے۔وہ اپنے معشوق ربّ کریم میں یوں محو ہوگئے کہ کمال اتحاد کی وجہ سے آپ کی صورت ربّ رحیم بن گئی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں اس اعلیٰ مرتبہ اور شان کا نبی عطا فرمایا جو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔

محبت رسول ﷺ

اس بزرگ اور پاک نبی سے محبت ہمارے لئے جزو ایمان ہے۔جس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔اس محبت کا ایک تقاضا ان کے پیغام کو پھیلانا اور شانِ رسول ﷺ کی حفاظت بھی ہے۔

قرون اولیٰ میں رسول اللہ کی ظاہری حفاظت کیلئے آپ کے عشاق نے آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں لڑنے کا عہد وفا پورا کیا۔حضرت طلحہؓ نے آپ کے چہرہ کے آگے ہاتھ کرکے ہاتھ ٹنڈا کروالیا تو ابوطلحہؓ نے آپ کے آگے سینہ سپر کردیا۔انہوں نے اپنے جان، مال، عزتیں اپنے آقا کے لئے قربان کردیں۔آج پھر ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے قربانیوں کی ضرورت ہے۔

(دین) کی نشاۃ ثانیہ میں آج رسول اللہ ﷺ کے عاشق صادق کے سچے غلام، یہی نمونے دکھانے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل توہین آمیز فلم کے ذریعہ جو حملہ ناموس رسالت پر کیا گیا ہے۔اس موقع پر عشق رسول کے بہت سے مجنونانہ ردّعمل بھی آپ نے دیکھے اور سنے مگر جو منفرد پاکیزہ اور ٹھوس عارفانہ ردّعمل جماعت احمدیہ کی طرف سے ظاہر ہوا اور ہورہا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اسی کی برکت سے سیرۃ النبی ﷺ کے سیمینار کا سلسلہ انصار اللہ پاکستان نے شروع کیا اور سال بھر جاری رہا۔اس مضمون میں آنحضور ﷺ کی شام محمود کو بیان کرنا مقصود ہے۔

احادیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا مقام محمود وہ مقام ہے جس پر پہلے اور پچھلے سب رشک کریں گے۔اس سے ایک مراد آپ کا مقامِ شفاعت بھی ہے۔یعنی جب سب اقوام و مذہب کے لوگ اپنے نبیوں سے مایوس ہوکر شفاعت کی غرض سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں گے اور پھر ان اقوام سے آپ کے لئے اظہار عقیدت کروایا جائے گا جو اس دنیا میں آپ کو برا بھلا کہتے تھے اور آپ ان کی شفاعت۔

اعلیٰ درجہ کا مقام

مقام محمود کے الفاظ میں یہ پیشگوئی بھی ہے کہ رسول اللہؐ کی ناموس رسالت پر حملے ہوں گے جس کے صلہ میں آپ کو مقام محمود عطا ہوتا رہے گا۔ فی الحقیقت رسول اللہ ﷺ کی شان میں جتنی بدزبانی کی گئی اتنی دنیا کے کسی فاسق و فاجر انسان کے بارہ بھی نہیں کی گئی۔ ان ایذا رسانیوں کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام محمود پر فائز فرمادیا۔

اس مقام محمود کی ایک شان اس دنیا میں درود شریف کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ جس کے مقابل ان گالیوں کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ ہمیں تو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بار بار درود شریف کا ورد کرنے کی تحریک فرمائی ہے۔ مقام محمود ایک مسلسل رو بترقی روحانی مدارج کا مقام ہے۔ جس کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی درود شریف سے ہو چکا۔

عالمگیر نبی ﷺ

مقام محمود کی ایک اور شان آپ کا عالمگیر نبی ہونا ہے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا سلسلہ نبوت کے وہ بزرگ نبی ہیں جو تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ دیگر انبیاء پر آپ نے اپنی اس فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے نبی اپنی قوم پالتی کی طرف آئے جبکہ مجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا۔ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ آپ صاحب کوثر اِنّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ (ابن ماجہ کتاب الفتن: 4079) دنیا کی آبادی کا ایک کثیر حصہ آپ کا غلام ہے۔

آپ نے اپنی دوسری فضیلت خاتم الانبیاء ہونے کی بیان کی۔ یعنی تمام نبیوں کے سردار اور نبیوں کی تصدیق کرنے والے آخری نبی اور آخری اینٹ جس سے شریعت کی عمارت کی تکمیل ہوئی۔

مصدّق

اس خصوصیت اور شان کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ تمام انسانوں اور مذاہب کے محسن اعظم ہیں جنہوں نے اپنے اوپر ایمان لانے والے پر ضروری قرار دیا کہ وہ پہلے تمام نبیوں پر بھی ایمان لائے، اور یوں وہ تمام نبی بھی مومنوں کے نزدیک سچے ٹھہرے جنہیں اپنی قوم کے سب افراد نے بھی قبول نہ کیا۔ مسلمان ہر زمانہ یا قوم میں مرنے والے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو سچا اور قابل احترام مانتے ہیں۔ یہودی مذہب کے انبیاء بھی لائق تحفظ ہیں اور عیسائی مذہب کے انبیاء بھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں تو آپ نے یہ فرمایا
اَنا دَعْوَۃُ اَبِی اِبْرَاھِیْمَ۔ (طبقات ابن سعد جز 1 ص 149)

پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثیل اور ان کی پیشگوئی کے مصداق ہی نہیں تھے بلکہ ان پر توریت کی سچی تعلیم کا مصدّق بن کر اس کا احیاء نو کیا اور قرآن شریف میں یہود و انصار کے اچھے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔

ہمارے نبی کی شان یہ بھی ہے کہ باوجود افضل الانبیاء ہونے کے حضرت موسیٰؑ کی عزت قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ لَا تُفَضِّلُوْنِی عَلٰی مُوْسیٰ۔ (الطحاوی شرح معانی الآثار جلد 4 ص 315) مجھے موسیٰؑ پر ایسی فضیلت نہ دو جس کے نتیجہ میں فتنہ و فساد پیدا ہو۔ حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی عزت بھی آپ نے قائم کی اور انہیں یہود کے تمام الزامات سے پاک ٹھہرا کر خدا کا پاک نبی اور رسول قرار دیا اور فرمایا کہ میں ابن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔

مقام محمود کی ایک اور شان یہ ہے کہ آپ کو اسوۂ حسنہ بنایا

گیا۔ جبکہ دنیا کے کسی نبی کو تمام انسانوں کیلئے اسوہ حسنہ نہیں بنایا گیا کان خلقه القرآن۔ (مسند احمد جلد 6 ص 91 حدیث: 24645) اور آپؐ کے سوانح محفوظ ہیں۔ کسی نبی کی زندگی کے سوانح مکمل محفوظ نہیں ہیں سوائے آنحضرتؐ کے بلکہ نبی کریمؐ کے ایک دن کے واقعات کے برابر بھی دوسرے نبیوں کے عمر بھر کے واقعات محفوظ نہیں۔ اس لئے ان پر اعتراض بھی کیا کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے مکمل سوانح اسوہ حسنہ کی صورت میں موجود۔ جن پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔

سوانح میں اہم واقعہ پہلی وحی

پہلی وحی کے حوالہ سے اعتراضات حالیہ توہین آمیز فلم میں کئے گئے ہیں جو کہ خلاف واقعہ الزامات ہیں:

☆ ما انا بقارئ۔ میں نہیں پڑھوں گا۔ یہ انکار اس لئے نہیں تھا کہ آپ کو علم نہ تھا کہ رحمانی وحی ہے۔ گویا شیطانی ورشہ سے ڈرتے تھے؟

کمال علم کے باعث یہ الفاظ انکسار کے طور پر تھے کہ آپ ڈرتے تھے کہ عہدہ نبوت کی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے ادا کرسکوں یا نہیں۔ یہی ہر حال ہر نبی کا ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ کو فرعون کی طرف جانے کا علم ہوا تو عرض کیا کہ میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ وجاہت رکھتا ہے۔ اسے میرے ساتھ بھجوا دیجئے۔ رسول کریمؐ نے ازراہ ادب کسی اور کو مقرر کرنے کی درخواست کی بجائے یہ عرض کیا کہ میں تو پڑھے لکھے آدمیوں میں سے نہیں ہوں میں نے کیا کام کرنا ہے۔ پھر جب فرشتہ نے بھی ظاہر کردیا کہ اس کا مقصد کوئی تحریر پڑھانا نہیں بلکہ وحی الٰہی کے کلمات دہرانا ہے تو آپ نے اس کی تعمیل فرمائی۔ پس آپ کا یہ تردد توقف ذمہ داری کے کامل ادراک کے باعث عجز وانکساری کے طبعی اظہار کیلئے تھا۔

گھبراہٹ۔ زَمِّلُونِی

☆ لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِی۔ پہلی وحی کے بعد رسول اللہ ﷺ کا گھبراہٹ کے عالم میں واپس آکر حضرت خدیجہؓ سے فرمانا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے تو اپنی جان کا اندیشہ ہو گیا تھا۔

اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ وحی پر شک تھا یا وحی دراصل بیماری یا جنون کا حملہ تھا۔ اہل یورپ کے پہلی وحی کے کشفی نظارہ پر اعتراض کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ وہ کشفی نظاروں کے کوچہ سے ہی آشنا نہیں بلکہ خوابیں بھی ان کو کم آتی ہیں۔

صاحب تجربہ لوگ جانتے ہیں کہ کشفی حالت میں ایک ربودگی کی ایسی کیفیت ہوتی ہے جس میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس دنیا سے کھینچ کر کسی اور دنیا میں لے جایا گیا ہے۔ اور اس حالت کے دور ہوجانے اور پر وہ محسوس کرتا ہے کہ غیر معمولی حالت سے وہ حواس میں واپس آ گیا ہے۔ اگر ایسا نہ تو انسان کو معلوم ہی نہ ہوسکے کہ اس نے جو کچھ دیکھا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے یا اس کے نفس کا خیال ہے۔

باقی جہاں تک پہلی وحی پر رسول اللہؐ کے گھبرانے کا تعلق ہے اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اپنے کام کی اہمیت کا احساس تھا۔ ادنیٰ طبقہ کے کسی چھچھورے انسان کو کوئی بڑا کام دیا جائے تو وہ عواقب سے لاپرواہ ہوکر کہہ دیتا ہے کہ میں اسے کرلوں گا۔ مگر رسول کریمؐ کے سپرد جب دنیا کی اصلاح کا کام ہوا تو آپ کو فکر شروع ہوئی کہ اتنا بڑا کام الٰہی منشاء کے مطابق سرانجام دے سکوں گا یا نہیں۔

اور آپ کا یہ گھبرانا کامل عقل کی علامت ہے نہ کہ جنون کی۔ پاگل بھی گھبرایا کرتا ہے اسے کہہ دینا کہ فتح کرلو تو وہ کہتا ہے کہ کیا مشکل ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ کا خوف اور ڈر یہ تھا کہ ایک بڑا بوجھ ڈالا جارہا ہے اور حضرت خدیجہؓ نے آپ کی

یہ فکر سمجھ کر اسی کے موافق جواب دیا تھا کہ آپ کامیاب ہوں گے۔ اللہ آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں۔ یہ اخلاق فاضلہ گواہ ہیں کہ آپ مجنون نہیں۔

ورقہ بن نوفل سے قرآن بنوانے میں مدد؟

حضرت خدیجہؓ کا رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینے کے بعد ورقہ بن نوفل عیسائی عالم کی طرف لے کر جانا مزید تسلی کیلئے تھا نہ کہ دعویٰ نبوت میں کسی امداد یا قرآن بنانے کیلئے۔ اس بات کا ثبوت صحیح بخاری کی روایت میں ورقہ بن نوفل سے ہونے والی گفتگو سے صاف ظاہر ہے۔

(2) رسول اللہ سے پہلی وحی کا واقعہ سن کر ورقہ نے کہا:

هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِی نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰی مُوسٰی ۔ یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ نے اس کلام کے ساتھ موسیٰ پر اتارا تھا۔

(2) لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ ۔ مخالفت ہر نبی کی طرح ہوگی۔ کاش میں زندہ ہوتا جب تیری قوم مجھ کو نکال دے گی۔

او مخر جی هُمْ رسول اللہؐ کے تعجب پر کہا: لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ۔

(3) ورقہ تو ایمان کے لئے تیار تھے۔ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا۔

تاہم اس واقعہ کے بعد جلد ہی ورقہ کی وفات ہوگئی اور فترت وحی ہوگئی۔　　(صحیح بخاری بدء الوحی، حدیث نمبر 3)

فترت وحی

آپؐ پر ایک یہ اعتراض کیا گیا کہ نعوذ باللہ حضورؐ نے پہاڑی کی چوٹی پر جا کر گرانے کا ارادہ کیا تھا اور جبریل امین نے روک دیا تھا کہ آپؐ سچے رسول ہیں۔

اوّل تو صحیح احادیث سے اس واقعہ کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی صحیح بخاری کی کتاب بدء الوحی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مستند روایت میں اس کا ذکر ہے۔ حضرت امام بخاری نے کتاب الرؤیا میں جہاں اس کا ذکر کیا ہے وہاں تو حضرت امام زہری جو تابعی تھے، کی طرف منسوب یہ قول ہے کہ:

''فِيمَا بَلَغَنَا'' کہ منجملہ ان روایتوں کے جو ہمیں پہنچی ہیں اور یہ کہہ کر انہوں نے اسے غیر مستند روایت قرار دے دیا۔ تاہم اگر اسے مان بھی لیا جائے تو روایت کے مطابق یہ واقعہ وحی آنے کی وجہ سے نہیں بلکہ وحی رُک جانے کے بعد پیش آنے کا ذکر ہے۔ اگر شیطانی کلام کے نازل ہونے کا گمان ہوتا تو وحی کے نزول پر خودکشی کا ارادہ ہوتا نہ کہ اس پُرلطف وحی کے رُک جانے پر جو خدائے رحمٰن کی طرف سے تھی بلکہ یہ خیال ہوتا کہ شکر ہے ایک بلا سے بچ گئے۔

باقی جہاں تک مجنون ہونے کے اعتراض کا تعلق ہے تو قرآن شریف نے ابتدائی زمانہ کی سورۃ قلم میں اس کی تردید آپ کے خلق عظیم کے حوالہ سے کردی جو آپ کی سچائی کی دلیل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے کہا میں نے زمین کے مشرق اور مغرب کو پلٹ کر دیکھا تو میں نے محمد ﷺ سے افضل کوئی شخص نہیں پایا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں مگر اس پر مجھے کوئی فخر نہیں اور کوئی بھی نبی آدم اور اس کے سوا ایسا نہیں۔ مگر وہ اس دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔ نیز فرمایا قیامت کے دن میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور شفاعت کرنے والا ہونگا۔ مگر بغیر کسی فخر کے۔

محمد ہی نام اور محمد ہی کام　　علیک الصلوۃ علیک السلام

حضور ﷺ کی صداقت و دیانت سے متاثر ہو کر قوم نے آپؐ کو ''صدوق و امین'' کا خطاب دیا اور کوہ صفا پر آپ کی پوری

قوم نے بالاتفاق شہادت دی کہ ”ہم نے آپؐ کو ہمیشہ سچا پایا ہے“۔بلاشبہ آپؐ مکارم اخلاق اور خلق عظیم کے مالک تھے۔ اسی لئے قرآن کریم میں آپ کو اسوہ قرار دیا گیا ہے۔

اعلیٰ زندگی

آپؐ کے پاکیزہ اخلاق کے بارہ میں حضرت خدیجہؓ،حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شہادت نیز آپ کے دیگر عزیزو اقارب، دوستوں اور دشمنوں تک کی گواہیاں بیان ہو چکی ہیں۔جن کا خلاصہ یہی ہے کہ رسول کریمؐ صداقت و راستبازی اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم تھے۔بچپن سے جوانی تک ساتھ دینے والے آپ کے چچا ابو طالب نے بھی یہی کہا تھا:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامیٰ عصمۃ الارامل

(الخصائص الکبریٰ باب فی سفر النبیؐ جلد اول ص 145)

کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے روشن چہرے کا واسطہ دے کر بارش مانگی جائے تو بادل بھی برس پڑتے ہیں آپ یتیموں کے والی اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے دشمن ابوسفیان نے شہنشاہ روم کے سامنے آپ کے اعلیٰ اخلاق اور صدق و امانت کی گواہی دی تو آپ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے شاہ حبشہ کے سامنے کہا تھا کہ:

”خدا نے ہمارے درمیان ایسا شخص کھڑا کیا ہے جس کی سچائی، دیانت اور اخلاص ہم آزما چکے ہیں“۔

دنیا کی ہر زبان میں مختلف اقوام کے مشاہیر نے آپؐ کی سوانح عمریاں لکھیں اور آپ کے حالات زندگی پر بحث کی اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے اور رہے گا۔ان غیر جانبدار اشخاص کی بے لوث تحریروں سے بھی آپ کی عظمت شان اور اخلاق فاضلہ کا ثبوت ملتا ہے اور آپؐ کی شان مقام محمود سورج کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔

جس کو سب سرکارِ دو عالم ﷺ کہیں

(مکرم چوہدری محمد علی صاحب مضطرؔ)

آؤ حسنِ یار کی باتیں کریں
یار کی ، دلدار کی باتیں کریں

اک مجسّم خُلق کے قصے کہیں
احمدؐ مختار کی باتیں کریں

جس کو سب سرکارِ دو عالمؐ کہیں
ہم اسی سرکار کی باتیں کریں

اک گلِ خوبی کا چھیڑیں تذکرہ
حسنِ خوشبودار کی باتیں کریں

غم غلط ہو جائیں سب کونین کے
جب بھی اس غمخوار کی باتیں کریں

جس کی ستاری پہ دل قربان ہے
ہم اسی ستار کی باتیں کریں

حسن سے حسنِ طلب کی داد لیں
عشق کی ، تکرار کی باتیں کریں

پھر بہار آئی ہے اک مدّت کے بعد
پھر گل و گلزار کی باتیں کریں

(اشکوں کے چراغ صفحہ 3)

تعددِ ازدواج

نبی اکرم ﷺ پر مستشرقین کے بے بنیاد اعتراض کا ردّ

(مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''......خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر رکھتی ہے۔پس اگر (دین حق) میں تعددِ نکاح کا مسئلہ نہ ہوتا تو ایسی صورتیں جو مردوں کے لئے نکاح ثانی کیلئے پیش آجاتی ہیں اس شریعت میں ان کا کوئی علاج نہ ہوتا۔مثلاً اگر عورت دیوانہ ہو جائے یا مجذوم ہو جائے یا ہمیشہ کیلئے کسی ایسی بیماری میں گرفتار ہو جائے جو بیکار کر دیتی ہے یا اور کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ عورت قابلِ رحم ہو مگر بیکار ہو جاوے۔اور مرد بھی قابلِ رحم کہ وہ تجرد پر صبر نہ کر سکے۔تو ایسی صورت میں مرد کے قویٰ پر یہ ظلم ہے کہ اس کو نکاحِ ثانی کی اجازت نہ دی جاوے۔درحقیقت خدا کی شریعت نے انہیں امور پر نظر کر کے مردوں کیلئے یہ راہ کھلی رکھی ہے۔اور مجبوریوں کے وقت عورتوں کیلئے بھی راہ کھلی ہے کہ اگر مرد بیکار ہو جاوے تو حاکم کے ذریعہ سے خلع کرالیں جو طلاق کے قائم مقام ہے۔''　(روحانی خزائن جلد19 ص80)

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اس جگہ مخالفوں کی طرف سے یہ اعتراض ہوا کرتا ہے کہ تعددِ ازدواج میں یہ ظلم ہے کہ اعتدال نہیں رہتا۔اعتدال اسی میں ہے کہ ایک مرد کے لئے ایک ہی بیوی ہو مگر مجھے تعجب ہے کہ وہ دوسروں کے حالات میں کیوں خواہ نخواہ مداخلت کرتے ہیں جب کہ یہ مسئلہ (دین حق) میں شائع متعارف ہے کہ چار تک بیویاں کرنا جائز ہے مگر جبر کسی پر نہیں اور ہر ایک مرد اور عورت کو اس مسئلہ کی بخوبی خبر ہے تو یہ ان عورتوں کا حق ہے کہ جب کسی (مومن) سے نکاح کرنا چاہیں تو اول شرط کرالیں کہ ان کا خاوند کسی حالت میں دوسری بیوی نہیں کرے گا اور اگر نکاح سے پہلے ایسی شرط لکھی جائے تو بیشک ایسی بیوی کا خاوند اگر دوسری بیوی کرے تو جرم نقضِ عہد کا مرتکب ہوگا۔لیکن اگر کوئی عورت ایسی شرط نہ لکھاوے اور حکم شرع پر راضی ہووے تو اس حالت میں دوسرے کا دخل دینا بے جا ہوگا اور اس جگہ یہ مثل صادق آئے گی کہ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد23 ص246)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشادات سے تعدد ازدواج کی اجازت کی حکمت واضح ہے۔لیکن یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ مغربی مصنفین نے اس پہلو کو نمایاں طور پر اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے اور خاص طور پر آنحضرتؐ کی مقدس ذات پر حملے کیے ہیں۔اور یہ سلسلہ اب تک اسی طرح جاری ہے۔اس مضمون میں ان اعتراضات کا جائزہ لینے کے علاوہ اس موضوع پر آنحضرت ﷺ کے چند ارشادات بھی پیش کریں گے۔اور یہ تجزیہ بھی پیش کریں گے کہ دیگر مذاہب

میں اس بارے میں کیا تعلیمات بیان ہوئی ہیں۔سب سے پہلے مشہور مستشرق ولیم میور صاحب کی مثال پیش کرتے ہیں۔ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب میں تعدد ازدواج کا ذکر کرکے حضور ﷺ کی زندگی کے آخری سالوں کے حوالے سے دشنام طرازی کرکے اپنے اعتراضات پیش کیے ہیں۔

(The life of Mohammad: from original sources by Sir William Muir p 515)

لیکن اس کے ساتھ ہی ولیم میور صاحب نے ایک اور انوکھا نکتہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد جب آنحضرتؐ کا نکاح حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے ہوا تو اس مرحلہ پر انہوں نے اپنی کتاب میں جو باب لکھا ہے اس کا عنوان ہے: Polygamy creates divergence from Christianity۔

اور اس باب میں یہ دعویٰ کرتے ہیں:

By uniting himself to a second wife Mohammad made a serious movement away from Christianity, by the tenets and practice of which he must have known that polygamy was forbidden.

(The life of Mohammad: from original sources (by Sir William Muir p178

یعنی دوسری شادی کرنے سے (حضرت) محمد (مصطفیؐ) نے عیسائیت کے راستے سے اپنے آپ کو بالکل علیحدہ کرلیا۔ جبکہ انہیں معلوم ہوگا کہ عیسائیت میں تعددِ ازدواج کی ممانعت ہے۔یہ بالکل ایک لغو نظریہ ہے۔تعددِ ازدواج سے عیسائیت کی تعلیمات سے ایسا کوئی خاص تعلق یا تصادم نہیں ہے۔عیسائیت کی بنیاد تو اس بات پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔اور مکی دور کی ابتدائی آیات میں اس نظریہ کی مکمل تردید پائی جاتی ہے۔سورۃ مریم مکی دور میں آنحضرتؐ کے دعویٔ نبوت کے تقریباً چار یا پانچ سال بعد نازل ہوئی تھی اور حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح اس سے بعد کا ہے۔اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ کوئی بیٹا بنالے''

(سورۃ مریم آیت 36)

اس سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ ابتدائی مکی آیات میں ہی عیسائیت کے بنیادی عقیدہ کی تردید پائی جاتی ہے۔یہاں ایک اور پہلو قابل غور ہے۔کہ ولیم میور صرف ایک سرکاری عہدیدار اور مصنف ہی نہیں تھے، بلکہ اس وقت ہندوستان میں عیسائیت کے پرچار میں بہت نمایاں حصہ لے رہے تھے۔بائبل عیسائیوں اور یہودیوں کیلئے سب سے زیادہ مقدس اور واجب الاطاعت مذہبی کتاب ہے۔

بائبل اور تعدد ازدواج

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بائبل میں تعددِ ازدواج کے بارے میں کیا تعلیم پائی جاتی ہے۔بائبل کی رو سے نہ صرف ایک سے زیادہ بیویوں سے شادی کرنا جائز ہے بلکہ ان کے درمیان مکمل انصاف رکھنا بھی ضروری نہیں ہے۔جیسا کہ بائبل کے اس حوالے سے ظاہر ہے۔

'' اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور ایک محبوبہ اور دوسری غیر محبوبہ ہو اور محبوبہ اور غیر محبوبہ دونوں سے لڑکے ہوں اور پہلوٹھا بیٹا غیر محبوبہ سے ہو۔تو جب وہ اپنے بیٹوں کو اپنے مال کا وارث کرے تو وہ محبوبہ کے بیٹے کو غیر محبوبہ کے بیٹے پر جو فی الحقیقت پہلوٹھا ہے فوقیت دے کر پہلوٹھا نہ ٹھہرائے۔''

(استثناء باب 21۔15 تا 17)

استثناء کی اس آیت سے واضح ہے کہ بائبل کی رو سے تعددِ

ازدواج جائز ہے اور اس کی کوئی حد بھی بیان نہیں کی گئی۔قرآن کریم کی جس آیت میں تعددِ ازدواج کی اجازت دی گئی ہے اسی میں عدل کی تاکید بھی ہے اور اس سے قاصر رہنے کی صورت میں ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کی ہدایت ہے۔لیکن بائبل میں جہاں تعددِ ازدواج کا ذکر ہے وہاں عدل نہ کرنے کی کوئی مذمت نہیں کی گئی۔اسی طرح خروج باب 21 میں یہ بیان کرنے کے بعد کہ اگر کوئی اپنی ہی بیٹی کو لونڈی ہونے کے لیے بیچ دے اور جس نے اسے خریدا ہے وہ اس لڑکی کی نسبت اپنے بیٹے سے کردے لکھا ہے۔

"......اگر وہ دوسری عورت کر لے تو بھی وہ اسکے کھانے کپڑے اور شادی کے فرض میں قاصر نہ ہو۔"

(خروج باب 21۔آیت 9تا11)

ان احکامات کی رو سے نہ صرف ایک زیادہ شادیاں کرنا جائز ہے بلکہ خود اپنی اولاد کو لونڈی کے طور پر بیچ دینا بھی جائز ہے۔اسی طرح استثناء میں یہ حکم درج ہے:

"اگر کئی بھائی ملکر ساتھ رہتے ہوں اور ایک ان میں سے بے اولاد مر جائے تو اس مرحوم کی بیوی کسی اجنبی سے بیاہ نہ کرے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اسکے پاس جا کر اسے اپنی بیوی بنا لے۔"(استثناء باب 25 آیت 5)

یہاں پر یہ ممانعت درج نہیں کہ اگر اس بھائی کی پہلے سے بیوی موجود ہو تو وہ ایسا نہ کرے۔اس حکم کی رو سے نہ صرف تعدد ازدواج جائز ہے بلکہ بیوہ کا یہ اختیار بھی سلب کیا گیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے شادی کر سکے۔

انبیاء اور تعددِ ازدواج

اس بحث کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ سر ولیم میور نے اور ان کے ہمنوا مستشرقین نے آنحضرتﷺ کی ایک سے زیادہ شادیوں پر اعتراضات تو کیے ہیں لیکن یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آخر بائبل میں جن مقدس ہستیوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، تعددِ ازدواج کے بارے میں ان کا عمل کیا تھا۔سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بائبل میں کیا بیان ہوا ہے؟ یہ بیان کرنے کے بعد کہ جب حضرت ابراہیم کو کنعان میں رہتے ہوئے دس برس ہو گئے تھے تب تک صرف حضرت سارہ ہی ان کی بیوی تھیں بائبل میں بیان کیا گیا ہے۔

"اور ابرہام کو ملک کنعان میں رہتے ہوئے دس برس ہو گئے تھے جب اس کی بیوی ساری نے اپنی مصری لونڈی اسے دی کہ اس کی بیوی بنے۔" (پیدائش باب 16 آیت 3)

پھر پیدائش باب 25 میں لکھا ہے:

"اور ابرہام نے پھر ایک اور بیوی کی جسکا نام قطورہ تھا۔"

(پیدائش باب 25 آیت 1)

پھر لکھا ہے:

"اور ابرہام نے اپنا سب کچھ اضحاق کو دیا۔اور اپنی حرموں کے بیٹوں کو ابرہام نے بہت کچھ انعام دیکر اپنے جیتے جی ان کو اپنے بیٹے اضحاق سے مشرق کی طرف یعنی مشرق کے ملک بھیج دیا۔" (پیدائش باب 25 آیت 6)

ان حوالوں سے یہ بات ظاہر ہے کہ بائبل کی رو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔

حضرت یعقوب کے بارے میں بھی بائبل بیان کرتی ہے کہ ان کی ایک وقت میں چار بیویاں تھیں۔(پیدائش باب 29، 30)اسی طرح بائبل کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی دو بیویاں تھیں۔(خروج باب 2، گنتی باب 12)اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں بائبل میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ ان کی کئی بیویاں تھیں۔(2سموئیل باب 5 آیت 13، 1تواریخ باب 14 آیت 2تا6)۔گو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہودی نبی نہیں تسلیم نہیں کرتے،

ان کے بارے میں بھی بائیبل میں بیان ہوا کہ ان کی سات سو بیویاں تھیں۔(1 سلاطین باب 11)بائیبل میں یہ بیان کیا گیا ہے،حقیقت کیا تھی؟ یہ خدا بہتر جانتا ہے۔ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ خود بائیبل کے مطابق خدا تعالیٰ کہ بہت سے برگزیدہ نبیوں کی ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔اس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف سے تعدد ازدواج پر اعتراض لایعنی سی بات ہو کر رہ جاتی ہے اور عیسائی معترضین کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام،حضرت ابراہیم علیہ السلام،حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور ان سب انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بائیبل بیان کرتی ہے کہ ان کی ایک سے زاید بیویاں تھیں۔

لیکن اکثر عیسائی اور مغربی مصنفین یہ حقائق فراموش کر کے عجلت میں اسلام پر اور آنحضرتؐ پر اعتراض کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔مارٹن فارورڈ(Martin Forward) برطانوی مصنف ہیں۔وہ Methodist Church سے وابستہ ہیں۔کیمبرج سمیت کئی یونیورسٹیوں میں اسلام کے متعلق مضامین پڑھاتے رہے ہیں۔وہ اپنی کتاب Muhammad A Short Biography میں لکھتے ہیں۔

A more important matter is the permission Islam gives to men to practice Polygamy. This certainly seems to illustrate the exploitation of women by men. Undoubtedly polygamy (more properly polygyny, the marriage of one man to more than one woman(is permitted by the Quran.

(Muhammad a short biography, by Martin Forward, (published by Oneworld Oxford, 1998, p 82

یعنی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اسلام میں تعددِ ازدواج کی اجازت ہے۔یہ یقینی طور پر مردوں کی طرف سے عورتوں کے استحصال کو ظاہر کرتا ہے۔قرآن یقیناً تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تعدد ازدواج عورتوں کا استحصال ہے تو اس کا الزام بائیبل پر بھی آئے گا اور اگر یہ مفروضہ تسلیم کرلیا جائے تو اس کا الزام ان تمام مقدس انبیاء پر بھی آئے گا جن کو متعلق حوالے ہم پہلے ہی درج کر چکے ہیں اور یہ انبیاء مسلمانوں،یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک مشترکہ طور پر مقدس ہیں۔یہ امر قابل ذکر ہے کہ توریت کی رو سے تعددِ ازدواج کی جواجازت تھی،خود اناجیل کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس اجازت کو کبھی منسوخ نہیں قرار دیا۔جیسا کہ متی کی انجیل کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں''

(متی باب 5 آیت 17)

پھر فرمایا:

پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔(متی باب 5)

اسلام سے قبل کے حالات

بہر حال مستشرقین نے یہ نظریات پیش کیے ہیں کہ اسلام سے قبل عرب میں ایسی کوئی خاص تعددِ ازدواج موجود نہیں تھی اور اگر تھی بھی تو مدینہ میں اسلام سے پہلے تعددِ ازدواج کا رواج نہیں تھا۔اور اسلام نے تعددِ ازدواج پر کوئی حد نہیں لگائی بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

"اگر تم ڈرو کہ تم یتامیٰ کے بارے میں انصاف نہیں کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرو۔ دو دو اور تین تین اور چار چار۔ لیکن اگر تمہیں خوف ہو کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے تو پھر صرف ایک (کافی ہے)......

(سورۃ النساء آیت 4)

مشہور مستشرق منٹگمری واٹ نے اسلام کے موضوع پر بہت سی کتب لکھیں اور یونیورسٹی آف ایڈنبرا میں پروفیسر بھی رہے۔ اپنی کتاب Muhammad at Medina میں اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

The interesting point is that the verse is not placing limit on a previous practice of unlimited polygyny. It is not saying to men who had had You shall not marry more than six or ten wives four. On the contrary it is encouraging men who to (had had only one wife (or perhaps two marry upto four. It is not the restriction of an old practice but the introduction of something new.

(Muhammad At Medina, by W. Montommery Watt, published by Oxford University Press, (Karachi, 2000 p274

ترجمہ: دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ آیت غیر محدود شادیوں کے سابقہ رواج پر کوئی حد نہیں مقرر کر رہی۔ یہ ان مردوں کو جن کی چھ یا دس بیویاں تھیں یہ نہیں کہہ رہی کہ تم چار سے زیادہ بیویاں نہیں رکھو گے۔ یہ ان مردوں کو جن کی ایک یا دو بیویاں تھیں یہ تحریک کر رہی ہے کہ تم چار تک شادیاں کرو۔ یہ پرانے رواج پر کوئی حد نہیں لگائی جا رہی بلکہ ایک نئے رواج کو متعارف کرایا جا رہا ہے۔ پھر وہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

" There seem therefore to be good grounds for holding that in pre-Islamic Arabia, and especially in Medina, it was unusual for a man to have more than one wife living with him in one house.

(Muhammad At Medina, by W. Montommery Watt, published by Oxford University Press, (Karachi, 2000 p276

یعنی اس بات کے کافی ثبوت موجود ہیں کہ اسلام سے قبل خاص طور پر مدینہ میں ایک مرد کے لئے یہ غیر معمولی بات تھی کہ اس ایک سے زاید بیویاں ہوں جو کہ اس کے ساتھ ایک گھر میں رہ رہی ہوں۔

منٹگمری واٹ صاحب نے گول مول طرز پر یہ دعاوی تو پیش کر دیئے ہیں لیکن کوئی ٹھوس ثبوت درج کرنے سے گریز کیا ہے۔ آخر وہ کون سے تاریخی شواہد ہیں جن کی بناء پر انہوں نے یہ دعاوی پیش کیے۔

سب سے پہلے ہم اس عجیب وغریب دعوے کا جائزہ لیتے ہیں کہ (دین) نے چار سے زیادہ شادیوں پر پابندی نہیں لگائی اور نہ عرب میں اسلام سے پہلے ایک زیادہ شادی کرنے کا کوئی خاص رواج موجود تھا۔ اس سلسلہ میں ہم حدیث کی معتبر کتابوں اور ابتدائی تفاسیر کے حوالے پیش کریں گے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی جب اسلام لائے تو ان کی ایام کفر میں دس بیویاں تھیں۔ وہ ان کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ نبی اکرمؐ نے ان کو حکم دیا کہ ان میں سے چار کو چن لیں۔

(جامع ترمذی۔ باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ۔ کتاب النکاح)

حضرت حارث بن قیسؓ سے روایت ہے کہ میں اسلام لایا اور میری آٹھ بیویاں تھیں تو میں نے رسول اللہؐ سے عرض۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم ان میں سے چار عورتوں کو منتخب کرلو اور باقی چھوڑ دو۔

(سنن ابو داؤد کتاب الطلاق، باب فی من اسلم وعندہ اکثر من اربع)

تفسیر ابن عباس میں سورۃ النساء کے مذکورہ حکم کے بارے میں لکھا ہے:

"اور لوگ اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے تک جتنی مرضی ہوتی شادیاں کر لیتے، حتیٰ کہ نو اور دس تک بھی یہ تعداد پہنچ جاتی تھی چنانچہ قیس بن حارث کے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمادی اور چار سے زیادہ شادیاں کرنے کو قطعی حرام کر دیا۔"

(تفسیر ابن عباس، اردو ترجمہ، جلد اول ناشر مکی دارالکتب لاہور ص 244)

امام رازی التفسیر الکبیر میں یہ روایت درج کرتے ہیں کہ غیلان مسلمان ہوئے اور ان کی دس بیویاں تھیں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ان میں سے چار کو روکو اور باقیوں سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اور نوفل بن معاویہ مسلمان ہوئے اور ان کی پانچ بیویاں تھیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ چار کو رکھو اور ایک سے علیحدہ ہو جاؤ۔

(التفسیر الکبیر الرازی۔ المجلد ثالث، ناشر مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

اور تفسیر ابن کثیر میں بھی مندرجہ بالا روایات درج کی گئی ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ از مولانا محمد جونا گڑھی ناشرہ اسلامیہ جلد ص 624، 625)

اسی طرح جامع البیان میں درج ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مرد دس عورتوں تک شادی کر لیتا تھا لیکن اسلام میں چار کی حد مقرر کی گئی۔

(جامع البیان، مصنفہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، الجزء الثالث ص 234)

اور تفسیر درِ منثور میں حضرت ضحاکؓ کی روایت درج ہے:

کہ دورِ جاہلیت میں لوگ یتیم کے مال سے کوئی چیز نہ لیتے تاہم وہ دس دس عورتوں سے شادی کر لیتے اور اپنے آباء کی عورتوں سے بھی شادی کر لیتے۔

(تفسیر درِ منثور از امام سیوطیؒ اردو ترجمہ، ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز جلد دوم ص 325)

مندرجہ بالا واضح روایات سے منٹگمری واٹ صاحب کا یہ دعویٰ بالکل غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ (دین) سے قبل تعددِ ازدواج کا کوئی خاص رواج موجود نہیں تھا اور نہ (دین) نے تعددِ ازدواج کی کوئی حد مقرر کی۔ (دین) سے قبل دس دس شادیاں کرنا کوئی حیران کن بات نہیں تھی اور (دین) کے بعد ان کو چار سے زاید شادیاں کرنے سے روکا گیا۔ یہ بات حیران کن ہے کہ یہ مستشرقین ایک کے بعد دوسرا عجیب و غریب دعویٰ پیش کرتے جاتے ہیں اور کوئی تاریخی ثبوت درج کرنے کا تکلف بھی نہیں کرتے۔ شاید اس دعوے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہو کہ بائبل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو شادیوں کا ذکر تو کیا گیا ہے لیکن اس بات کا ذکر نہیں کہ زیادہ سے زیادہ شادیوں کی حد کیا ہے؟ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بائبل میں ایک وقت میں زیادہ بیویاں رکھنے پر کوئی حد نہیں لگائی گئی تھی۔ یہاں تک کہ سات سو تک بیویاں رکھنے کا تاریخی ثبوت تو موجود ہے۔ اس معاملہ میں پہلی مرتبہ حد تو قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آنحضرتؐ نے مقرر فرمائی تھی۔ اور ان کے درمیان عدل کرنے کی پابندی کا حکم دیا تھا۔ اس سے زیادہ عجیب یہ مبہم سا دعویٰ ہے کہ اصل میں مدینہ میں تعددِ ازدواج کا رواج موجود نہیں تھا۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ مدینہ آئے تو رسول اللہؐ نے سعد بن ربیع انصاریؓ کو آپ کا بھائی بنایا۔ حضرت سعد بن ربیع کی دو بیویاں تھیں آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اپنے نصف مال اور نصف اہل کی پیشکش کی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ اللہ تمہارے مال اور اہل میں برکت دے مجھے بازار کا راستہ بتادو۔

(بخاری کتاب النکاح، باب قول الرجل لاخیہ: انظر ای زوجتی شئت حتی انزل لک عنہا)

اس روایت سے ثابت ہو جاتا ہے کہ مدینہ میں بھی زیادہ شادیاں کرنے کا رواج موجود تھا۔ اور اس طرح منٹگمری

واٹ صاحب کا یہ مفروضہ بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی آمد سے قبل مدینہ میں تعددِ ازدواج موجود نہیں تھی۔

عورتوں اور بچوں کے حقوق کی تلفی

شادی بیاہ، ازدواجی زندگی کے اصولوں اور حتیٰ کہ طلاق کے قواعد اور طلاق کی صورت میں بیویوں کے حقوق کے بارے میں دینی تعلیمات اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات کچھ قواعد اور کچھ ہدایات پیش کرتے ہیں۔ تعددِ ازدواج کا مسئلہ ہو یا دیگر پہلو سب سے زیادہ مغربی دنیا کی طرف سے دینی تعلیمات پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ اور یہ الزامات بڑی شدومد سے لگائے گئے ہیں۔ اس مرحلہ پر یہ جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ جس دنیا کی طرف سے آنحضرتؐ پر اور آپ کی بیان فرمودہ تعلیمات پر مسلسل اعتراضات کیے گئے اس دنیا میں ازدواجی زندگیوں کی کیا کیفیت ہے؟ ازدواجی زندگی کے جو تصورات مغربی دنیا پیش کر رہی تھی اس کے کیا نتائج نکل رہے ہیں؟

جب ایک بچے کی پیدائش ہوتی ہے تو ماں اور باپ مالی طور پر، اخلاقی طور پر، کام کے لحاظ سے اور اس بچے کی پرورش اور تعلیم کے لحاظ سے مشترکہ طور پر اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں؟ اگر کسی وجہ سے بھی دونوں میں سے ایک موجود نہ ہو تو دوسرے فریق پر زیادہ بوجھ بھی پڑتا ہے اور بہر حال پیدا ہونے والا بچہ بھی متاثر ہوتا ہے۔ ہم صرف 2007 کے دوران مختلف مغربی ممالک کا ایک خاص پہلو سے جائزہ پیش کریں گے۔ اس سال کے دوران میں امریکہ میں جتنے بچے پیدا ہوئے ان میں سے 40فیصد کے ماں باپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ایسے بچوں کی تقریباً تمام ذمہ داری ان کی ماؤں پر پڑی۔ اگر ان کے باپ کسی حد تک ان کی ذمہ داری اُٹھا بھی رہے تھے تو بھی وہ قانونی اور عملی طور پر ان کی پوری طرح ذمہ داری اُٹھانے سے قاصر تھے کیونکہ ماں اور باپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اور ایسی صورت میں ماں کی نگہداشت کی مکمل قانونی ذمہ داری بھی باپوں کے کندھوں پر نہیں تھی۔ اسی سال یو کے میں پیدا ہونے والے بچوں میں سے 44فیصد، ڈنمارک میں پیدا ہونے والے بچوں میں سے 46 فیصد اور فرانس میں پیدا ہونے والے بچوں میں سے 50 فیصد کے ماں باپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ناروے اور سویڈن میں یہ شرح بالترتیب 54فیصد اور 55فیصد تھی۔ اور آئس لینڈ میں 2007ء میں جو بچے پیدا ہوئے ان میں سے 66فیصد کے ماں اور باپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اگر مذہبی اور اخلاقی پہلو کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو بھی یہ صورت حال صاف ظاہر کر رہی ہے کہ مغربی دنیا میں تقریباً پچاس فیصد ماؤں کے حقوق عملی طور پر بری طرح متاثر ہو رہے ہیں اور مرد اپنے فرائض ادا کرنے کی بجائے تمام بوجھ عورتوں کے کندھوں پر منتقل کر رہے ہیں۔ تعددِ ازدواج میں تو یہ ہوتا ہے کہ مرد ایک سے زیادہ بیویوں کے تمام حقوق ادا کرنے کا قانونی طور پر پابند ہوتا ہے اور جن ممالک میں تعددِ ازدواج کی قانونی اجازت بھی ہے وہاں یہ شرح ایک فیصد تک بھی نہیں پہنچتی۔ مغربی ممالک میں جن حلقوں کی طرف سے تقریباً ایک صدی سے گلے پھاڑ پھاڑ کر تعددِ ازدواج کے خلاف تقریریں کی جا رہی ہیں، اگر وہ اس کی بجائے معاشرے کی بنیادی اکائی کے تحفظ کے لیے کچھ کوشش کر لیتے تو یہ خوفناک صورت حال نہ ہوتی۔ اور عورتوں اور بچوں کے حقوق کی حفاظت بھی بہتر طریق پر ہو سکتی۔

(Unmarried Births Rise in U.S, Europe Iceland Tops List of 14 Countries in Births to Unmarried Women; U.S. Ranks 7th BYBy

Miranda Hitti WebMD Health News. Webmed.
(یہ اعداد و شمار انٹرنیٹ پر ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں)

یہ تو ان بچوں کا قصہ ہے جو بن بیاہے ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اگر صرف امریکہ کا جائزہ لیا جائے تو جن عورتوں کی شادی ہوتی ہے تو شادی کے بیس سال کے اندران میں سے پچاس فیصد کی طلاق ہو چکی تھی۔ اس صورتِ حال سے بچوں کی نفسیات اور حقوق پر منفی اثر پڑتا ہے۔(ملاحظہ کیجیے......

First Marriages in the United States: Data From the 20062010 National Survey of Family Growth
by Casey E. Copen, Ph.D.; Kimberly Daniels, Ph.D.; Jonathan Vespa, Ph.D.; and William D. Mosher, Ph.D., Division of Vital Statistics
National Health Statistics Report,
Number 49 n March 22, 2012)

ان حقائق کو بیان کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ مشرق میں عورتوں اور بچوں کے تمام حقوق ادا ہو رہے ہیں اور نہ ہی یہ تاثر لیا جاہئے کہ مغربی دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ غلط ہے۔ لیکن یہ اعداد و شمار ایسے نہیں جنہیں نظر انداز کیا جا سکے۔ گذشتہ چند دہائیوں کا اگر مجموعی جائزہ لیا جائے تو اس مغربی دنیا میں صورتِ حال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ مغربی دنیا کے بہت سے حلقوں میں یہ خوبی ہے کہ دنیا میں کہیں بھی انسانی حقوق پامال ہوں، وہ اس پر آواز اُٹھاتے ہیں۔ یہ امید کی جا سکتی ہے کہ اب یہ حلقے اس بات پر بھی آواز اُٹھائیں گے کہ ان کے معاشرے میں عورتوں اور بچوں کے حقوق اس طرز پر کیوں پامال کئے جا رہے ہیں؟ اور یہ بھی جائزہ لیں گے کہ اس حوالے سے یہ ناگفتہ بہ صورتِ حال کیوں پیدا ہوئی۔ اور اب اس کو کس طرح بہتر بنایا جا سکتا ہے؟

عورت کو بلند مقام عطا کرنے والا نبی ﷺ

سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

’’فرعون کی بیوی کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے جس نے فرعون جیسے دشمن کے پاس رہتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت بھی کی اور مدد بھی کی۔ اسی طرح قرآن کریم میں حضرت مریمؑ کا ذکر آتا ہے وہ بھی ایک عورت ہی تھیں جنہوں نے اپنے بچے کی ایسی پرورش کی کہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا انسان ثابت ہوا۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کی بیوی حضرت خدیجہؓ نے دعویٰ نبوت کے وقت جو نمونہ دکھایا اور جس عقل اور شعور سے کام لیا وہ اسلامی تاریخ کا ایک بے بہا جوہر ہے جسے ہر قسم کے دشمن کے سامنے پیش کر کے ہم فخر کر سکتے ہیں۔ ہم تو خیر دور زمانہ کے ہیں اور واقعات سے ہم جتنا اندازہ لگا سکتے ہیں وہ اتنا گہرا نہیں ہو سکتا۔ جتنا رسول کریم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی صحبت میں اندازہ لگایا...... رسول کریم ﷺ کو بے دین کہنے والے لوگ موجود ہیں۔ رسول کریم ﷺ کو جھوٹا اور جھوٹا مذہب بنانے والا کہنے والے لوگ موجود ہیں اور عیسائیوں کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں لیکن شدید سے شدید دشمن بھی یہ اقرار کرنے پر مجبور ہے کہ وہ نہایت ہی ذہین آدمی تھا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ محمد ﷺ سمجھدار نہیں تھے۔ وہ ان کے دین پر حملہ کرتا ہے، وہ ان کی خیانت پر حملہ کرتا ہے مگر ان کی عقل پر حملہ کرنے والا کوئی نہیں۔ ایسے عقل مند انسان نے جو رائے حضرت خدیجہؓ کے متعلق قائم کی اور جو گہرا اثر ان کے دماغ پر حضرت خدیجہؓ کا پڑا ہے اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ہم جو دور سے اندازہ لگا رہے ہیں۔ ہمارے اندازے کتنے چھوٹے ہوں گے اور خدیجہؓ کتنی ان سے بالا ہوں گی۔‘‘

(اسلام نے عورت کو جو بلند مقام بخشا ہے، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 131)

عصمت رسول ﷺ اور جماعت احمدیہ کی عظیم الشان کاوشیں

حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے سلسلہ کے ارشادات کی روشنی میں

(مکرم حنیف احمد محمود صاحب قائد اشاعت)

آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ایک زمانہ آئے گا کہ دین کا نام رہ جائے گا۔قرآن کے الفاظ رہ جائیں گے اور عمل نہ ہوگا۔ مساجد آبادہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق سے بدترین مخلوق ہوگی۔ فتنے انہی سے اٹھیں گے اور ان ہی کی طرف لوٹیں گے۔(مشکوٰۃ کتاب العلم)

ان پیشگوئی کو دوسری احادیث اور علمائے سلف کے اقوال کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آخری زمانہ میں دین اپنوں کے ہاتھوں اس قدر کمزور ہوجائے گا کہ غیر موقعہ غنیمت جان کر اس پر حملہ آور ہوں گے۔اس کے پاک نبی حضرت محمدؐ کی ناموس وعزت اور عصمت پر حملے ہوں گے اور ان حملوں کے دفاع کیلئے اللہ تعالیٰ ایک عاشق رسول پیدا کرے گا جو ان دشمنان دین سے نبرد آزما ہوگا اور ان کے مقابلے پر سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو جائے گا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

’’جس زمانہ کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے ہمیں بتایا تھا کہ (دین حق) کی حق وصداقت کی شیطانی قوتوں سے آخری جنگ ہوگی اور آپ تاریخ انسانی پر نظر ڈالیں۔مذہب پر محمد ﷺ سے قبل اور مذہب (۔) پر نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد اتنے حملے اس کثرت کے ساتھ اس شدت کے ساتھ اس قسم کے دجل کے ساتھ اور ظاہر میں ملمع چڑھا کر اس قسم کے مؤثر بنا کر اعتراضات نہیں ہوئے جتنے آج ہو رہے ہیں...... (دین حق) پر حملے بتا رہے ہیں کہ مسیح ومہدی کی ضرورت ہے۔(دین حق) پر اتنا شدید حملہ ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تین ہزار نئے اعتراضات عیسائیوں کی طرف سے (دین حق) پر کئے جانے والے جمع کئے ہیں پھر آپ نے کہیں اعتراض کا ذکر کرکے اور کہیں ذکر کئے بغیر (دین حق) کی تعلیم اس طرح پیش کی کہ وہ اعتراض دور کرتی چلی گئی۔‘‘ (خطبات ناصر جلد 5 صفحہ 307-308)

حضرت اقدس علیہ السلام کے دل میں عنفوان شباب سے ہی محبوب حقیقی کی محبت کا جذبہ موجزن تھا۔آپؑ کے دل و دماغ آنخضرتؐ کے نشہ عشق سے ایسے مخمور ہوئے کہ آپؑ، دین مصطفیٰ ﷺ کی بے بسی اور غیر مذاہب کی ناقابل برداشت چیرہ دستیوں سے دلفگار رہنے لگا۔تب آپؑ نے معاندین دین کے ان اعتراضات کو جمع کرنے کی مہم شروع کر دی جو سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر چاروں طرف سے کئے جا رہے تھے اور جنہیں سن سن کر آپؑ کا دل کباب، سینہ چھلنی اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا:

’’میں سولہ سترہ برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا ہوں اور ان کے اعتراضوں پر غور کرتا رہا ہوں میں نے اپنی جگہ ان اعتراضوں کو جمع کیا ہے جو عیسائی آنحضرت ﷺ پر کرتے ہیں ان کی تعداد تین ہزار کے قریب پہنچی ہوئی ہے۔‘‘

(الحکم قادیان 30۔اپریل 1900ء)

جوانی کے عالم میں ناموس رسالت پرحملوں کے دفاع کا ذکرشروع ہوا ہے تو پنڈت کھڑک سنگھ رام کی معاندانہ کارروائیوں اور رسول پاکؐ پر زبانی طعن دراز کرنے کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدلل دلائل اور ان معاندین کا آپؑ کے زبردست دلائل سے لاجواب اور مبہوت ہونے کا ذکر ضروری ہے۔

باوجود اس کے کہ آپ پنڈت کے دفتر میں کام کرتے تھے اور وہ سپرنٹنڈنٹ تھا اور اور لوگوں نے آپؑ کو کہا بھی کہ آپ اس کا جواب نہ دیا کریں ،مگر آپ کی غیرت کس طرح گوارا کرسکتی تھی۔

آریہ سماج کے نازیبا حملوں کا دفاع

1875ء میں سوامی دیانند نے آریہ سماج جیسی خطرناک قومی اور نسلی تحریک کی بنیاد رکھی اور اس کے تحت یہ پروگرام تجویز کیا کہ بالخصوص حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ذات بابرکات پرنازیبا حملے کئے جائیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان حملوں کے دندان شکن جواب دیئے اور مخالفانہ کتب اور لٹریچر کے جواب میں آریہ دھرم اور ست بچن جیسی معرکہ آراء کتب تصنیف فرمائیں۔

لیکھرام کی ہرزہ سرائی اور حضرت مسیح موعودؑ کی اپنے آقا کے لئے غیرت آریہ سماج میں پنڈت دیانند کے بعد سب سے پیش پیش پنڈت لیکھرام تھا۔جس کی کچلیاں نبیوں کے سردار سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف زہر سے ایسی بھری رہتی تھیں کہ ہزار بار ڈسنے کے باوجود وہ کبھی زہر سے خالی نہ ہوتیں۔آپؑ نے ابتداء میں لیکھرام کو ایسا کرنے سے روکا ،اسے بہت سمجھایا۔محبت سے، پیار سے، دلائل وبراہین سے سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا۔جب لیکھرام کی شوخی اور بے ادبی حد سے بڑھنے لگی تب آپؑ نے نہایت پُرشوکت الفاظ میں اسے للکارا اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اس کی ہلاکت کی پیشگوئی کی۔چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی قہری تجلی کا نشانہ بن کر ہلاک ہوگیا۔چنانچہ فرمایا:

”کیا لیکھرام نے میرے کسی باپ اور دادا کو قتل کر دیا تھا؟ اس نے میری ذات کو کسی قسم کی تکلیف اور ایذاء نہیں دی۔ ہاں اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر وہ گستاخانہ حملے کئے اور وہ بے ادبیاں کیں کہ میرا دل کانپ اٹھا اور میرا جگر پارہ پارہ ہوگیا۔میں نے اس کی بے ادبیوں اور شوخیوں کو ٹکڑے ہوتے ہوئے دل کے ساتھ خدا کے حضور پیش کیا۔اس نے ان شوخیوں اور گستاخیوں کے عوض میں اس کی نسبت مجھے یہ پیشگوئی عطا فرمائی۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 377-378)

الیگزنڈر ڈوئی کو چیلنج

ایک اور بدبخت اور بدنام زمانہ دشمن ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی تھا۔وہ آنحضرت ﷺ کو (معاذ اللہ) مفتری تصور کرتا اور اپنی خباثت سے گندی گالیاں اور فحش کلمات سے حضورؐ کو یاد کرتا تھا۔اس نے دین کے نابود ہونے اور عیسائیت کے ترقی پانے کی پیش گوئیاں بھی کیں۔"

(حقیقۃ الوحی تتمہ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 509)

جب ڈوئی کی شوخیاں اور بے باکیاں انتہا کو پہنچ گئیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی غیرت کا زبردست جوش پیدا ہوا۔آپ نے اس کو مباہلہ کے لئے بلایا ،خدا سے خبر پا کر اس کی ہلاکت کی خبر دی۔وہ شخص جو یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں ان کیڑے مکوڑوں (معاذ اللہ مراد حضرت مسیح موعودؑ تھے) پر اپنا پاؤں رکھ دوں تو ایک دم ان کو کچل سکتا ہوں پر اپنے شامت اعمال کی وجہ سے ایسی پھٹکار پڑی کہ سب سے پہلے”اخبار نیویارک ورلڈ“ نے اس کے وہ سات خطوط شائع کردیئے جو اس نے اپنے باپ جان مرے ڈوئی کو اپنی ناجائز ولدیت کے بارے لکھے تھے۔پھر فالج کا حملہ ہوا۔اس کے

پرائیویٹ کمرہ سے شراب برآمد ہوئی۔ بالآخر سسکتے ہوئے موت کو اپنے گلے لگا لیا، بیوی، بچے اور حواری تمام اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔

کتاب ''اُمہات المومنین'' کی اشاعت اور ''ابلاغ'' میں جواب ایک بدزبان کشمیری مرتد احمد شاہ شائق عیسائی نے جو کسی زمانہ میں لداخ کا میڈیکل افسر اور جگراؤں ضلع لدھیانہ کا مشنری بھی رہ چکا تھا۔ انگلینڈ میں ''اُمہات المومنین'' کے نام سے ایک گندی کتاب لکھی اور اوائل 1898ء میں بڑے وسیع پیمانے پر مفت تقسیم کی۔ اس کتاب میں آنحضرت ﷺ اور ازواج مطہرات کی اہانت کی گئی تھی بشپ صاحب نے 25 مئی کو زندہ رسول کے نام پر لیکچر دینے کا اعلان کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیماری کی وجہ سے نڈھال تھے مگر آنحضرت ﷺ کی عزت وجلال کے لئے آپؑ کو خدا تعالیٰ نے جو دینی غیرت بخشی تھی اس نے اسلام و عیسائیت کی اس جنگ میں حصہ لینے کے لئے آپؑ کے اندر ایک زبردست جوش پیدا کر دیا۔ اور آپ نے ایک لاجواب مضمون لکھا اور حضرت مسیح ناصری کی وفات کا ناقابل تردید ثبوت دیئے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 388)

حضرت مسیح موعودؑ نے اس پر بس نہ کی بلکہ عصمت انبیاء کے موضوع کا پر مضامین کا سلسلہ کئی اقساط میں ریویو آف ریلیجنز میں شائع کروایا۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ناموس رسالت اور عصمت رسول پر نسیم دعوت، سناتن دھرم، چشمہ مسیحی، قادیان کے آریہ اور ہم، شحنۂ حق اور نورالحق اہم کتب تحریر فرمائیں۔

غیرت رسول کا ایک واقعہ

آریہ سماج وچھووالی لاہور نے نومبر 1907ء میں مذہبی کانفرنس کا انعقاد کروا کر مختلف مذاہب کے لیڈروں کو بلوا کر" کون سی کتاب الہامی ہے" پر اپنی اپنی رائے بیان کرنے کا پروگرام بنایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی دعوت دی گئی۔ آپؑ نے اس یقین دہانی پر کہ اس جلسہ میں مذاہب کے متعلق کوئی دل شکنی کی بات نہ ہوگی اس کیلئے مضمون لکھنے کی حامی بھری اور حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب مضمون پڑھنے کے لئے منتخب ہوئے۔ مگر دوران اجلاس آریہ سماج کے سیکرٹری نے اپنے مضمون میں نہایت شوخی اور بے باکی سے حضرت محمد ﷺ کی مقدس ذات با برکات پر ایسی تہمتیں لگائیں کہ (مومنوں) کے جگر پاش پاش ہو گئے۔

حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب اس اجلاس میں بیٹھے رہے۔ جب یہ رپورٹ حضرت مسیح موعودؑ کو پہنچی تو آپ نے حضرت مولوی صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا:

''تمہیں تو ایک منٹ کے لئے بھی اس جگہ پر بیٹھنا نہیں چاہئے تھا۔ بلکہ جس وقت اس نے یہ الفاظ کہے تھے تمہیں اسی وقت کھڑے ہو جانا چاہئے تھا اور اس ہال سے باہر نکل آنا چاہئے تھا اور اگر وہ تمہیں نکلنے کے لئے راستہ نہ دیتے تو پھر اس ہال کو خون سے بھرا ہوا ہونا چاہئے تھا۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 219-220)

تعزیرات ہند کی دفعہ 298 میں توسیع کیلئے قانون سازی کی تحریک حضرت رسول کریم کی مقدس ذات پر ملک میں چاروں طرف جو حملے ہو رہے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے دفاع کے لئے اب تک پوری قوت سے لڑ رہے تھے اور ملک میں جہاں بھی کوئی شخص سید المعصومین ﷺ کے خلاف بدزبانی کرتا آپؑ کا قلم فوراً حرکت میں آ جاتا۔ لیکن 1895ء کے آخر میں آپؑ کے اس دفاع نے ایک نئی شکل اختیار کر لی۔ یعنی آپؑ نے 22 ستمبر 1895ء کو بذریعہ اشتہار مذہبی مناظرات کی اصلاح کے لئے وائسرائے ہند سے درخواست کرتے ہوئے یہ آئینی تحریک اُٹھائی کہ حکومت تعزیرات ہند کی دفعہ 298 میں توسیع کرتے ہوئے قانون پاس کرے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمات

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیرہ کے رہنے والے تھے۔ دینی علوم کے بہت بڑے عالم اور حاذق حکیم تھے۔ حضرت مسیح موعود کے ساتھ آپ کی وابستگی اور وارفتگی کا آغاز بھی ایک ایسے واقعہ سے ہوا جس کا تعلق بلاواسطہ سیدنا حضرت محمد ﷺ سے محبت وعقیدت اور غیرت رسول سے ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جموں میں ملازمت کرتے تھے کہ ایک صاحب شیخ رکن الدین صاحب (جن کا تعلق ضلع گورداسپور سے تھا اور جموں میں کسی کے ہاں ملازم تھے) نے آپ کو بتایا کہ گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد نے (دین حق) کی حمایت میں رسالے اور کتب لکھی ہیں۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب جو خود بھی اپنے آقا ومولیٰ حضرت محمدؐ سے دلی پیار رکھتے تھے اور ایک ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو پیشگوئیوں کے مطابق حضرت محمدؐ کا نمائندہ ہو اور (دین) کے نام کا بول بالا کرنے والا ہو۔ آپ نے حضورؑ کی خدمت میں خط لکھ کر کتابیں منگوائیں اور ان کا مطالعہ کیا۔ اُدھر آپ کا کشمیر میں ایک تعلیم یافتہ مسلمان افسر سے ختم نبوت پر مباحثہ ہوا۔ اس دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اشتہار آپ کے ہاتھ لگا جو حضورؑ نے اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کے لئے ایشیا، امریکہ اور یورپ کے تمام مذہبی عمائدین ومنکرین کو بھجوایا تھا۔ چونکہ عیسائیت، آریہ سماج اور برہمو سماج کے فتنے اسلام کو نڈھال کر رہے تھے اور مسلمان علماء ولیڈروں میں ان کے مقابلے کا دم خم نہ تھا۔ اس لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب پہلا اشتہار دیکھتے ہی پروانہ وار جموں سے قادیان پہنچے اور فراست وبصیرت کی باطنی آنکھ سے جو صرف صدیقوں کا خاصہ ہے خدا کے اس برگزیدہ کو پہچان لیا جس کے انتظار میں لاکھوں اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت وعقیدت میں ایسے کھو گئے کہ سچ مچ سب آپؑ کے قدموں پر قربان اور نثار کر دیا۔ آپ نے بہت سے مباحثے، مناظرے صرف آنحضرت ﷺ پر ہونے والے اعتراضات کی غیرت میں کئے۔ کئی جواب کتب مثلاً فصل الخطاب، تصدیق براہین احمدیہ اور نورالدین تصنیف فرمائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر کئی انجمنوں واداروں کی طرف سے شائع ہونے والی ایسی کتب میں مالی معاونت فرمائی جو ناموس رسالت کے دفاع میں شائع ہوئیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود کی کاوشیں

حضرت مصلح موعود، ناموس رسالتؐ کے قیام کے حوالہ سے اپنی کاوشوں کی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اے میرے دوستو! میں اپنے لئے کسی عزت کا خواہاں نہیں، نہ جب تک خدا تعالیٰ مجھ پر ظاہر کرے کسی مزید عمر کا امید وار۔ ہاں خدا تعالیٰ کے فضل کا امیدوار ہوں اور میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اور (دین) کی عزت کے قیام میں اور دوبارہ (دین) کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور مسیحیت کے کچلنے میں میرے گزشتہ یا آئندہ کاموں کا انشاء اللہ بہت کچھ حصہ ہوگا اور وہ ایڑیاں جو شیطان کا سر کچلیں گی اور مسیحیت کا خاتمہ کریں گی ان میں سے ایک ایڑی میری بھی ہوگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔"

(الموعود از انوار العلوم جلد 17 صفحہ 647-648)

مقامات مقدسہ کی بے حرمتی پر حضور کا احتجاج

1925ء میں جب یہ خبر آئی کہ محمد بن عبدالوہاب کے معتقدین کی گولہ باری سے حضرت رسول کریم ﷺ کے روضہ مبارک کے گنبد کو نقصان پہنچا ہے تو اس لرزاش خبر پر آپ نے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے مورخہ 4 ستمبر 1925ء کو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپ نے فرمایا:

"میں نصیحت کرتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس اور مسجد نبوی اور دوسرے مقامات کو اس ہتھیار

سے بچائیں۔ ہماری جماعت کے لوگ راتوں کو اٹھیں اور اس بادشاہوں کے بادشاہ کے آگے سر کو خاک پر رکھیں۔ جو ہر قسم کی طاقتیں رکھتا ہے اور عرض کریں کہ وہ ان مقامات کو اپنے فضل کے ساتھ بچائے۔ دن کر گڑگڑائیں تا کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو اس بات کی سمجھ عطا فرمائے کہ ان کے انہدام سے ہاتھ کھینچ لیں کیونکہ ان کے ساتھ روایات (دینی) کا تعلق ہے۔''

(خطبات محمود جلد 9 صفحہ 258)

رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان میں حضرت محمدؐ کی تضحیک پر ردعمل 1927ء کا سال ایک بھاری سال بن کر آیا جب بعض بدزبان اور دریدہ دہن آریوں نے ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات پر زبردست غلیظ حملے کئے اور راجپال نے "رنگیلا رسول" نامی کتاب لکھ کر دوسری جانب امرتسر کے ہندو رسالہ "ورتمان" میں ایک آریہ دیوی شرن شرما نے "سیر دوزخ" عنوان سے افسانوی صورت میں آنحضرتؐ کے خلاف دل دکھا دینے والا ایک مضمون تحریر کیا۔ یہ بے حد دلآزاد مضمون مئی 1927ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ اس شرمناک افسانہ میں حضورؐ اور آپؐ کے مقدس اہل بیت کے نام بھی بگاڑ کر پیش کئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہ اشتعال انگیز مضمون دیکھتے ہی ایک پوسٹر شائع فرمایا جس کا عنوان تھا۔ "رسول کریم کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے" اس پوسٹر میں حضور نے نہایت پُرشوکت اور پُرجلال انداز میں تحریر فرمایا۔

''میں پوچھتا ہوں کہ کیا (مومنوں) کو ستانے کے لئے ان لوگوں کو کوئی اور راستہ نہیں ملتا۔ ہماری جانیں حاضر ہیں۔ ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں۔ جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں لیکن خدا را نبیوں کے سردار کی ہتک کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم بھی صلح نہیں کر سکتے ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ان لوگوں سے ہر گز صلح نہیں ہو سکتی جو رسول کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے ہیں۔ بیشک وہ قانون کی پناہ میں جو کچھ چاہیں کر لیں اور پنجاب ہائیکورٹ کے تازہ فیصلہ کی آڑ میں جس قدر چاہیں ہمارے رسول کریم ﷺ کو گالیاں دے لیں۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ گورنمنٹ کے قانون سے بالا اور قانون بھی ہے اور وہ خدا کا بنایا ہوا قانون فطرت ہے وہ اپنی طاقت کی بنا پر گورنمنٹ کے قانون کی زد سے بچ سکتے ہیں لیکن قانون قدرت کی زد سے نہیں بچ سکتے اور قانون قدرت کا یہ اٹل اصل پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس کی ذات سے ہمیں محبت ہوتی ہے اس کو بُرا بھلا کہنے کے بعد کوئی شخص ہم سے محبت اور صلح کی توقع نہیں رکھ سکتا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 597)

مقدمہ "ورتمان" کے فیصلہ سے یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ جسٹس کنور دلیپ سنگھ نے دفعہ 153 الف کی جو تشریح کی ہے بالکل غلط ہے اس امر کی فوری ضرورت تھی کہ بزرگان مذاہب کی توہین کے انسداد کے لئے پہلے سے زیادہ واضح اور زیادہ مکمل قانون کا مطالبہ حکومت سے کیا جاتا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 10راگست 1927ء کو فیصلہ ورتمان کے بعد ''(مومنوں) کا اہم فرض'' کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس کے ابتداء میں یہ بتایا کہ جماعت احمدیہ اس قانون کے نامکمل ہونے کی دیر سے شاکی ہے اور قانون کے نقص بیان فرما کر ناموس پیشوایان مذہب کے تحفظ کے لئے نئے قانون کے لئے شملہ میں مومنوں کے سرکردہ لیڈروں سے ملاقاتیں کیں اور بالآخر اسمبلی سے ایسا قانون منظور ہوا جس میں آپ کی کاوشیں شامل تھیں۔

جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ

رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان کی زبان درازی پر جہاں جو اقدام حضرت مصلح موعود نے اٹھائے ان میں سے ایک ملک گیر جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ کا اقدام تھا۔ اس کیلئے ایک ہزار مقررین ایک ہزار مضامین اور ایک ہزار مقامات کی تجویز تھی۔ چنانچہ 17 جون 1927ء کو 1419 مقامات پر جلسے ہوئے اور غیروں کو بھی دعوت دی۔ اخبار مشرق گورکھپور (21رجون 1928ء) نے لکھا:

''ہندوستان میں یہ تاریخ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اس لئے کہ اس تاریخ میں اعلیٰ حضرت آقائے دو جہاں سرورِ کون و مکان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کسی نہ کسی پیرایہ میں مسلمانوں کے ہر فرقہ نے کیا اور ہر شہر میں یہ کوشش کی گئی کہ اول درجے پر ہمارا شہر رہے......بہر حال 17 جون کو جلسے کی کامیابی پر ہم امام جماعت احمدیہ جناب مرزا محمود احمد کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اگر شیعہ وسنی اور احمدی اسی طرح سال بھر میں دو چار مرتبہ ایک جگہ جمع ہو جایا کریں گے تو پھر کوئی قوت اسلام کا مقابلہ اس ملک میں نہیں کر سکتی۔''

(الفضل قادیان 29رجون 1928ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا دور مبارک

آپ نے اپنے دور خلافت میں خطبات و خطابات کے ذریعہ اس امر کو باور کروایا کہ حضور ﷺ کے خلاف اتنے حملے اس سے قبل نہیں ہوئے جتنے حضرت مسیح موعودؑ کے دور میں ہوئے۔ اس لئے آپ نے جماعت کے ہر فرد کو ان حملوں کا جواب دینے اور دفاع کرنے اور ہمہ وقت تیار رہنے کی تلقین فرمائی۔ آپ خود غلبہ دین اور حرمت رسول ﷺ کے قیام کیلئے اپنی خواہشوں کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''میری تو یہ دُعا ہے اور ہر احمدی کی یہ دُعا ہونی چاہئے کہ اے خدا! تو نے ہی اپنے قادرانہ تصرف سے غلبۂ (دینِ حق) کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے۔ اب اس غرض کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہو۔ مادی ذرائع ہوں یا غیر مادی ذرائع ہوں اے خدا! تو اپنے فضل سے ان کے حصول کے سامان پیدا کر دے اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم تیری منشاء کے مطابق (دین) کو ساری دُنیا پر غالب کر دیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیار بنی نوع انسان کے دل میں پیدا کر دیں۔ ہم نے ایک عظیم منصوبہ کی ابتدا کی ہے۔ اے خدا! تو اپنے فضل سے اس منصوبہ کی کامیابی کے لئے جو سامان درکار ہیں وہ ہمیں مہیا فرما۔''

(خطبات ناصر جلد5 صفحہ 451-452)

آپ نے آنحضورؐ کی عزت کی خاطر عیسائیت سے قلمی، علمی اور تقریری جنگ لڑی۔ عیسائیت کے مقابل پر امت کو متحد ہونے کے لئے ایک ''انتباہ'' کے نام پر خطاب فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

''اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ (دین) کے دامن کو چھوڑ کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی بن کر عزت حاصل کرے گا تو یہ اس کی غلطی ہے اور یہ سمجھنا بھی اس کی غلطی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ غلطی ہے کہ اس کے بعد پھر وہ احمدیت کے ساتھ وابستہ بھی رہ سکتا ہے۔'' (خطبات ناصر جلد6 صفحہ 415-416)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا دور مبارک

خلافت رابعہ کے دور مبارک کے آغاز سے ہی ملک ناموس رسالت کے حوالہ سے قانون سازی کی لپیٹ میں تھا۔ اس لئے اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے حکومت کی مسلسل رہنمائی فرمائی۔ اور 18 جولائی 1986ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں قرآن کریم کی اس حوالہ سے تعلیم بیان فرمائی۔ اس میں جماعت احمدیہ کی ناموس رسالت کے حفاظت کے حوالہ سے خدمات کا بھی ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا:

''آپ کی ماموریت کی بناء ہی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں اور یہی ہماری گھٹی میں ہمیں پلائی گئی ہے، یہی ہماری سرشت ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت ہمیں

اس محبت سے باز نہیں رکھ سکتی۔اگر اس محبت کے جرم میں گستاخی رسول کی چھری سے ہی ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔تو میں آج تمام جماعت کی طرف سے بانگ دہل یہ اعلان کرتا ہوں کہ جو چاہو کرتے پھرو۔محبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے دلوں سے نہیں نوچ سکتے اور نہیں نوچ سکتے اور نہیں نوچ سکتے اور میں یہ بھی بتا تا ہوں کہ یہ محبت زندگی کی ضامن ہے۔یہ محبت رکھنے والوں کو کبھی تم دنیا میں ناکام و نامراد نہیں کرسکو گے۔تمہاری ہر کوشش خائب وخاسر رہے گی۔'' (خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 499-520)

قانون سازی میں دینی تعلیم کو اجاگر کرنے کا سلسلہ حضور انور نے جاری رکھا۔حتیٰ کہ 1994ء میں پھر 3 خطبات اور جلسہ سالانہ کے خطاب میں اس پر روشنی ڈالی۔

☆1986ء میں ایک بار پھر انڈیا میں شدھی تحریک نے سر اٹھایا اور بعض انتہا پسند آریوں اور مذہبی جنونیوں نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک کا آغاز فرمایا۔ادھر پاکستانیوں میں بھی ایک سربراہ مملکت کے جھنڈے تلے احمدیت کے خلاف معاندین اپنی کارروائیوں میں مصروف تھے۔تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے (دین) سے محبت کے پیش نظر 22راگست 1986ء کو ایک تاریخی خطبہ ارشادفرمایا جس میں آپ نے شدھی کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا اور احباب جماعت کو کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

سلمان رشدی کی Satanic Verses پر تبصرہ

سلمان رشدی نے اپنے بغض کو ایک کتاب Satanic Verses میں بیان کیا جس میں حضور ﷺ پر ناروا، فرضی اور بے سروپا روایات پر مشتمل الزامات لگائے۔
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس بدنام زمانہ کتاب پر خطبات جمعہ کی ایک سیریز میں نہ صرف تبصرہ فرمایا بلکہ احباب جماعت کی رہنمائی بھی فرمائی۔اس کتاب میں ہونے والے اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا۔اس کے جوابات کے لئے ایک بورڈ مقرر فرمایا۔اس سلسلہ میں حضورؒ نے فرمایا:

''میں احمدیوں کو اب یہ تلقین کرتا ہوں کہ صورتحال کے تجزیہ کے نتیجے میں وہ ایسی مؤثر اور دیرپا کارروائی کریں جو آئندہ نسلوں تک پھیل جائے۔اگلی صدی، اس سے اگلی صدی، اُس سے اگلی صدی۔اب یہ ایک صدی کا معاملہ نہیں ہے۔محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا زمانہ غلام ہے۔اپنے پہلے زمانے کے بھی وہ بادشاہ تھے اور آئندہ زمانوں کے بھی وہی بادشاہ ہیں اس لئے ہمیشہ کے لئے جماعت احمدیہ ایسی کوششوں میں وقف ہوجائے جس کے نتیجے میں دشمن کے ہر ناپاک حملے کو ناکام بنایا جائے۔''

(خطبات طاہر جلد 8 صفحہ 111-132)

احمدیت پر گستاخ رسول ہونے کے الزام

''اس الزام کا جماعت احمدیہ کے متعلق ہے کہ نعوذباللہ من ذلک جماعت احمدیہ گستاخ رسولؐ ہے اور آنحضرت ﷺ کی شدید گستاخی کرتی ہے۔حیرت کی بات ہے کہ وہ جماعت جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا بیٹھی ہے،وہ جماعت جو تنہا سارے عالم میں آنحضرت ﷺ کی عزت اور شرف کی خاطر ایک عظیم جہاد میں مصروف ہے،وہ جماعت جس نے گزشتہ ایک سو سال سے تمام دنیا میں (دین) کا سربلند کرنے کیلئے اپنی جانیں،اپنی عزتیں، اپنے اموال،اپنی اولادیں سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کررکھے ہیں،وہ جماعت جس کے متعلق دشمن بھی اپنے عناد کے باوجود یہ ضرور تسلیم کرلیتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر (دین) کی تائید میں (دین) کی محبت میں خدمت دین کرنے والی اور کوئی جماعت سارے عالم میں نظر نہیں آتی۔''

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 724-725)

خلافت خامسہ کا مبارک دور

خلافت خامسہ کے مبارک دور میں ناموس رسالت پر حملوں کا دفاع آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں اور آپؑ کی نمائندگی میں آپؑ کے مقدس خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ دین کے نام پر تلوار اٹھانے کے خیال کو دور کرنے کی عظیم الشان مہم کا علم اپنے ہاتھوں میں لئے خدا تعالیٰ کی تائیدونصرت کے ساتھ نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھ قرآن و حدیث کی تعلیمات اور آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ سیرت کے حوالہ سے دنیا بھر میں(دین حق) کے پُرامن پیغام کی اشاعت کے حقیقی جہاد میں مصروف ہیں۔نیز پیارے امام کے ارشادات کی اقتداء میں دنیا بھر میں پھیلے احمدی احباب و خواتین نے اسلام کے دفاع میں قدم اٹھائے۔سیرۃ النبیؐ کے جلسوں کا انعقاد ہوا۔تقاریر ہوئیں، خطبات دیئے گئے۔امن کانفرنسز ہوئیں۔بین المذاہب کانفرنسز ہوئیں۔بروشرز تیار ہوکر تقسیم ہوئے۔کتب کی اشاعت ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا گیارہ سالہ تابناک دور اس بات کا گواہ ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات پر غیروں کی طرف سے حملہ ہوا آپ شیرِ خدا بن کے میدان میں اُترے اور ناموس رسالت پر حملوں کے دفاع میں جہاں خطبات و خطابات میں دلائل دیئے وہاں اس کے سدباب کے لئے تدابیر بھی کیں اور جماعت احمدیہ کو عملی رنگ میں میدان میں اتر کر دفاعی تدابیر اختیار کرنے کو کہا۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر ردعمل

30 ستمبر 2005ء ایک سیاہ ترین دن تھا جب ڈنمارک کے ایک مشہور اخبار Nyllands Posten نے آنحضرت ﷺ کے حوالے سے 12 توہین آمیز کارٹون شائع کئے۔ جس سے اہل ایمان کے جذبات بُری طرح مجروح ہوئے۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی دنیا میں ہنگامے پھوٹ پڑے۔سرکاری و نجی املاک کو جلایا گیا۔دینی تعلیم کے خلاف مسلمانوں کا یہ رویہ اور عمل (دین) کو مزید نقصان کا پہنچانے کا موجب بنا۔جماعت احمدیہ کے ماننے والوں کے دل کو یہود و نصاریٰ کی غیر مذہبی، غیر اخلاقی، غیر سماجی اور تہذیب سے گری ہوئی اس حرکت سے چھلنی تھے۔خون کے آنسو رو رہے تھے۔جن کی آنکھیں نم تھیں مگر اس جماعت نے اس موقعہ پر نہایت صبر کا مظاہرہ کیا اور(دینی)تعلیم کے خلاف کوئی حرکت نہ کی۔

جرمنی میں پوپ کی ہرزہ سرائی

ستمبر 2006ء میں روم کیتھولک پوپ Joseph Ratzinger نے اپنے دورہ جرمنی کے دوران ایکسن برگ یونیورسٹی میں ایک لیکچر کے دوران اسلام، بانی (دین) اور قرآن کو نشانہ بنایا۔اور دینی تعلیم پر تاریخی حقائق کے برخلاف الزامات کی بوچھاڑ کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اس واقعہ کا فوری نوٹس لیا اور معاً بعد اپنے خطبات میں (دین حق) آنحضورؐ کے سیرت و اخلاق بیان فرمائے۔ پوپ کو خط لکھا اور جماعت کو اس کا جواب تیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔حضور انور نے اپنے خطبات میں پوپ کو وارننگ دی کہ اگر بقا چاہتے ہو تو اللہ کے پیارے نبی کی ذات پر حملے بند کرو اور احباب جماعت کو جہاں ان کو جوابات دینے کی ہدایت فرمائی وہاں آنحضور ﷺ کی زندگی کے ہر حسین لمحے کی تصویر اپنانے اور لوگوں تک پہنچانے کی تلقین فرمائی۔

ہالینڈ میں توہین رسالت کی ناپاک حرکت

ڈنمارک کے بعد ہالینڈ میں ایک شرپسند سیاسی لیڈر، رکن پارلیمنٹ غیرت ولڈرز (Geert Wilders) نے

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن مجید کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کر دی۔ حتیٰ کہ اس دہریہ شخص نے اللہ تعالیٰ کو بھی نشانہ بنایا۔

تب عاشقِ رسول سیدنا خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی غیرت ایک بار پھر جوش میں آئی اور اس دفعہ بھی اس میدان میں اس شیر کو ناموس رسالت کے حق میں گرجتے اور منصوبے بناتے دیکھا۔ چنانچہ 2007ء کے آغاز میں ہی لندن سے ہی غیرت ولڈرز کو مخاطب ہو کر وارننگ دی اور اگست کو ہالینڈ میں جا کر ان کی سرزمین میں نہ صرف غیرت ولڈرز کو بلکہ پوری قوم کو متنبہ فرمایا کہ وہ خدا کو ناراض کرنے والی باتوں سے توبہ کر لیں ورنہ ساری دنیا میں قدرتی آفات جیسے بارشوں، زلزلوں، Floods، طوفانوں اور سائیکلون کا سلسلہ دنیا کو تباہ کرنے کا چل نکلا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ہالینڈ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے جو پہلے ہی سطح سمندر سے نیچے ہے۔ ایسی بات اللہ کا کوئی فرستادہ یا عاشق رسول ہی کر سکتا ہے کہ کسی ملک کے دل میں جا کر ان کی بےہودہ حرکتوں اور قبیح افعال کے حوالہ سے پوری قوم کو متنبہ کرے۔ غیرت ولڈر نے اس پر ہی بس نہ کیا بلکہ حضور ﷺ کے خلاف فتنہ نام سے ایک فلم بھی تیار کر دی۔ جس پر حضور نے ایک بار پھر خطبات میں (دین) کی حسین تعلیم کو اجاگر فرمایا۔

امریکہ میں ایک خبیث الطبع کی اسلام کے خلاف ایک فلم 2012ء میں دین کے خلاف ایک اور سازش نمایاں طور پر سامنے آئی جب ایک امریکن عیسائی نکولا بسیلے (Nakoula Basseley) نے قرآن کریم پر ایک فلم بنا ڈالی اور دینی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ اس موقع پر بھی پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ آپ نے فوراً دو خطبات جمعہ میں نہ صرف اس کا رد فرمایا بلکہ اس طرح کی حیثیانہ حرکات کے سدباب کے لئے ایک جامع لائحہ عمل جماعت کے سامنے رکھا۔ آپ نے 21 ستمبر 2012ء کے خطبہ میں فرمایا:

''پس ہمارے دل اس فعل پر چھلنی ہیں۔ ہمارے جگر کٹ رہے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ ان ظالموں سے بدلہ لے۔ انہیں وہ عبرت کا نشان بنا جو رہتی دنیا تک مثال بن جائے۔ ہمیں تو زمانے کے امام نے عشق رسول ﷺ کا اس طرح ادراک عطا فرمایا ہے کہ جنگل کے سانپوں اور جانوروں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت خاتم الانبیاءؐ کی توہین کرنے والے اور اس پر ضد کرتے چلے جانے والے سے ہم صلح نہیں کر سکتے''۔ .....

اس سے اگلے خطبہ 28 ستمبر 2012ء میں حضور انور نے جماعت احمدیہ کو ایک جامع لائحہ عمل دیا جس میں لائف آف احمد اور دیباچہ تفسیر القرآن پڑھنے اور تراجم کر کے پھیلانے کی تحریک فرمائی نیز درود شریف کثرت پڑھنے کی تلقین فرماتے ہوئے اللہ رسول کو اپنانے کی نصائح فرمائیں۔

رشدی کی بدنام زمانہ کتاب کا جواب

سلمان رشدی نے آنحضور ﷺ اور قرآن کے خلاف تہذیب سے گری ہوئی ایک کتاب Satanic Verses تحریر کی۔ یہ کتاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ دور میں شائع ہوئی اور آپ نے اس وقت اس کے خلاف آواز بلند فرمائی اور بعض اقدام اٹھائے جن میں ارشد احمدی صاحب کی ایک کتاب بھی شامل ہے جو رشدی کے جواب میں لکھی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں ایک باب کا اضافہ کروا کر اور بعض ترامیم کے ساتھ اس کی دوبارہ اشاعت کا ارشاد فرمایا۔ جس کا ذکر آپ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 22 جون 2007ء میں فرمایا ہے۔

آؤ دینِ محمدی ﷺ کے محافظ بن جاؤ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 18 ستمبر 2011ء کو جرمنی میں خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع بمقام بادکروزناخ پر خطاب کرتے ہوئے احمدی نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

(باقی صفحہ 94 پر)

اَے شاہ مکی و مدنی، سید الوریٰ ﷺ

(کلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اَے شاہ مکی و مدنی ، سید الوریٰ   تجھ سا مجھے عزیز نہیں کوئی دوسرا
تیرا غلامِ در ہوں ، ترا ہی اسیرِ عشق   تو میرا بھی حبیب ہے ، محبوبِ کبریا
تیرے جلو میں ہی مرا اٹھتا ہے ہر قدم   چلتا ہوں خاکِ پا کو تری چومتا ہوا
تو میرے دل کا نور ہے، اے جانِ آرزو   روشن تجھی سے آنکھ ہے ، اے نیرِ ہدیٰ
ہیں جان و جسم ،سو تری گلیوں پہ ہیں نثار   اولاد ہے،سو وہ ترے قدموں پہ ہے فدا
تو وہ کہ میرے دل سے جگر تک اتر گیا   میں وہ کہ میرا کوئی نہیں ہے ترے سوا

اے میرے والے مصطفیٰؐ، اے سید الوریٰ
اے کاش ہمیں سمجھتے نہ ظالم جدا جدا

رب جلیل کی ترا دل جلوہ گاہ ہے   سینہ ترا جمالِ الٰہی کا مستقر
قبلہ بھی تو ہے ، قبلہ نما بھی ترا وجود   شانِ خدا ہے تیری اداؤں میں جلوہ گر
نور و بشر کا فرق مٹاتی ہے تیری ذات   ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''
تیرے حضور تہ ہے مرا زانوئے ادب   میں جانتا نہیں ہوں کوئی پیشوا دگر
تیرے وجود کی ہوں میں وہ شاخِ باثمر   جس پر ہر آن رکھتا ہے ربّ الوریٰ نظر
ہر لحظہ میرے درپئے آزار ہیں وہ لوگ   جو تجھ سے میرے قرب کی رکھتے نہیں خبر

مجھ سے عناد و بغض و عداوت ہے اُن کا دیں	اُن سے مجھے کلام نہیں لیکن اِس قدر
اے وہ کہ مجھ سے رکھتا ہے پرخاش کا خیال	''اے آں کہ سوئے من بدویدی بصد تبر

از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم
بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم''

آزاد تیرا فیض زمانے کی قید سے	برسے ہے شرق و غرب پہ یکساں ترا کرم
تو مشرقی نہ مغربی اے نور شش جہات	تیرا وطن عرب ہے ، نہ تیرا وطن عجم
تو نے مجھے خرید لیا اِک نگہ کے ساتھ	اب تو ہی تو ہے تیرے سوا میں ہوں کالعدم
ہر لحظہ بڑھ رہا ہے مرا تجھ سے پیار دیکھ	سانسوں میں بس رہا ہے ترا عشق دم بدم
میری ہر ایک راہ تری سمت ہے رواں	تیرے سوا کسی طرف اٹھتا نہیں قدم
اے کاش مجھ میں قوتِ پرواز ہو تو میں	اڑتا ہوا بڑھوں ، تری جانب سوئے حرم
تیرا ہی فیض ہے کوئی میری عطا نہیں	''ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم

یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است
جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است''

(کلام طاہر شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ صفحہ 5-6)

سرورِ کونین ﷺ کی عدیم المثال عائلی حیات

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي

عورتوں کے حقوق کے علمبردار

(مکرم عبدالسمیع خان صاحب قائد اصلاح وارشاد)

انسان جب محبت اور ایمان کی نظر سے رسول کریم ﷺ کی عائلی زندگی پر نظر ڈالتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اخروی جنت جب اس دنیا میں اتری تو رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی میں ڈھل گئی۔ عائلی زندگی میں جتنے مزے، جتنی محبتیں جتنی لذتیں ہیں وہ ساری اس میں موجود ہیں۔ اہلی زندگی کے بارہ میں حضور ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي

(ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء حدیث 1967)

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے بہتر ہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل کے لئے بہتر ہوں۔

آیئے اب ازواج مطہرات اور صحابہ کرامؓ کے مشاہدات کی روشنی میں حضورؐ کی اس جنت ارضی پر نظر ڈالتے ہیں ۔ صحابہ رسولؐ کا خیال تھا کہ آپ ﷺ گھر میں بھی ہر وقت عبادات اور دعاؤں میں مشغول رہتے ہوں گے اور ہم چونکہ گنہگار ہیں اس لئے ہمیں آپ ﷺ سے بڑھ کر عبادت کرنی چاہئے مگر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

”میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں اور میں نے شادیاں بھی کی ہیں اور جو میری سنت سے منہ موڑتا ہے وہ میرا نہیں ہے“

(بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح)

آپؐ تاریخ عالم میں پہلے نبی ہیں جنہوں نے عائلی زندگی کو شریعت کا حصہ بتایا اور عورتوں سے حسنِ معاشرت کو انسان کی نیکی کی پہچان بنا دیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جتنا وقت گھر پر ہوتے گھر والوں کی خدمت اور مدد میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ نماز کا بلاوا آتا تو آپ فوراً مسجد تشریف لے جاتے۔ (بخاری کتاب الادب باب 40)

دعا کا حقیقی مصداق

قرآن کریم میں عبادالرحمٰن کی ایک دعا کا ذکر یوں ہے:

اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔ (الفرقان: 75) یہ دعا حقیقی طور پر وہی کرسکتا ہے اور سچے رنگ میں اسی کے حق میں قبول ہوسکتی ہے جو اپنے جیون ساتھی اور اولاد کے لئے قرۃ العین ہو۔ وہ شخص جو اہل وعیال کے لئے ظالم اور تندخو ہو یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کی بیوی اور اولاد اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے۔ کیونکہ نفرت کبھی محبت کے بچے پیدا نہیں کرتی اور محبت کو کبھی کڑوے پھل نہیں لگتے۔ اس پہلو سے حضور ﷺ نے انسان کی عائلی زندگی کو اس کے ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

اکمل المومنین ایمان احسنھم خلقا و خیارکم خیارکم لنساء کم۔

(ترمذی ابواب النکاح باب حق المراۃ علی زوجھا حدیث:1082)

مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے خُلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین اور مثالی سلوک کرتا ہے۔ کامل ترین مومن محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کون ہوسکتا تھا اس لئے آپؐ نے فرمایا:

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوں۔

(ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء حدیث 1967)

گھریلو ماحول

آیئے محمد رسول اللہ ﷺ کے گھروں کی طرف چلیں اور ازواج مطہرات کی آنکھوں سے دیکھیں کہ ان کا مقدس شوہر اور ہمارا محبوب رسول کیسا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کا معمول ہے کہ گھر میں داخل ہوتے ہی بلند آواز سے السلام علیکم کہتے اور رات کے وقت آئیں تو سلام ایسی آہستگی سے فرماتے ہیں کہ بیوی جاگتی ہوتو سن لے اور سوگئی ہوتو جاگ نہ پڑے۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق آپ کے اہل بیت کا بیان ہے کہ آپ گھر میں بلند آواز سے کلام نہیں کرتے۔ نہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر برا مناتے ہیں بلکہ ایک لازوال بشاشت اور غیر مفتوح مسکراہٹ کھلی رہتی۔ آپ سب سے نرم خو، اخلاق کریمانہ کی بارشیں برسانے والے بہت ہنسنے والے اور بہت مسکرانے والے ہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص 365)

حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کوئی درشت کلمہ اپنی زبان پر نہ لائے۔ نیز فرماتی ہیں کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خُو تھے اور سب سے زیادہ کریم۔ عام آدمیوں کی طرح بلاتکلف گھر میں رہنے والے، آپؐ نے منہ پر کبھی تیوری نہیں چڑھائی ہمیشہ مسکراتے ہیں رہتے تھے۔ اپنی ساری زندگی آنحضرت ﷺ نے اپنے کسی خادم یا بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ (شمائل الترمذی باب فی خلق رسول اللہ)

صبح کھانے کو جو کچھ میسر ہوتا کھا لیتے ورنہ فرماتے آج ہم روزہ رکھ لیتے ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز صوم النافلۃ حدیث:3299)

آپ نے کھانے میں کبھی کوئی عیب نہیں نکالا۔ اگر پسند ہوتا تو کھا لیتے ورنہ خاموشی سے اٹھ جاتے۔ کوئی تکلیف دہ لفظ استعمال نہیں کرتے۔

(بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی حدیث:3299)

وہ مغربی تہذیب جو عورت کے حقوق کی ٹھیکیدار بنتی ہے اس کا آج بھی یہ حال ہے کہ برطانیہ میں ہر سال 27 ہزار ایسے شدید واقعات رونما ہوتے ہیں کہ جن میں مرد اپنی بیویوں کو مار مار کر زخمی کر دیتے ہیں۔

1915ء میں یہ قانون بنا تھا کہ مرد اپنی بیوی کو مار سکتا ہے مگر شرط یہ ہے جس چھڑی سے مارے وہ مرد کے انگوٹھے کی موٹائی سے زیادہ نہ ہو۔ اس قانون کے نتیجہ میں 1973ء تک اصلاح کے نتائج اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ 1974ء میں Erin Pizzy کی کتاب Scream quietly or the neighbours will hear میں عورتوں پر ظلم کی دردناک داستانیں رقم کی گئی ہیں۔ جن میں مار مار کر عورتوں کی ہڈیاں توڑنے، سگریٹ سے جلد جلانے اور خطرناک زخموں کا تذکرہ ہے۔ شراب کی بوتلیں ان کے سروں پر مار مار کر توڑی جاتی ہیں اور باندھ کر سگریٹ سے جلایا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"رسول اللہؐ ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں ۔ آپؐ کی زندگی میں دیکھو کہ آپؐ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے ۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے ۔ آنحضرتؐ کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے باوجودیکہ آپؐ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپؐ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے" (ملفوظات جلد2 ص 387)

وفاداری

رسول اللہؐ کا اپنی زوجہ سے وفاداری اور حسن واحسان کا یہ منظر کتنا دلکش ہے ۔ حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں بھی بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی ہمیشہ محبت اور وفا کے جذبات کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کا محبت بھرا سلوک یاد کیا ۔ لمبی عمر پانے والی آپ کی ساری اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھی ۔ اس کی تربیت و پرورش کا خوب لحاظ رکھا ۔ نہ صرف ان کے حقوق ادا کئے بلکہ حضرت خدیجہؓ کی امانت سمجھ کر ان سے کمال درجہ محبت فرمائی ۔ حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ کی آواز کان میں پڑتے ہی کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے اور خوش ہو کر فرماتے خدیجہؓ کی بہن ہالہ آئی ہیں ۔ گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو اس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں میں بھجوانے کی تاکید فرماتے ۔ الغرض آپؐ خدیجہؓ کی وفاؤں کے تذکرے کرتے تھکتے نہ تھے ۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مجھے کبھی کسی زندہ بیوی کے ساتھ اتنی غیرت نہیں ہوئی جتنی حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہوئی کبھی تو میں اکتا کر کہہ دیتی یا رسول اللہؐ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اتنی اچھی اچھی بیویاں عطا فرمائی ہیں اب اس بڑھیا کا ذکر جانے بھی دیں ۔ آپؐ فرماتے نہیں نہیں خدیجہؓ اس وقت میری ساتھی بنیں جب میں تنہا تھا ۔ وہ اس وقت میری سپر بنیں جب میں بے یار و مددگار تھا ۔ وہ اپنے مال کے ساتھ مجھ پر فدا ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد عطا کی ۔ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا

(بخاری کتاب الادب باب حسن العھد من الایمان ، مسند احمد جلد6 ص118)

خوشیوں میں شمولیت

گھر میں کام کاج کے ساتھ اپنی ازواج کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں میں شامل ہوتے اور اسے کبھی وقت کا ضیاع نہ سمجھتے

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب میں بیاہ کر آئی تو میں حضورؐ کے گھر میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی تھیں جو میرے ساتھ مل کر گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں ۔ جب حضورؐ گھر تشریف لاتے (اور ہم کھیل رہی ہوتیں) تو میری سہیلیاں حضور کو دیکھ کر اِدھر اُدھر کھسک جاتیں لیکن حضورؐ ان سب کو اکٹھا کر کے میرے پاس لے آتے اور پھر وہ میرے ساتھ مل کر کھیلتی رہتیں ۔

(بخاری کتاب الادب باب الانبساط الی الناس حدیث :5665)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

" ہمارے ہادیٔ کامل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو ۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں ۔ دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدوکوب کرے"

(الحکم 24 دسمبر 1900ء صفحہ 2)

پھر فرمایا:

"بعض وقت آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہ

کے ساتھ دوڑے بھی ہیں۔ایک مرتبہ آپ آگے نکل گئے اور دوسری مرتبہ خود دھیمے ہو گئے تا کہ عائشہؓ آگے نکل جائیں اور وہ آگے نکل گئیں۔اسی طرح پر یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بار کچھ حبشی آئے جو تماشا کرتے تھے۔آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو ان کا تماشا دکھایا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب آئے تو وہ حبشی ان کو دیکھ کر بھاگ گئے"

(ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی السبق علی الرجل حدیث:2214)

(الحکم قادیان 10راپریل 1903ء ص2)

بے تکلف دوست

ازواج کے ساتھ آپ کا تعلق دوستوں کا سا نظر آتا ہے اور بے تکلفی اور مزاح نے ان حجروں میں نور بھر دیا۔

"ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت ﷺ سے گھر کے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔اندر آئے تو حضرت عائشہؓ کو بلند آواز میں حضورؐ کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے سنا۔حضرت ابوبکرؓ غصہ میں آگئے اور چاہا کہ حضرت عائشہؓ کو پکڑ کر ایک تھپڑ لگائیں لیکن آنحضرت ﷺ آڑے آگئے۔ ابوبکرؓ عائشہؓ کو کہہ رہے تھے کہ میں آئندہ تجھے حضورؐ کے سامنے بلند آواز سے بولتے ہوئے نہ سنوں اور اسی غصہ میں وہ چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تو نے دیکھا کہ میں نے اس آدمی کی مار سے تجھے کس طرح بچایا۔کچھ دنوں بعد حضرت ابوبکرؓ دوبارہ آئے تو میاں بیوی کو راضی خوشی پایا تو کہنے لگے مجھے اپنی صلح میں بھی شریک کر لو جس طرح تم نے مجھے اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا۔ حضورؐ نے بلا توقف فرمایا۔ہاں ہاں، ہم تمہیں شریک کرتے ہیں"۔　(ابو داؤد کتاب الادب باب المزاح حدیث 4347)

یہ مقدس رسولؐ تو کل عالم کو اس صلح و آشتی کی جنتوں میں شریک کرنا چاہتا ہے۔خوش نصیب وہ لوگ جو اس کے نقش قدم پر چل کر اپنی دنیا اور آخرت سنوارتے ہیں۔

ازواج کے مابین محبت کے خواہاں

آپؐ چاہتے تھے کہ آپ کی ازواج کے مابین بھی محبت اور الفت کے تعلقات پیدا ہوں اور حتی الامکان کوئی رنجش نہ ہو

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نے گوشت کی یخنی نکال کر اس میں کچھ آٹا ملا کر اسے پکایا۔عرب میں یہ بڑا مقوی اور زود ہضم کھانا تھا جسے خزیرہ کہتے تھے۔حضرت سودہؓ بھی وہیں تھیں اور نبی اکرم بھی تشریف فرما تھے۔میں نے سودہؓ سے کہا آؤ کھا لو۔مگر انہوں نے انکار کر دیا۔میں نے پھر اصرار کیا انہوں نے پھر انکار کر دیا۔میں نے پھر کھانے پر اصرار کیا اور کہا کہ اگر تم اب بھی نہیں کھاؤ گی تو میں اسے تمہارے منہ پر مل دوں گی۔مگر انہوں نے انکار کر دیا۔چنانچہ میں نے خزیرہ لے کر ان کے منہ پر لیپ کر دیا۔حضورؐ نے یہ ماجرا دیکھا تو ہنس پڑے اور یہ عادلانہ فیصلہ فرمایا کہ آپ نے مجھے بٹھالیا اور سودہ سے فرمایا کہ اب تم یہ خزیرہ عائشہؓ کے منہ پر مل دو۔چنانچہ سودہؓ نے بھی از راہِ مذاق ایسا ہی کیا اور حضورؐ خوب ہنسے۔　(شرح المواہب للزرقانی جلد4 ص271)

عدل اور احسان کا یہ سلسلہ سفروں میں بھی جاری رہتا ہے۔ عام طور پر سفروں کے وقت قرعہ اندازی کر کے ایک بیوی کو ساتھ لے جاتے ہیں اور وہ آپ کے جود و کرم سے فیضیاب ہوتی ہے۔

پہلے عورت

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ غطفان سے واپسی کے وقت ہم آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے۔حضورؐ کے پیچھے اونٹنی پر حضرت صفیہؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔اونٹنی کے ٹھوکر کھانے کی وجہ سے دونوں گر پڑے۔ابو طلحہؓ حضورؐ کو سہارا دینے کیلئے لپکے۔حضورؐ نے فرمایا: **علیک بالمرأة**

پہلے عورت کا خیال کرو۔ابوطلحہؓ یہ سن کر منہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہؓ کے پاس آئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔پھر ان دونوں کے لئے سواری کو درست کیا۔حضورؐ اور حضرت صفیہؓ اس پر سوار ہو گئے۔

(بخاری کتاب الجہاد والسیر باب مایقول اذا رجع من الغزوہ حدیث نمبر 2856)

حضورؐ کا فرمان کیسا عجیب ہے۔میرا خیال چھوڑ دو عورت کی خبر لو۔گویا Ladies First کا محاورہ سب سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جاری ہوا۔

ایک سفر میں آپؐ کی بیویاں اونٹوں پر سوار تھیں کہ حدی خواں انجشہ نامی نے اونٹوں کو تیز ہانکنا شروع کر دیا۔ آنحضرتؐ فرمانے لگے ''اے انجشہ! تیرا بھلا ہو۔ان نازک شیشوں کا خیال رکھنا۔ان آبگینوں کو ٹھوکر نہ لگے۔یہ شیشے ٹوٹنے نہ پائیں۔اونٹوں کو آہستہ ہانکو''۔اس واقعہ کے ایک راوی ابو قلابہؓ بیان کیا کرتے تھے کہ دیکھو رسول اللہؐ نے عورتوں کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو شیشے کہا۔یہ محاورہ اگر کوئی اور استعمال کرتا تو تم لوگ عورتوں کے ایسے خیر خواہ کو کب جینے دیتے ضرور اسے ملامت کرتے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب رحمۃ النبیؐ حدیث: 4288,4287)

روایات میں حضرت عائشہؓ کا ایک ہار ایک سے زیادہ مرتبہ گم ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ایک ایسے ہی موقع پر آنحضرت ﷺ نے کمال شفقت سے حضرت عائشہؓ کے ہار کی تلاش میں کچھ لوگ بھجوائے اور نتیجۃً اسلامی لشکروں کو اس جگہ پڑاؤ کرنا پڑا جہاں پینے کے لئے پانی میسر تھا نہ وضو کے لئے۔ایسی صورت میں حضرت عائشہؓ کے والد حضرت ابوبکرؓ بھی آپ سے ناراض ہو گئے اور سختی سے انہیں فرمانے لگے'' تم ہر سفر میں ہی مصیبت اور تکلیف کے سامان پیدا کر دیتی ہو''مگر آنحضورؐ نے کبھی ایسے موقع پر حضرت عائشہ ؓ کو کوئی سخت کلمہ نہیں کہا حالانکہ ان کی وجہ سے آپ کو پورے لشکر کا پروگرام بدلنا پڑا اور تکلیف بھی اٹھانی پڑی۔

(بخاری کتاب التیمم باب فلم تجدو ماءا حدیث : 322)

رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے ناز نخرے برداشت کرتے مگر ان سے عفو کا سلوک فرماتے۔

حضرت میمونہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول کریمؐ کی باری میرے ہاں تھی آپؐ باہر تشریف لے گئے تو میں نے دروازہ بند کر دیا۔آپؐ نے واپس آ کر کھٹکھٹایا تو میں نے کھولنے سے انکار کر دیا۔آپؐ نے فرمایا تمہیں قسم ہے کہ تم ضرور دروازہ کھولو گی۔میں نے کہا کہ آپؐ میری باری پر کسی اور بیوی کے گھر چلے گئے تھے تو آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں مجھے پیشاب کی شدید حاجت تھی اس لئے باہر نکلا تھا۔

(طبقات ابن سعد جلد 1 ص 365)

وہ دشمن جو رسول اللہؐ پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں ان کا منہ بند کرنے کے لئے خدا کی تقدیر نے یہ نظارہ بھی دکھایا کہ آنحضرت ﷺ کی بعض ازواج نے آپ سے کچھ مطالبے کئے جس پر سورۃ احزاب کی آیات 30,29 نازل ہوئیں جن میں کہا گیا کہ اگر تم دنیاوی اموال چاہتی ہو تو میں تمہیں دے کر رخصت کر دیتا ہوں مگر تمام ازواج مطہرات نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور کسی نے بھی آپؐ کا دامن نہیں چھوڑا۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ احزاب حدیث :4412)

اور در حقیقت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں کی جنت چھوڑ کر جا بھی کون سکتا تھا۔مگر خدا کا رسول چاہتا ہے کہ دنیا کا گھر گھر اسی جنت کا پرتو بن جائے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول کریمؐ کی شانِ شفاعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

'' کامل انسان کے لئے جو شفیع ہو سکتا ہے یہ دونوں تعلق ضروری ٹھہرائے گئے یعنی ایک یہ تعلق کہ ان میں آسمانی روح پھونکی گئی اور خدا نے ایسا ان سے اتصال کیا کہ گویا ان میں اتر

آیا۔ اور دوسرے یہ کہ بنی نوع کی زوجیت کا وہ جوڑ جو حوا اور آدم میں باہمی ہمدردی اور محبت کے ساتھ مستحکم کیا گیا تھا ان میں سب سے زیادہ چمکایا گیا۔ اسی تحریک سے ان کو بیویوں کی طرف رغبت ہوئی اور یہی ایک اوّل علامت اس بات کی ہے کہ ان میں بنی نوع کی ہمدردی کا مادہ ہے اور اس کی طرف وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ خیر کم خیر کم لاھلہ یعنی تم میں سے سب سے زیادہ بنی نوع انسان کے ساتھ بھلائی کرنے والا وہی ہوسکتا ہے کہ پہلے اپنی بیوی کے ساتھ بھلائی کرے۔ مگر جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ ظلم اور شرارت کا برتاؤ رکھتا ہے ممکن نہیں کہ وہ دوسروں کے ساتھ بھی بھلائی کر سکے۔ (ریویو آف ریلیجز اردو جلد اول صفحہ 175-187)

ازواج کی تربیت

آنحضرت ﷺ کی ایک سے زیادہ شادیوں کا ایک بڑا مقصد ازواج کی تربیت کے ذریعہ قیامت تک آنے والی خواتین کی تربیت تھا اور اسے آپ نے خوب نبھایا اور انہیں ہر قسم کی آلائش سے پاک کر کے نیکی اور تقویٰ کا نمونہ بنادیا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اے اہل بیت یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔ (سورۃ الاحزاب 34)

اس وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو جو پاکیزگی اور رفعت بخشی اس میں رسول اللہ ﷺ کی بے انتہا محنت اور بے قرار دعاؤں کا بہت دخل ہے۔ آپ جہاں ان کے تمام مادی حقوق ادا کرتے وہاں ان کی تربیت پر بھی گہری نگاہ رکھتے اور سب سے بڑھ کر ذاتی نمونہ پیش فرماتے۔

حسین توازن

آپ کی زندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حسین توازن کا مرقع تھی۔ اسود کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کام کرتے تھے۔ آپؓ نے فرمایا حضور گام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے اور ان کی خدمت میں مشغول رہتے مگر جونہی نماز کا وقت آتا تو آپ نماز کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔

(بخاری کتاب الاذان باب کان فی حاجۃ اھلہ حدیث: 635)

قیام نماز کی تربیت

رسول اللہ ﷺ پر آغاز میں حضرت خدیجہ اور حضرت علیؓ ہی ایمان لائے تھے کہ آپؐ نے ان کے ساتھ نماز باجماعت کی ادائیگی کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ پھر عمر بھر سفر و حضر، بیماری و صحت، امن و جنگ غرض کہ ہر حالت عسر و یسر میں اس فریضہ کی بجا آوری میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں ہونے دی اور یہی مبارک عادات آپ نے اپنی دیگر ازواج میں بھی پیدا فرمائیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ رات کو نماز تہجد کی ادائیگی کے لئے اٹھتے اور عبادت کرتے تھے جب طلوع فجر میں تھوڑا سا وقت باقی رہ جاتا تو مجھے بھی جگاتے اور فرماتے تم بھی وتر ادا کرلو۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ خلف النائم حدیث نمبر 482)

اسی طرح آپؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں تو بطور خاص آپ خود بھی کمر ہمت کس لیتے اور بیویوں کو بھی اہتمام کے ساتھ عبادت کے لئے جگاتے تھے۔

(بخاری کتاب صلوٰۃ التراویح باب العمل فی العشر الاواخر حدیث: 1884)

ایک رات کا ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز تہجد کے لئے اٹھے ہوئے تھے، وحی الٰہی کے ذریعہ سے آپ کو آئندہ کے احوال اور فتنوں کی کچھ خبریں بتائی گئیں، جس کے بعد ایک پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں آپ بیویوں کو نماز اور دعا کے لئے جگانے لگے اور فرمایا ان حجروں میں سونے والیوں کو

جگاؤ اور پھر اس نصیحت کو مزید اثر انگیز بنانے کے لئے ایک عجیب پُر حکمت جملہ فرمایا جو پوری زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔ فرمایا:

"دنیا میں کتنی ہی عورتیں ہیں جو ظاہری لباسوں کے لحاظ سے بہت خوش پوش ہیں مگر قیامت کے دن جب یہ لباس کام نہ آئیں گے اور صرف تقویٰ کی ضرورت ہوگی تو وہ اس لباس سے عاری ہوں گی"

(بخاری کتاب الفتن باب الایاتی زمان حدیث نمبر 6542)

ایک بار آدھی رات کو حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کو بستر پر نہ پایا تو تلاش کرتے کرتے ایک ویران قبرستان میں پہنچ گئیں۔ جہاں حضورؐ شدت الحاح اور گریہ سے تڑپ رہے تھے۔

(سنن نسائی کتاب عشرۃ النساء باب الغیرہ حدیث نمبر 3901)

یہ عبادت اور محبت الٰہی کا وہ عملی نمونہ ہے جو ہزاروں تقریروں پر بھاری ہے جو جسموں پر نہیں روحوں میں انقلاب برپا کرتا ہے۔ رات کے وقت آپ کی نماز بہت لمبی ہوتی۔ نسبتاً لمبی سورتیں تلاوت کرنا پسند فرماتے۔ حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز (تہجد) کی کیفیت پوچھی گئی۔ آپؓ نے فرمایا حضور ﷺ رمضان یا اس کے علاوہ دنوں میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ مگر وہ اتنی لمبی پیاری اور حسین نماز ہوا کرتی تھی کہ اس نماز کی لمبائی اور حسن و خوبی کے متعلق مت پوچھو! یعنی میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے آپ کی اس خوبصورت عبادت کا نقشہ کھینچ سکوں۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعہ باب قیام النبیؐ حدیث نمبر 1079)

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے

ازواج کے باہمی سلوک کی نگرانی

آنحضور ﷺ کی پوری کوشش تھی کہ ازواج مطہرات آپس میں بہت محبت اور پیار سے زندگی بسر کریں لیکن اگر طبعی جذبات کے ماتحت کوئی بیوی ایسا قدم اٹھاتی ہے جس سے دوسری بیوی کی حق تلفی ہوتی یا جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے تو حضور ﷺ سختی سے اس کا نوٹس لیتے۔ کسی کو یہ اجازت نہیں کہ اس پُرسکون ماحول میں پتھر پھینک کر ہلچل مچا دے۔

تمام محبتوں، شفقتوں کے باوجود اگر کبھی بیویوں کی طرف سے عدل سے ہٹی ہوئی کوئی بات سرزد ہوتی تو آپ ﷺ سختی سے اس کا نوٹس بھی لیتے اور مناسب فیصلہ بھی فرماتے۔ ہر چند کہ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کو بہت محبوب تھیں ایک دفعہ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو اپنی چھنگلی دکھا کر ان کے پست قد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹھگنی (چھوٹے قد والی) کا طعنہ دے دیا۔ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے بہت سرزنش کی۔ فرمایا یہ ایسا سخت کلمہ تم نے کہا کہ تلخ سمندر کے پانی میں بھی اس کو ملا دیا جائے تو وہ اور کڑوا ہو جائے

(سنن ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ حدیث نمبر 2426)

ازواج کے ذریعہ امت کی تربیت

آنحضرت ﷺ کی تعدد ازدواج کی ایک حکمت کی تربیت بھی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوت قدسیہ اور محنت اور دعاؤں سے ایک پاکیزہ ماحول اور معاشرہ قائم کیا۔ اپنی ازواج کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ امت کے لئے اپنے اپنے دائرہ میں ایک نمونہ بن گئیں۔ خصوصاً عورتوں سے متعلق مسائل میں وہ رسول اللہؐ اور امت کے درمیان ایک عملی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے متعلق فرمایا کہ **خذوا شطر دینکم من الحمیراء**۔ آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو۔

(نہایہ ابن اثیر طبع چہارم جلد 1 ص 438 موسسہ اسماعیلیان)

چنانچہ حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد

اڑتالیس سال تک زندہ رہیں اور امت کے لئے چشمہ علم و عرفان بنی رہیں۔

خدا کے فرشتوں کی گواہی

رسول اللہ ﷺ کی تربیت یافتہ ان ازواج نے ذاتی طور پر جس اعلیٰ کردار کا مظاہرہ فرمایا وہ تاریخ اور سیرت کی ضخیم کتب میں بڑی تفصیل سے محفوظ ہے۔ یہاں اس کی تائید میں صرف خالق کائنات اور اس کے روح الامین کی گواہی درج کی جاتی ہے جس میں اللہ اور رسول نے ازواج مطہرات کو سلام بھیجے۔

حضرت جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا خدیجہ سے رب کائنات کا اور میرا اسلام کہہ دیجئے اور ان کو ایک ایوانِ جنت کی بشارت دیں جو خالص موتیوں سے بنا ہے۔ جس کے اندر کوئی رنج والم نہیں۔

(مسلم کتاب فضل الصحابہ باب فضائل خدیجہ حدیث: 4460)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا جبریل ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا میرا اسلام بھی ان تک پہنچادیں۔

(بخاری کتاب المناقب باب فضائل عائشہ حدیث: 3484)

حضرت حفصہؓ کے متعلق جبریل نے فرمایا:

وہ روزے رکھنے والی بہت نمازیں پڑھنے والی اور جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہے۔

(المستدرک لحاکم ذکر حفصہ۔ جلد 4 ص 17 حدیث: 6754)

جنت نظیر گھر

رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوت قدسیہ کے ذریعہ عالم عرب میں جو روحانی انقلاب پیدا کیا اس کا ایک ثبوت آپ کی ازواج مطہرات کا عظیم الشان کردار ہے اور اس مقدس رسولؐ کی یہی خواہش تھی کہ گھر گھر میں اس روحانی انقلاب کے جلوے نظر آئیں۔ اس مقصد کے لئے مردوں کو بھی مستعد ہونا پڑے گا اور عورتوں کو بھی۔ تاکہ دونوں مل کر وہ جنت پیدا کریں جو اس دنیا کی بے نظیر جنت تھی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"امر واقعہ یہ ہے کہ سب سے حسین معاشرے کی جنت جو نازل ہوئی وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانے میں نازل ہوئی۔ آپؐ نے بہترین اسوہ ہر آنے والی نسل کے لئے پیچھے چھوڑا...... پس آج تمام گھروں کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے گھروں میں تبدیل ہونا ہوگا۔ آج امن کی اور کوئی راہ نہیں ہے سوائے اس راہ کے۔ آج نجات کا کوئی راستہ نہیں مگر ایک راستہ کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوہ کو ہم قبول کرلیں۔

پس اے احمدی مردو اور عورتو! تم دنیا کو امن اور آشتی کی خوشخبری دینے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ ضرور آگے بڑھو اور دنیا کو اس کی طرف بلاؤ لیکن یاد رکھنا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی عطا کردہ جنتیں ساتھ لے کر چلنا۔ یہی جنتیں ہیں جو آج دنیا کو امن دیں گی۔ اس جنت کے بغیر گھر گھر میں جہنم بھڑکائی جا رہی ہے۔ طرح طرح کے مصائب اور دکھ ہیں جن میں انسان مبتلا ہے اور ایک دوسرے کو مبتلا کرتا چلا جا رہا ہے۔ آج مغربی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے اور مشرقی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے۔ آج نہ روس عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور نہ امریکہ عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور وہ ایک ہے اور صرف ایک ہی ہے یعنی ہمارا آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو آج معاشرہ کی جہنم کو جنت میں تبدیل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔" (الفضل ربوہ 28 مارچ 1984ء)

شہزادۂ امن اور مذہبی آزادی کے علمبردار ﷺ پر

بزورِ شمشیر دین پھیلانے کے اعتراض کا جواب

(مکرم محمد محمود طاہر صاحب قائد تعلیم القرآن)

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کے خطاب سے نوازا اور آپ ﷺ کو اخلاق فاضلہ پر فائز ہونے کی سند اپنی جناب سے عطا فرمائی۔ آپ کل عالم کے لئے معبوث کئے گئے اور آفاقی تعلیم لے کر تشریف لائے۔ آپ نے ایک ایسے معاشرے کو امن کا گہوارہ بنا دیا جو ضلالت و گمراہی اور ظلم و جبر کی وجہ سے جہالت اور بدامنی کا شکار تھا۔ ایسے ماحول کو پرامن اور پاکیزہ بنا دینا یقیناً آپ ﷺ کی قوت قدسیہ کا کمال اور ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی صفات کے مظہر کامل بن آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات میں صفت السلام اور المؤمن کا بھی تذکرہ فرمایا ہے یعنی اللہ سلامتی دینے والا اور امن دینے والا ہے ان دونوں صفات کا ارفع و اعلیٰ ظہور ہادی عالم، سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات میں ہوا۔ جس نے دنیا سے ظلم و جبر ختم کیا اور سلامتی اور امن کا نہ صرف پیغام دیا بلکہ اپنے عمل کے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں کو جیت کر ایک پرامن اور سلامتی والے معاشرے کا قیام فرمایا۔ یسعیاہ نبی نے ”سلامتی کے شہزادہ“ کی جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ ”سلامتی کے شہزادہ“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو مذہبی آزادی کا علم بلند فرمایا اور لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ: 257) دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں کی صدا بلند کی۔ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ہدایت اور گمراہی ظاہر ہو چکی ہے۔ اس لئے اب ہر شخص کا اختیار ہے کہ وہ اس کو قبول کرے یا انکار کر دے جیسا کہ فرقان حمید میں فرمایا ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف: 30) اے رسولؐ! تو اعلان کر دے کہ دین حق تمہارے ربّ کی طرف سے آ گیا ہے اس کے بعد جو چاہے اس پر ایمان لے آئے اور جو چاہے اس کا انکار کر دے۔

اس خوبصورت اور پرامن تعلیم کے ساتھ آپؐ نے تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دینا شروع کیا اور مکی دور میں شدید مشکلات کا سامنا کیا۔ خود بھی تکالیف اُٹھائیں اور اپنے پیاروں کے دکھوں کا بوجھ بھی اُٹھایا۔ ظلم اپنی انتہا کو پہنچا تو مدینہ ہجرت کر گئے۔ یہاں اہالیان مدینہ کے ساتھ امن و سلامتی اور آزادی ضمیر کی ضمانت کے ساتھ میثاق مدینہ جیسا شاندار معاہدہ کیا جس میں ہر مذہب کو ہر قسم کی آزادی حاصل تھی اور کسی قسم کا جبر روا نہ تھا۔

جب معاندین نے مدینہ میں بھی چین نہ لینے دیا اور جنگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلط کر دی گئی تو دفاع کا حق اللہ تعالیٰ نے دیا اور اگر یہ حق نہ ملتا تو کسی مذہب کی آزادی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی تھی۔ دفاعی جنگیں لڑی گئیں اور معاہدات توڑنے والے اور جنگی جرائم کرنے والوں کو معاہدات کی رو سے سزائیں دی گئیں۔ لیکن کسی یہودی،

عیسائی یا مشرک کو جبراً دین تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے بالمقابل صلح حدیبیہ جیسے واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں۔باوجود جمعیت حاصل ہونے کے اور اپنی رؤیا کو پورے کرنے کے لئے سفر اختیار کیا تھا لیکن پھر بھی کفار مکہ کی پیش کردہ تجاویز پر معاہدہ امن کیا اور بغیر عمرہ کئے واپس لوٹ آئے۔معاہدہ صلح حدیبیہ پھر عظیم الشان فتح کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور اس کے نتیجہ میں فتح مکہ جیسی عظیم کامیابی بغیر جنگ و جدال کے حاصل ہوئی۔مکمل اختیار اور اقتدار کے اس موقع پر بھی تبدیلی مذہب کو استعمال نہیں کیا گیا۔

مذہبی رواداری اور مذہبی آزادی کے قیام کے لئے آپ نے جو نمونہ قائم فرمایا اس کی مثال روز ازل سے تا امروز کہیں پیش نہیں کی جاسکتی۔کسی مذہب، کسی معاشرے اور کسی تمدن میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔آپ ﷺ نے مذہبی راہنماؤں کی تعظیم کی تعلیم دی اور جب کسی مسلمان کا یہودی سے افضلیت پر جھگڑا ہوتا ہے اور باوجود اس کے کہ آپؐ کو خاتم النبیین ﷺ کا لقب عطا ہو چکا اور آپ افضل الانبیاء تھے پھر بھی آپ ﷺ نے لَا تُخَيِّرُونِي مِنْ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الاعراف حدیث نمبر 4638) کی تعلیم دی کہ مجھے دوسرے انبیاء پر فضیلت نہ دیا کرو۔نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نہ حضرت یونسؑ پر فضیلت دو۔

عیسائی وفد مدینہ آتا ہے تو اس کو مسجد نبوی میں ٹھہراتے ہیں اور ان کے مذاہب کے مطابق عبادت کرنے کی بھی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔طائف سے بنی ثقیف کا وفد مدینہ آیا جو مشرک تھے۔حضور ﷺ نے انہیں بھی مسجد نبوی میں خیمہ زن کیا۔یہود کے ساتھ تاریخی معاہدہ میثاق مدینہ طے پایا جس میں مذہبی آزادی کے حق کو تسلیم کیا گیا۔یہودی لڑکے کو اپنا ملازم رکھا وہ بیمار ہوا تو اس کی عیادت کے لئے گئے۔یہود کی دعوت قبول فرمائی۔یہود کے ساتھ لین دین جاری رکھا۔یہودی کا جنازہ گزرتا ہے تو احتراماً کھڑے ہو جاتے۔تو یہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہبی رواداری اور مذہبی آزادی کا شاندار اور بے مثال نمونہ ہے۔

ایسے خوبصورت نمونہ کے حامل شخص پر جو کہ انسان کاملؐ ہے اور سب دنیا کے لئے باعث تقلید ہیں۔ان پر بعض نادان یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بزور شمشیر دین پھیلایا۔یہ ایک بودا اور ظالمانہ اعتراض ہے۔جس کی دشمن کوئی مثال پیش نہیں کرسکتے کہ کون کون سے اشخاص تھے جن کو جبراً مسلمان بنایا گیا۔آپ ﷺ نے تو دلوں کو جیتا جس کی وجہ سے دشمن بھی آپ ﷺ کے دامن محبت کا اسیر ہو گئے تھے۔اس اعتراض کے برعکس ہمیں حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ دکھائی دیتا ہے۔جس کی چند جھلکیاں گزشتہ عبارت میں پیش کی گئیں۔دو مثالیں مزید بیان کرتا ہوں جو اس اعتراض کی قلعی کھول کے رکھ دینے کیلئے کافی ہیں۔

اس کی ایک مثال جو دلوں کو ہلا کر رکھ دینے والی اور ہر قسم کے جبر واکراہ کے نظریات کو کاٹ کر رکھ دینے والی ہے۔ایک دفعہ دوران جنگ ایک مشرک پر ایک صحابی اسامہ بن زیدؓ نے غلبہ پالیا تو اس وقت اس نے کلمہ پڑھ لیا۔صحابی نے سمجھا کہ اس نے خوف کے مارے کلمہ پڑھا ہے تو اس پر اپنا وار کر دیا۔ اس واقعہ کا ذکر جب لڑائی کے بعد آنحضور ﷺ سے ہوا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیر کے دیکھا تھا کہ اس نے دل سے نہیں کلمہ پڑھا۔حضرت اسامہؓ کہتے ہیں آنحضور ﷺ اس قدر ناراض ہوئے کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں اس واقعہ سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا تا کہ یہ ناراضگی میرے حصہ میں نہ آتی۔

(مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ حدیث نمبر 158)

یہ ہے مذہبی آزادی کی تعلیم کے علمبردار کا عملی نمونہ جو آپؐ

نے رہتی دنیا تک کے لئے قائم فرمایا اور ہر قسم کے جبر کی بیخ کنی فرمادی۔

دوسری روشن مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں یہ ملتی ہے کہ جب بنونضیر اپنی بدعہدی کی وجہ سے جلاوطن کئے گئے تو ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو انصار کی اولاد تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بے اولاد اوسی اور خزرجی منت مانتے اور اولاد ہونے پر اسے یہودی بنا دیتے تھے۔ چنانچہ جلاوطنی کے وقت انصار مدینہ نے ان بچوں کو روک لینا چاہا لیکن مذہبی آزادی کے علمبردار کے دربار سے فیصلہ آتا ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ بنونضیر کے ساتھ ہی جائیں گے اور جبری ان کے مذہب کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الاسیر یکرہ علی الاسلام حدیث نمبر 2682)

اللہ اللہ کیا شان ہے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی۔ کیا ایسے اسوہ حسنہ کے حامل پر جبر کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔ جو لگاتے ہیں وہ یقیناً ظالم اور عدل و انصاف کا خون کرنے والے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دشمنوں کی طرف سے جنگیں مسلط کی گئیں۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے دفاع کرنے کی اجازت فرمائی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبوراً دفاعی جنگیں لڑیں اور ان جنگوں میں بھی سلامتی کے شہزادہ نے ایسے اصول و ضوابط اور اخلاقیات کا مظاہرہ فرمایا جس سے آپ ﷺ کے خلق عظیم کا شاندار اظہار ہوا۔ آنحضور ﷺ کی جنگوں اور جبر کا الزام لگانے والوں کے اعتراض کے ردّ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پادری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں پر اعتراض کرتے ہیں اپنے گھر میں نگاہ نہیں کرتے۔ آنحضرت ﷺ کی لڑائیاں بالکل دفاعی تھیں مگر مسیح کو اس قدر شوق تھا کہ اس نے شاگردوں کو کہا کہ کپڑے بیچ کر بھی ہتھیار خریدو۔ اصل میں مسیح کا لڑائیاں نہ کرنا ''ستر بی بی از بے چادری'' کا مصداق ہے۔ اگر انہیں موقع ملتا تو وہ ہرگز تامل نہ کرتے بلکہ اس قسم کی تعلیم سے جو انہوں نے ہتھیاروں کے خریدنے کی دی صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کس قدر شوق تھا اور داؤد کے تخت کی وراثت کا خیال لگا ہوا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو آپؐ نے ان مخالفوں سے جنہوں نے سخت ایذائیں دی ہوئی تھیں اور جو واجب القتل ٹھہر چکے تھے پوچھا تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا تو کریم ابن کریم ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا اچھا میں نے تم سب کو بخش دیا۔ آپ کے اس رحم و کرم نے ان پر ایسا اثر کیا کہ وہ سب مسلمان ہوگئے۔ حضرت مسیحؑ کو اپنے ایسے اخلاق کے اظہار کا موقع ہی نصیب نہیں ہوا اور حواریوں کے لئے تو مسیح کا آنا ایک قسم کا ابتلاء تھا کیونکہ ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا اور انہوں نے کچھ نہ سیکھا۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 463 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ ایڈیشن 2003ء)

اپنی کتاب آریہ دھرم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس اعتراض کا جواب تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک بڑا اعتراض جس سے بڑھ کر شاید ان کی نظر میں اور کوئی اعتراض ہمارے نبی پر نہیں ہے وہ لڑائیاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باذن اللہ ان کفار سے کرنی پڑیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں تیرہ برس تک انواع اقسام کے ظلم کئے اور ہر یک طریق سے ستایا اور دکھ دیا اور پھر قتل کا ارادہ کیا جس سے آنحضرت ﷺ کو معہ اپنے اصحاب کے مکہ چھوڑنا پڑا اور پھر بھی باز نہ آئے اور تعاقب کیا اور ہر یک بے ادبی اور تکذیب کا حصہ لیا اور جو مکہ میں ضعفاء مسلمانوں میں سے رہ گئے تھے ان کو غایت درجہ دکھ دینا شروع کیا لہذا وہ لوگ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے ظالمانہ کاموں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ ان پر موافق

سنت قدیمہ الٰہیہ کے کوئی عذاب نازل ہوا اور اس عذاب کی وہ قومیں بھی سزاوار تھیں جنہوں نے مکہ والوں کو مدد دی اور نیز وہ قومیں بھی جنہوں نے اپنے طور سے ایذا اور تکذیب کو انتہا تک پہنچایا۔ اور اپنی طاقتوں سے اسلام کی اشاعت سے مانع آئے سو جنہوں نے اسلام پر تلواریں اٹھائیں وہ اپنی شوخیوں کی وجہ سے تلواروں سے ہی ہلاک کئے گئے اب اس صورت کی لڑائیوں پر اعتراض کرنا اور حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبیوں کی ان لڑائیوں کو بھلا دینا جن میں لاکھوں شیرخوار بچے قتل کئے گئے کیا یہ دیانت کا طریق ہے یا ناحق کی شرارت اور خیانت اور فساد انگیزی ہے۔ اس کے جواب میں حضرات عیسائی یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی لڑائیوں میں بہت ہی نرمی پائی جاتی ہے کہ اسلام لانے پر چھوڑا جاتا تھا اور شیرخوار بچوں کو قتل نہیں کیا۔ اور نہ عورتوں کو اور نہ بڈھوں کو اور نہ فقیروں اور مسافروں کو مارا۔ اور نہ عیسائیوں اور یہودیوں کے گرجاؤں کو مسمار کیا۔ لیکن اسرائیلی نبیوں نے ان سب باتوں کو کیا۔ یہاں تک کہ تین لاکھ سے بھی کچھ زیادہ شیرخوار بچے قتل کئے گئے گویا حضرات پادریوں کی نظر میں اس نرمی کی وجہ سے اسلام کی لڑائیاں قابل اعتراض ٹھہریں کہ ان میں وہ سختی نہیں جو حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبیوں کی لڑائیوں میں تھی اگر اس درجہ کی سختی پر یہ لڑائیاں بھی ہوئیں تو قبول کر لیتے کہ درحقیقت یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اب ہر یک عقلمند کے سوچنے کے لائق ہے کہ کیا یہ جواب ایمانداری کا جواب ہے حالانکہ آپ ہی کہتے ہیں کہ خدا رحم ہے اور اس کی سزا رحم سے خالی نہیں۔ پھر جب موسیٰ کی لڑائیاں باوجود اس سختی کے قبول کی گئیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ٹھہریں تو کیوں اور کیا وجہ کہ یہ لڑائیاں جو الٰہی رحم کی خوشبو ساتھ رکھتی ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوئیں اور ایسے لوگ کہ ان باتوں کو بھی خدا تعالیٰ کے احکام سمجھتے ہیں کہ شیرخوار بچے ان کی ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں اور ماؤں کو ان کے بچوں کے سامنے بے رحمی سے مارا جاوے وہ کیوں ان لڑائیوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ سمجھیں جن میں یہ شرط ہے کہ پہلے مظلوم ہو کر پھر ظالم کا مقابلہ کرو۔“

(آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 81 تا 83 حاشیہ)

انجام آتھم میں حضور علیہ السلام نے اس اعتراض کے رد میں تحریر فرمایا:

”اگر تلوار کے ذریعہ سے خدا کا عذاب نازل ہونا خدا کی صفات کے مخالف ہے تو کیوں نہ یہ اعتراض اول موسیٰ سے ہی شروع کیا جائے جس نے قوموں کو قتل کر کے خون کی نہریں بہا دیں اور کسی کی توبہ کو بھی قبول نہ کیا۔ قرآنی جنگوں نے تو توبہ کا دروازہ بھی کھلا رکھا جو عین قانون قدرت اور خدا کے رحم کے موافق ہے کیونکہ اب بھی جب خدا تعالیٰ طاعون اور ہیضہ وغیرہ سے اپنا عذاب دنیا پر نازل کرتا ہے تو ساتھ ہی طبیبوں کو ایسی ایسی بوٹیاں اور تدبیروں کا بھی علم دے دیتا ہے جس سے اس آتش وبا کا انسداد ہو سکے سو یہ موسیٰ کے طریق جنگ پر اعتراض ہے کہ اس میں قانون قدرت کے موافق کوئی طریق بچاؤ قائم نہیں کیا گیا۔ ہاں بعض بعض جگہ قائم بھی کیا گیا ہے مگر کلّی طور پر نہیں الغرض جبکہ یہ سنت اللہ یعنی تلوار سے ظالم منکروں کو ہلاک کرنا قدیم سے چلی آتی ہے تو قرآن شریف پر کیوں خصوصیت کے ساتھ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کیا موسیٰ کے زمانہ میں خدا کوئی اور تھا اور اسلام میں کوئی اور ہو گیا یا خدا کو اس وقت لڑائیاں پیاری لگتی تھیں اور اب بُری دکھائی دیتی ہیں اور یہ بھی فرق یاد رہے کہ اسلام نے صرف ان لوگوں کے مقابل پر تلوار اٹھانا حکم فرمایا ہے کہ جو اول آپ تلوار اٹھائیں اور انہیں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو اول آپ قتل کریں۔ یہ حکم ہرگز نہیں دیا کہ تم ایک کافر بادشاہ

کے تحت میں ہو کر اور اس کے عدل اور انصاف سے فائدہ اٹھا کر پھر اسی پر باغیانہ حملہ کرو قرآن کے رو سے یہ بد معاشوں کا طریق ہے نہ نیکوں کا۔ لیکن توریت نے یہ فرق کسی جگہ کھول کر بیان نہیں فرمایا اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اپنے جلالی اور جمالی احکام میں اس خط مستقیم عدل اور انصاف اور رحم اور احسان پر چلتا ہے جس کی نظیر دنیا میں کسی کتاب میں موجود نہیں مگر اندھے دشمن پھر بھی اعتراض کرتے ہیں کیونکہ ان کی فطرت روشنی سے عداوت اور ظلمت سے محبت رکھتی ہے۔"

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد نمبر 11 صفحہ 37 تا 38)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اس اعتراض کے ردّ میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہمیں کتب مغازی میں (خواہ کیسی ہی نا قابلِ وثوق کیوں نہ ہوں) کوئی ایک بھی ایسی مثال نظر نہیں آتی کہ آنحضرتؐ نے کسی شخص، کسی خاندان، کسی قبیلے کو بزور شمشیر و اجبار مسلمان کیا ہو۔ سر ولیم میور کا فقرہ کیسا صاف صاف بتاتا ہے کہ شہر مدینہ کے ہزاروں مسلمانوں میں سے کوئی ایک شخص بھی بزور و اکراہ اسلام میں داخل نہیں کیا گیا اور مکہ میں بھی آنحضرتؐ کا یہی رویہ اور سلوک رہا بلکہ ان سلاطین عظام (محمود غزنوی، سلطان صلاح الدین، اورنگ زیب) کی محققانہ اور صحیح تواریخ میں کوئی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ کسی شخص کو انہوں نے بالجبر مسلمان کیا ہو۔ ہاں ہم ان کے وقت میں غیر قوموں کو بڑے بڑے عہدوں اور مناصب پر ممتاز و سرفراز پاتے ہیں۔ پس کیسا بڑا ثبوت ہے کہ اہلِ اسلام نے قطع نظر مقاصدِ ملکی کے اشاعت اسلام کے لئے کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں، اسلام کے مخالفوں نے اکثر یہ طعن کیا ہے کہ آپؐ کا دین بزور شمشیر شائع ہوا ہے اور تلوار ہی کے زور سے قائم رہا۔ جن مؤرخین عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ یعنی لائف لکھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا انہوں نے اپنا شعار کرلیا ہے اور ان کے طعن کی وجہ فقط یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ نے اپنے تئیں اور اپنے رُفقاء کو دشمنوں کے حملوں سے بچایا۔ یہ سچ ہے کہ بعض برگزیدگانِ خدا دنیا میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوئے ہیں اور سوءِ اتفاق اور گردشِ تقدیر سے خدا کی راہ میں اور اعلائے کلمۃ اللہ کی کوشش میں شہید ہوئے ہیں اور بعض لوگ ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے خللِ دماغ کی وجہ سے اس امر کا دعویٰ کیا جس کی تکمیل ان سے نہ ہوسکی۔ الغرض مخبوط بھی گزرے ہیں اور مجذوب بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی مجنونانہ حرکات کی سزا پائی مگر اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ مثلاً اگر حضرت مسیح مصلوب ہوئے یا مسیلمہ کذاب اپنی کذابیت اور مجذوبیت کی سزا کو پہنچا تو معاذاللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی تقلید کرنا فرض تھا اور بغیر اپنی رسالت کے اتمام و تکمیل کے شہید ہوجانا لازم تھا؟

قوانینِ اسلام کے موافق ہر قسم کی آزادی مذہبی اور مذہب والوں کو بخشی گئی جو سلطنت اسلام کے مطیع و محکوم تھے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ: 257) دین میں کوئی اجبار نہیں۔ یہ آیت کھلی دلیل اس امر کی ہے کہ اسلام میں اور اہلِ مذاہب کو آزادی بخشنے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے۔" (فصل الخطاب ایڈیشن دوم جلد اوّل صفحہ 83، 84)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب **"مذہب کے نام پر خون"** میں اس اعتراض کا تفصیلی جواب دیا ہے اس میں سے صرف ایک مثال کے ذریعہ اس اعتراض کی نفی ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"فتح مکہ کا دن آ گیا جو دراصل حضرت رسول اکرم ﷺ کی ذات پر سے ہر تشدد کے الزام کو دور کرنے کا دن تھا۔ اس دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ مکہ پر ایک عظیم فتح

حاصل کی مگر کسی ایک شخص کو بھی تلوار کے زور سے مسلمان نہ بنایا۔پس میں اسی دن کا واسطہ دے کر یہ الزام لگانے والوں سے پوچھتا ہوں کہ جب وہ نبیوں کا سردار صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا اور مکّے کو اس کی شوکت اور جلال نے ڈھانپ لیا تو وہ جبر کی تلوار کیوں زیر نیام چلی گئی۔ کیوں فتح مکّہ کے دن جب مشرکین مکہ کی گردنیں اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دی گئیں۔جب تلواروں کے سائے تلے سرکشوں کے سر خم کرنے کا وقت آیا اور نوکِ خنجر پر ایمان قلوب میں اتارنے کی مبارک گھڑی آ پہنچی۔وہ ساعت جب کہ مسلمان فاتحین کے خوف سے عرب سرداروں کے جسم لرزاں تھے اور سینوں میں دل کانپ رہے تھے۔جب مکہ کی بستی ایک دھڑکتا ہوا دل بن گئی تھی تو کیوں اس فاتحین کے سردار نے شمشیر کی قوت سے ان کو مسلمان نہیں بنالیا ؟ اگر ایسا نہیں کیا اور یقیناً نہیں کیا تو پھر حیرت ہے کہ کس دل کے ساتھ یہ لوگ اس سب محبوبوں کے محبوب اور اس بے مثال دلوں کے فتح کرنے والے سے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کی ہر قوتِ جاذبہ کی ناکامی کے بعد تلوار کی قوت کارگر ثابت ہوئی۔مولانا کے دل کا حال میں نہیں جانتا کہ یہ لکھتے ہوئے اس پر کیا گزری تھی یا کیا گزر سکتی تھی مگر اے کاش! کہ ان کا قلم پھٹ جاتا اور سیاہی خون ہو جاتی۔

فتح مکہ کا دن تو وہ دن ہے کہ جو ابدالآباد تک آنحضرت ﷺ کی پاک ذات سے جبر و تشدد کے الزام کی نفی کرتا رہے گا۔ اس دن کی گواہی ایک ایسی پُر شوکت اور بلند بانگ گواہی ہے کہ کتنی ہی صدیاں گزر گئیں مگر آج بھی مؤرخین کے کان اس کو سنتے اور ان کے دل اس پر ایمان لاتے ہیں۔یہ گواہی تو عیسائیوں نے بھی سنی اور اہلِ ہنود نے بھی اسے قبول کیا۔

(مذہب کے نام پر خون صفحہ نمبر 66)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 11 رمئی 2013ء کو لاس اینجلز امریکہ میں ایک پر وقار استقبالیہ تقریب میں خطاب کرتے ہوئے آنحضور ﷺ پر جنگوں کے حوالہ سے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''خدا تعالیٰ کی نظر میں امن اور اس کا قیام ایک عظیم اور اہم ترین مقصد ہے۔اگر کبھی کبھار آپ کو کسی چھوٹے پیمانے پر (امن کی) قربانی دینی پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ قربانی پھر انسانیت کے وسیع تر مفاد میں ہوتی ہے۔ جب اسلام میں پہلی مرتبہ دفاعی جنگ کرنے کی اجازت دی گئی تو اس کی بھی یہی وجہ تھی کہ مسلمان حقیقی امن چاہتے ہیں اور کفار اس امن کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔اگر اس موقع پر جوابی لڑائی کی اجازت نہ دی جاتی تو تمام مذاہب انتہائی خطرہ میں پڑ جاتے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ان لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جارہا ہے (قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔(یعنی) وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع ان میں سے بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیئے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

(سورۃ الحج: 40،41)

لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے امن کے قیام کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور اسی طرح تمام مذاہب کی حفاظت کرنے کے لئے بھی اسلام تمام ذرائع بروئے کار لایا۔یہاں تک کہ جہاں مسلمانوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دی گئی وہاں پر بھی

آنحضرت ﷺ نے مسلمان لشکروں کو انتہائی سخت احکامات صادر فرمائے جن پر عمل کرنا ان پر واجب تھا۔

آنحضرتؐ نے تعلیم دی کہ جنگ میں صرف ان لوگوں سے لڑنا ہے جو کہ جنگ میں براہ راست شامل ہوئے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا واضح حکم دیا کہ کسی بھی معصوم شخص پر ہرگز حملہ نہ کیا جائے۔ نہ ہی کسی عورت، بچے اور معمر شخص پر حملہ کیا جائے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی حکم دیا کہ کسی بھی مذہبی راہنما یا پادری کو اس کی عبادت گاہ میں نشانہ نہ بنایا جائے۔ مزید آنحضرت ﷺ نے تعلیم دی کہ کسی بھی شخص کو جبری مسلمان نہ بنایا جائے۔ آپ ﷺ نے تعلیم دی کہ اگر مسلمانوں کو امن کی خاطر جنگ کرنا پڑے تو عوام الناس میں خوف و ہراس نہ پیدا کریں اور نہ ہی عوام الناس پر سختی کی جائے۔ آپ ﷺ نے تعلیم دی کہ جنگی قیدیوں کو توجہ دی جائے اور ان کا ایسا خیال رکھا جائے کہ جیسے انسان خود اپنا خیال رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے تعلیم دی کہ نہ کوئی عمارت گرائی جائے اور نہ ہی درخت کاٹے جائیں۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 6 رجون 2013ء)

قارئین کرام! آنحضور ﷺ پر ہونے والے جبر کے اعتراضات اور بزور شمشیر دین پھیلانے کے الزامات لگانے والوں کی حقیقت تو گزشتہ سطور میں آگئی ہے۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں تو ظالم معترضین کا اپنا کردار اس معاملہ میں انتہائی بھیانک اور سفاکانہ ہے اور آج کے مہذب دور کے علمبردار بھی شدید جنگی جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ جب ان کے مہلک ہتھیاروں سے معصوم بچے بھی محفوظ نہیں ہیں اور پھر اس خون پر نہ صرف خاموش رہتے ہیں بلکہ اس خون کو درست بھی قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کی پکڑ کے سامان پیدا کرے اور دنیا کو آنحضور ﷺ کی خوبصورت تعلیم اور اسوۂ حسنہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(بقیہ از صفحہ 77)

"آج آنحضرت ﷺ کی حفاظت کیلئے طلحہ جیسے ہاتھوں کی ضرورت ہے۔ وہ جو 27، 28 سال کا نوجوان تھا جس نے احد کی جنگ میں آنحضرت ﷺ کے چہرے کے سامنے اپنا ہاتھ رکھ کر تیروں کو روکا اور تیروں سے زخمی ہونے کے باوجود اس لئے اف نہیں کی کہ کہیں اف کرنے سے ہاتھ اپنی جگہ سے ہل نہ جائے۔ آج (دین) اور آنحضرت ﷺ کی حفاظت کیلئے ابو دجانہؓ جیسے بہادروں کی ضرورت ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی تلوار کا حق ادا کر دیا جب آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنی تلوار عنایت فرمائی۔ اور پھر جنہوں نے اپنا جسم آنحضرت ﷺ کے جسم کے سامنے کھڑا کر لیا یہاں تک کہ تیروں کی بارش سے ان کا جسم چھلنی ہو گیا۔ گو آج زمانہ تیروں کے حملوں سے حفاظت کا نہیں ہے۔ یہ زمانہ تلوار چلانے کا نہیں ہے۔ لیکن آج بھی آنحضرت ﷺ کے دفاع کے لئے اس جوش اور جذبے کی ضرورت ہے جو ہمارے اسلاف نے دکھلایا تھا۔ اس زمانے میں پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے، نیکیوں میں آگے بڑھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کلام سے لیس ہونے کی ضرورت ہے تا کہ (دین حق) پر کئے گئے ہر وار کا مقابلہ کیا جائے اور کوئی تیر آنحضورؐ کے چہرے اور جسم تک نہ پہنچنے دیا جائے۔" (خطاب برموقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی)

مصطفیٰؐ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مُدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

شانِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

(مکرم محمد رفاقت احمد صاحب، اسلام آباد)

یقیناً ہمارے پیارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم زمرۂ انبیاء میں ممتاز اور بلند شان ومقام رکھتے ہیں۔

لفظ شان کے معنی لاتعداد صفات، نئی حالت، بڑے بڑے احوال بڑے بڑے امور ہیں۔حضرت رسول اکرم ﷺ کی امتیازی شان آیت میثاق النبیّین میں بیان کی گئی ہے۔جس میں خدا تعالیٰ نے تمام نبیوں سے وعدہ لیا کہ تم کو کتاب و حکمت سے نوازا گیا ہے۔پھر وہ عظیم رسول آجائے تو تم نے اس رسول پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ نبیوں نے تو اپنے وقتوں پر فوت ہو جانا تھا تو پھر اس وعدہ کے پابند کیسے ہوئے؟ فرمایا کہ یہ عہد نبیوں کے ذریعہ انکی اُمتوں سے لیا گیا۔دوسرا نکتہ یہ بیان فرمایا کہ اس آیت میں لفظ رسول بلاشبہ نکرہ ہے مگر کثرت استعمال اسم نکرہ کو معروف کر دیتا ہے تو اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تمام نبیوں سے اور تمام امتوں سے ان کے نبیوں کے ذریعہ وعدہ لیا کہ تمہاری موجودگی میں اگر وہ عظیم الشان رسول آجائے تو تم نے اس رسول پر ایمان لانا ہوگا۔اور اس کی جنگوں میں، دعوت الی اللہ کے میدان میں اور دیگر مہمات جلیلہ میں مدد کرنا ہوگی۔سب نبیوں نے وعدہ کیا کہ ہم اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہیں ایسا ہی کریں گے۔پس گواہ رہو میں (اللہ تعالیٰ) تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔یہ عظیم الشان اقرار نامہ ہے۔جس کے اقرار کرنے والے سب انبیاء ہیں اور اس معاہدہ پر شہادت اللہ تعالیٰ کی ہے۔آیت میثاق النبیّین سے یہ امر بھی واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعہ تمام سابقہ رسولوں اور کتابوں کی سچائی ظاہر ہوئی۔یہ آپ ؐ کا عظیم احسان ہے سب اُمتوں پر۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میثاق والا امتیاز کائنات میں صرف اور صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ**

(الفوائد المجموعہ از علامہ شوکانی صفحہ 326)

اگر محمدؐ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ کائنات ہی نہ بنائی جاتی۔حضورؐ کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”ہر ایک وجود اس کے (یعنی محمدؐ) کے وجود سے ظہور پذیر اور ہر ایک تعین اس کی تعین سے خلعت پوش ہے۔ایسا ہی نقطۂ محمدیہ جمیع مراتب مؤثر ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء بلکہ تمام کائنات کی علّتِ غائی ہیں۔“

(سرمہ چشم آریہ۔روحانی خزائن جلد دوم ص188)

اس کتاب میں حضرت مسیح موعود نے حضور ﷺ کی ارفع شان میں سورۃ نجم کی آیات درج فرمائی ہیں۔جن کا مطلب یہ ہے۔وہ چمکتا ہوا ستارہ۔نفس سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی وحی سے بولتا ہے۔اعتدال پر قائم ہے اور بلند مقام پر فائز ہے۔خدا تعالیٰ کے اتنے قریب کہ قاب قوسین ”جیسے دو قوسوں کا اجتماع“۔مفسرین نے تو عربوں میں ایک دستور کے مطابق

دوقوسوں سے مراد یہ لی ہے کہ عربوں میں جب صلح ہوتی تھی تو دو کمانوں کو ملا کر اکٹھا تیر چلاتے اور مراد رضامندی کا اظہار ہوتا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دوقوسوں (Arcs) نے دائرہ تشکیل دیا ہے۔ قوسِ الوہیت اور قوس بشریت۔ دائرہ ہی نہیں اَوْاَدْنٰی بلکہ اس سے بھی قریب تر (Sphere)۔ تمام محور (Axes) محیط کے ہر نقطہ کو چھوتے ہیں اور ان (Axes) کا اجتماع ایک مرکز پر ہوتا ہے یہ نقطہ ہی حقیقت محمدیہؐ ہے اور اس نقطہ مرکزیہ میں سوائے حضرت محمد عربیؐ کوئی اور نبی یا ارباب صدق وصفا میں کوئی فرد شریک نہیں۔ اس لئے قرآن کریم میں ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا ہاتھ خدا تعالیٰ کا ہاتھ اور آپؐ کا کنکر پھینکنا خدا تعالیٰ کا پھینکنا تھا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”نقطہ مرکز اس کمال کی صورت ہے جو صاحب وتر کو بہ نسبت جمیع دوسرے کمالات کے اعلیٰ وارفع واخص وممتاز طور پر حاصل ہے۔ جس میں حقیقی طور پر مخلوق میں کوئی اس کا شریک نہیں، ہاں اتباع و پیروی سے ظلّی طور پر شریک ہوسکتا ہے۔ اب جاننا چاہئے کہ دراصل اسی نقطۂ وسطی کا نام حقیقت محمدیہؐ ہے“۔ (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد دوم ص 185)

کائنات کی چار علّتیں ہیں۔ علت مادی، کہ کائنات کے عناصر، علت صوری یعنی ان عناصر کی شکل وترتیب، علت فاعلی کہ اس کائنات کو بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے، علت غائی یعنی مقصود کائنات۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء واولیاء بلکہ تمام کائنات کی علّت غائی ہیں“ (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد دوم ص 188)

حضرت مسیح موعودؑ نے فارسی کے ایک شعر میں فرمایا کہ فنافی اللہ ہونے کی وجہ سے حضورؐ کی شان نے آپ کو احمد سے بحذف میم احد بنا دیا۔ (آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم) اس پر بعض مخالفین نے کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ مگر اس عاشق رسولؐ نے کیا عارفانہ جواب دیا۔

بعد از خدائے بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

آپؐ کی شان واقعہ معراج سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ معراج میں حضور ﷺ پہلے آسمان پر تشریف لے گئے تو جناب آدم علیہ السلام کو دیکھا دوسرے پر فلاں فلاں نبی تیسرے پر حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام تھے۔ اسی طرح باقی آسمانوں پر۔ حضورؐ کا مقام ہے کہ آپؐ سب سے آگے نکل گئے۔ اور خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپؐ تمام انبیاء کی امامت کروائیں۔ اسی لئے حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا: **انا قائد المرسلین ولا فخر**۔ (سنن الدارمی المقدمہ باب ما اعطی النبی حدیث 49)

اس طرح آپؐ نے فرمایا۔ میں اس وقت بھی نبی تھا کہ آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھا۔

(درمنثور، سورۃ الاحزاب زیر آیت 46)

بعض نے اس کی غلط تاویل کر دی کہ خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ حضورؐ آئندہ نبی ہونگے۔ یہ بات علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص الکبریٰ میں لکھی اور جواباً فرمایا کہ ان معنوں سے تو حضور ﷺ کی کوئی فضیلت باقی نہیں رہتی حالانکہ یہ حدیث حضور ﷺ کی مدح میں ہے۔ اس مفہوم کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بھی اپنی کتاب ”تحذیر الناس“ میں بیان کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت بالذات ہے یعنی اصل اور دیگر انبیاء کی نبوتیں بالعرض یعنی ظل ہیں۔ مولانا نے آگے بتایا ہے کہ اس صورت میں حضور ﷺ کی فضیلت انبیاء کے افراد خارجیہ پر ہی نہ ہوگی بلکہ افراد مقدرہ پر بھی ثابت ہو جائے گی۔

ایسا عظیم الشان نبی کہ تکالیف کے پہاڑ آئے آپ پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا مگر حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔ بلکہ

ہمارے پیارے نبیؐ ہمیشہ یہی فرماتے کہ **اللّٰھم اھد قومی فانّھم لایعلمون۔**

آپ ﷺ کی زندگی کے حالات محفوظ ہیں۔ جس میں آپؐ یکتا اور منفرد ہیں۔ دوستوں اور دشمنوں نے آپؐ کی زندگی کے واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ ہندو دھرم کو دیکھیں کہ اس کے بانی رشیوں کے ناموں تک میں اختلاف ہے۔ بدھا کی تعلیم میں اختلاف ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے چند واقعات کے سوا سارے واقعات زندگی نامعلوم ہیں۔

آپ ﷺ کی زندگی ایسی کہ تمام ادوار آئے یتیمی سے لیکر شہنشائیت تک، بچپن، جوانی، بڑھاپا، شادیاں کیں اور صاحب اولاد ہوئے۔ دوستوں اور دشمنوں سے پالا پڑا۔ امن کا زمانہ آیا۔ خوفناک جنگوں کے مواقع پیدا ہوئے۔ معاہدات کئے، صلح بھی کی، جانی دشمنوں پر غلبہ ہوا۔ یہ جامع زندگی حضور اکرمؐ کی امتیازی شان ہے جو کسی اور نبی کو نہ ملی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ایک خاص کمال تبلیغ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاص کمال اتمام حجت کا بہترین انداز تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کمال مظلوموں کی مدد کرنا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا کمال نازک حالات میں عفت اختیار کرنا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کا کمال مشکل میں صبر وحلم تھا۔ اس طرح حضرت محمد ﷺ جملہ کمالات کے جامع اور یگانہ حیثیت کے مالک ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قرآن کریم میں حضرت رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی محمدؐ چار مرتبہ آیا ہے۔ اسم کا ماخذ حمد ہے۔ جس کے معنی **الذی کَثُرَتْ خِصَالُہُ الْمَحْمُوْدَۃُ** (لسان العرب زیر مادہ حمد) یعنی بے حد تعریف کیا گیا۔ تاج العروس میں لکھا ہے کہ ایام جاہلیت میں لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک عظیم الشان نبی محمدؐ آنے والا ہے تو انہوں نے تبرکاً اپنے بچوں کے نام محمد رکھنا شروع کر دیئے۔ اسی لغت میں سات ایسے بچوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ (تاج العروس زیر مادہ حمد)

حمد کی نسبت سے عرض ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا دل حمد الٰہی سے بھرا ہوا تھا۔ کسی حال میں خدا سے شکایت کا وہم نہ تھا۔ صبح اُٹھتے تو حمد، دوپہر کو حمد، غروب آفتاب پر حمد، رات کو سوتے ہوئے حمد، رات کو اٹھ کر حمد غرض آپ کا سینہ ہر حال حمد الٰہی سے لبریز تھا۔ اسی وجہ سے حضورؐ کا صفاتی نام احمد ہوا۔ اس صفتِ احمدیت میں آپؐ کا مقام منفرد اور حد درجہ اعلیٰ ہے۔ جب خالق کی حمد کی تو خالق خدا نے بھی مخلوق میں سب سے بڑھ کر آپ کی تعریف و حمد کروائی اس لئے آپؐ کا نام حضرت محمدؐ ہوا۔ سورۃ طٰہٰ کا آغاز ہی طٰہٰ سے ہے۔ یعنی کامل وجود۔ حروف ابجد کے لحاظ سے اس کے چودہ عدد ہیں۔ اسی وجہ سے علماء صوفیاء نے آپؐ کو چودھویں کے چاند کی مانند قرار دیا ہے۔ اہل عرب کہتے تھے۔ **عَشِقَ محمدٌ رَبَّہٗ** کہ محمدؐ تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔ ایسا عظیم الشان نبیؐ جس کیلئے نبی دعائیں کرتے تھے۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ دعا کرتے ہیں۔ **رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ** یعنی اے ہمارے ربّ بنی اسماعیل سے ایک عظیم الشان رسول معبوث فرما۔ پہلے انبیاء کسی نہ کسی قوم سے مخصوص تھے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو **اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا** (مزمل) کہا حضرت مسیح علیہ السلام کو **وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ** کہا گیا۔ مگر یہ محبوب و معشوق تمام قوموں کیلئے نبی ہیں۔ **قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً** (اعراف: 161) دوسری جگہ ہے۔ **وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ** (سبا) کافۃ میں پوری نسل انسانی شامل ہے۔

احادیث میں حضور ﷺ کی امتیازی شان

احادیث میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی امتیازی شان یوں بیان ہوئی ہے۔حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا مجھے دیگر نبیوں پر پانچ امور میں فضیلت دی گئی ہے۔(1) خدا تعالیٰ نے میری رعب سے مدد فرمائی۔چنانچہ بدر ہو یا احد یا تبوک ہر محاذ پر خدا تعالیٰ نے شان کے ساتھ اپنے پیارے نبیؐ کی مدد فرمائی۔(2) میرے لئے مال غنائم حلال ہوئے۔(3) میرے لئے روئے زمین مسجد بنا دی گئی۔(4) میں تمام اقوام کیلئے رسول بنایا گیا۔(5) مجھے ہی کلمہ عطا کیا گیا۔

(بخاری، کتاب الصلوٰۃ حدیث:438)

اسی کلمہ طیبہ کو قرآن مجید نے پاکیزہ درخت سے تشبیہ دی ہے۔ایسا درخت جس کی جڑیں مضبوط ہوں۔اور جڑیں بھی ایسی کہ انکے سہارے شاخیں دور دور تک پھیلی ہوں۔اور ایسا درخت جو ہر موسم میں پھل دے۔

ایک امتیاز یہ کہ آپؐ کو جو کتاب ملی بے نظیر ہے۔ایسی کتاب جو سب شرائع کی جامع فیھا کتب قیمۃ جس میں دائمی صداقتیں جمع ہیں۔قائم رہنے والی کتاب ہے کتاب ایسی جو فرقان ہے۔ایسی کتاب جو کامل تعلیم و نعمت کی حامل ہے۔ الیوم اکملتُ لکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ دین کامل اور نعمت بھی ایسی کہ اس سے بڑھ کر تصور نہیں ہو سکتی۔اس تعلیم میں ناسخ و منسوخ نہیں۔اس کی حفاظت کا وعدہ ہے۔اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّکر وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) قیامت تک قرآن کی حفاظت کا وعدہ ہے۔فی لوح محفوظ۔لفظی حفاظت کا بندوبست حفاظ اور اشاعت سے کیا گیا۔اور معنوی حفاظت کا انتظام مجددین، سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت احمدیہ کی برکت سے ہو رہا ہے۔یہ کتاب قرآن کریم جو اس عظیم الشان نبی ﷺ کو ملی اس کی مثال نہیں ہے۔یہ ہدایت کامل ہے۔حکیم ہے اس میں شفاء ہے قوموں کی زندگی ہے۔کریم ہے قائم رہنے والی صداقت ہے۔پہلی کتابوں کی مصدق ہے۔ہدایت کا رستہ مقرر کرتی ہے۔پھر اس کی نشاندہی کرتی ہے اور اس پر چلنے والوں کیلئے استقلال پیدا کرتی ہے۔

قرآن کریم میں رسول کریمؐ کو کہیں مزمل کہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا منتظر۔کہیں مدثر کہ خدا کا حکم ملتے ہی اطاعت کیلئے تیار سپاہی۔کہیں فرمایا شاہد ہے۔نذیر و مبشر ہے اور ایک جگہ فرمایا سراجاً منیرًا۔ایسا چراغ جس سے چراغ روشن ہوں۔سورۃ نور میں اس نور کی مثال یوں دی۔وہ چمکدار بھی ہے کمزور نہیں۔اس چراغ میں جو تیل جلتا ہے وہ زیتون ہے۔زیتون کے تیل میں کمال درجہ صفائی ہوتی ہے۔یہ ایسا نور ہے جو صرف مغرب یا صرف مشرق کیلئے نہیں بلکہ کل عالم پر محیط ہے۔اس عظیم رسولؐ کی صداقت کے بیان کرنے کا دستور بھی بڑا نرالا ہے۔کہیں قلم کی قسم ہے کہیں دوات کی قسم کہ جس سے لکھا جائے۔مراد یہ ہے کہ سب علوم حضور ﷺ کی سچائی پر گواہ ہیں۔سورۃ ہود میں حضورؐ کی صداقت کا انداز ایسا ہے جو ہر نبی سے ممتاز کرتا ہے فرمایا اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ. (ہود:18) کوئی زمانہ حضورؐ کی سچائی کی شہادت دینے سے خالی نہیں۔نہ ماضی نہ موجودہ زمانہ اور مستقبل کا دور۔

اس عظیم نبی ﷺ کو ایسی امت ملی جو ایمان لایا آپ ﷺ کا عاشق ہو گیا۔قرآن کریم میں ہے۔یہ محبت دنیا کی کوئی دولت پیدا نہیں کر سکتی تھی نہ کوئی دنیا کی لالچ۔بلکہ یہ تو حضرت محمدؐ کی محبت کی شعائیں تھیں کہ صحابہؓ کہنے لگے ہم آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے۔پیچھے بھی لڑیں گے دائیں اور بائیں بھی لڑیں گے۔اندازہ تو کریں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے مشکل میں ساتھ چھوڑ دیا کہ جا تو اور تیرا ربّ

لڑے۔حواریوں نے آزمائش میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ دیا۔مگر حضور ﷺ کے ماننے والوں کی خبر تورات میں ہے کہ:

"وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کیلئے تھی ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔" (عہدنامہ قدیم: استثناء باب 33 آیت 2)

قوتِ قدسی کے لحاظ سے آپ ﷺ کا ممتاز مقام ہے۔قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبون اللّٰه فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ (آل عمران:32)

خدا تعالیٰ سے اگر محبت کرنی ہے تو محمد ﷺ کی محبت مشروط ہے۔تبھی تو آپ نے فرمایا: آج اگر موسیٰ وعیسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے یعنی میری پیروی کے بغیر خدا کو نہ پاسکتے۔آپ کی تاثیر ایسی تھی کہ امتیوں کو مسیحا بنا دیا۔ اناجیل میں تو یسوع کے مردے زندہ کرنا ایک افسانہ بیان ہوا ہے۔مگر حضور ﷺ کے زندہ کئے ہوئے مردے کبھی نہ مریں گے۔دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں زندہ کرنے کیلئے بلاتا ہے۔آپؐ کی قوت قدسیہ ایسی ہے کہ صاحب کوثر۔اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں۔کفار مکہ طعنہ دیا کرتے تھے کہ آپؐ کی نرینہ اولاد نہیں۔مگر آپؐ کو ایسی روحانی اولاد ملی کہ قیامت تک آپ کا ذکر جاری رہے گا۔دشمن جو کہتے تھے وہی ابتر ہو گئے ان کا ہی ذکر مٹ گیا۔وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح:5)

تمام اخلاق تعلیم دینے آئے۔مگر یہ پیارا رسول محض اخلاق کی تعلیم نہیں بلکہ فرمایا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ الْمَكَارِمَ الْاَخْلَاقَ۔

(مستدرک حاکم کتاب التواریخ، باب ومن کتاب آیات رسول اللہ حدیث: 4221)

نسل انسانی کو اخلاق کی بلندیوں تک پہنچانے آیا ہے۔حضور ﷺ سے کسی نے پوچھا آپ کے اخلاق کی تعداد کتنی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا تم بتلاؤ دنیا کی نعمتیں کتنی ہیں؟ سائل حیران ہو گیا کہ دنیا کی لاتعداد نعمتیں کیسے گنواؤں؟ اسی حیرانی پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔اے سائل دنیا کی نعمتیں تم نہیں بتا سکتے جس کے بارہ میں ہے وَمَتَاعٌ قَلِيْلٌ تو میں اپنے اخلاق کیسے بتلاؤں جن کی تعریف میں ہے۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:5) آپؐ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔جن پر اخلاق اتمام ہو گئے۔صحابہؓ نے حضرت عائشہؓ سے عرض کی کہ ہمیں آنحضرتؐ کے اخلاق کی خبر دیں۔تو آپؓ نے فرمایا۔حضور ﷺ کا خلق تو قرآن ہی تھا۔ جس قدر صفات انبیاء ومومنین کی قرآن مجید میں بیان ہیں۔ یا جن کی طرف قرآن نے توجہ دلائی ہے وہ سب آپؐ میں موجود تھیں۔ایسے اخلاق فاضلہ کہ عرب نے سر جھکا دیا۔وہ دن بھی دور نہیں جب کل عالم سر جھکا دے گا۔ایسا کمال حسن خلق تھا کہ بلند سے بلند مقام عطا ہوا مگر اخلاق عالیہ میں کوئی فرق نہ پڑا۔اہل عرب آپؐ کے اخلاق کی وجہ سے آپ کے صدوق اور الامین ہونے کے قائل تھے تو آخر میں اخلاق نبویؐ نے ہی دنیا کی متکبر ترین قوم کو ایسا رام کیا کہ جان، مال، عزت سب کچھ آپؐ پر قربان کر دیا۔

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبیؐ کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار
نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اِک نور تھے
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار
(درثمین صفحہ 143)

فیضان و برکات درود شریف

’’کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا‘‘

(مکرم احمد طاہر مرزا، مدیر انصاراللہ)

قرآن کریم کے سات سو احکامات میں سے برکات و فیضان کا حامل ایک عظیم المرتبت ارشاد جو حضور ﷺ کی شان رسالت تمام انبیاء پر فائز کر دیتا ہے یہ ہے کہ:

یقیناً اللہ اور اُس کے فرشتے نبیؐ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی اُس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔ (سورۃ الاحزاب: 57)

درود کی اہمیت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ کوئی دعا بھی اس وقت بارگاہ الٰہی میں کامل قبولیت کا درجہ نہیں پا سکتی جب تک اس میں درود شریف نہ شامل کیا جائے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود بھیجنے کے کیا معنی ہیں؟ اس کے جواب میں حضرت امام بخاریؒ کا قول ہے کہ: صَلٰوةُ اللّٰهِ ثَنَاؤُهٗ عَلَيْهِ عِنْدَ مَلَائِكَةِ

(بخاری، کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الاحزاب، زیر آیت 57)

کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کے اجتماع میں اپنے محبوب ﷺ کی شان بیان کرتا ہے۔

درود کے بارہ میں حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاةً

(الجامع الاخلاق الراوی از خطیب بغدادی جلد 2، صفحہ 103 حدیث: 1304)

بروز قیامت لوگوں میں سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔

عصر حاضر میں دشمنان دین متین اپنی بیہودہ گوئی اور استہزاء میں حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں تاہم اللہ تعالیٰ نے مستقل حکم فرما کر اہل ایمان کو ان کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تمہارا کام اس رسول ﷺ پر درود اور سلام بھیجنا ہے۔ سرکار دو عالمؐ کا انتقام لینے کیلئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ماہ ستمبر و اکتوبر 2012ء کے خطبات جمعہ میں متعدد مرتبہ ہمیں درود شریف کا ورد کر کے آسمانی اور زمینوں فضاؤں کو معطر کرنے کی تلقین فرمائی۔ اسی طرح 2013ء اور 2014ء کے خطبات و خطابات میں بکثرت درود شریف پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔

درود شریف کا ورد انسان کو پاکیزہ کر دیتا ہے۔ اس بارہ میں رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ الصَّلَاةَ عَلَیَّ زَکٰوةٌ لَّکُمْ۔

مجھ پر درود پڑھا کرو۔ بلاشبہ مجھ پر (تمہارا) درود پڑھنا تمہارے لئے (روحانی و جسمانی) پاکیزگی کا باعث ہے۔

(المصنف، ابن أبي شيبة، جلد دوم صفحہ 253 حدیث: 8704)

درود شریف کے فیضان کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’درود شریف کے طفیل ...... مَیں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت ﷺ کی طرف

جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت ﷺ کے سینے میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لاانتہا نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت ﷺ دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اُس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اُس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔"

(الحکم مؤرخہ 28 فروری صفحہ 1903ء صفحہ 7)

روئے زمین پر مومنوں میں سے شاید ہی کوئی ایسا گھرانا ہو جس نے کبھی حضور ﷺ پر درود نہ بھیجا ہو۔ وہ حدیث تو ہر مسلم گھرانے کے علم ہے کہ بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

(ترمذی ابواب الدعوات، حدیث: 3891)

برکات درود شریف

کوئی دن ایسا خالی نہیں گزرنا چاہئے جس میں درود میں ناغہ ہو۔ درود شریف پڑھتے رہنا چاہئے۔ آپ انشاء اللہ حضور ﷺ کے خادموں میں شامل رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سارے تفکرات کی کفایت کرے گا اور آپ کی تمام حاجات پوری کرے گا۔ درود و سلام بھیجنے کی برکت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ درود پڑھنے والے پر خود درود بھیجتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خوشخبری سنائی کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے:

مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلَّیْتُ عَلَیْہِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْہِ.

(مستدرک حاکم، جلد اول صفحہ 735، حدیث: 2019)

جو شخص آپ پر درود پڑھتا ہے میں اس پر درود پڑھتا ہوں اور جو کوئی آپ کو سلام عرض کرتا ہے میں اس پر سلام بھیجتا ہوں۔

برکات درود میں سے ایک برکت یہ بھی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو ہر روز یا ہر شب مجھ پر درود بھیجے گا۔ مجھ پر اس کی شفاعت کرنا واجب ہو گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو۔ بیشک تمہارا درود مجھ تک پہنچتا رہتا ہے۔ اہل دنیا تو اپنی حاجات کیلئے حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں مگر خالصۃً حُبّ رسول ﷺ سے سرشار بے نفس اور بے غرض ہو کر اس حبیب کبریا پر درود بھیجتے ہیں۔ پس زندگی اسی کا نام ہے کہ نمازوں کے علاوہ بھی دن کے کسی نہ کسی حصہ میں درود کا ورد جاری رہے۔ کیونکہ حضرت امام الزمان علیہ السلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ:

بھیج درود اُس محسن پہ تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کا سردار

درود شریف کے فضائل و برکات کے بارہ میں سیرت و تصوف کی کتب میں بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے درود شریف کی اہمیت مزید واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مجھ پر ایک سو مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کریگا۔

درود دعا بھی ہے اور دوا بھی درود اللہ تعالیٰ اور ملائکۃ اللہ کی سنت بھی اور قبولیت دعا کا سبب بھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضور ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں رونق افروز تھے۔ جب میں نماز پڑھ کر بیٹھ گیا تو پہلے میں نے اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر حضور ﷺ پر درود پڑھا

پھر اپنے لئے دعا مانگی تو حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

سَلْ تُعْطَهْ، سَلْ تُعْطَهْ.

مانگ تجھے عطا کیا جائے گا، مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔

(جامع ترمذی، ابواب السفر، باب ماذکر فی الثناء علی اللہ والصلاۃ علی النبی ﷺ، حدیث: 593

کوئی بھی ایسی مشکل جس سے چھٹکارا پانا ناممکن نظر آ رہا ہو ایسی حالت میں روزانہ بکثرت درود پڑھنا مشکلات میں کفایت کرتا ہے۔ جو کوئی اپنے رزق میں برکت فراخی اور کشادگی چاہتا ہو اور صدقہ دینے کیلئے اس کے پاس کوئی چیز نہ ہو تو درود و سلام کا ورد کرے۔ اس سے رزق میں وسعت اور برکت پڑتی ہے۔ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے پر دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجات بلند کر دیے جاتے ہیں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ ، وَرُفِعَ عَشْرُ دَرَجَاتٍ

(جامع الحدیث، کتاب الدعا باب الصلوۃ علی النبیؐ حدیث: 2473)

جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو تم بھی وہی الفاظ دہراؤ جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جس شخص نے مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس گنا رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر فرمایا: میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو یہ جنت کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک کو ملے گا اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ وہ مَیں ہی ہوں گا۔ جس کسی نے بھی میرے لئے اللہ سے وسیلہ مانگا اس کے لئے شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم يصلى على النبیؐ، حدیث نمبر 875)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر درود کا بکثرت ورد کرنے سے جو بے انتہاء برکات نازل ہوئیں ان کے بارہ میں فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔ بجز وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں۔ جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (سورۃ المائدۃ: 36) تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے آئے ہیں اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راستے سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں هٰذا بِمَا صَلَّيْتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ“۔ (ﷺ)

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22، نظارت اشاعت ربوہ ص 128 ح)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اس کا جواب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دے گا تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔

حضرت کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپؐ پر سلام کس طرح بھیجا جائے لیکن یہ پتہ نہیں کہ آپؐ پر درود کیسے بھیجیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم مجھ پر اس طرح درود بھیجا کرو۔ اے اللہ تو محمدؐ اور محمدؐ کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے ابراہیمؑ کی آل پر درود بھیجا۔ اے اللہ تو محمدؐ اور محمدؐ کی آل کو برکت عطا کر جس طرح تو نے ابراہیمؑ کی آل کو برکت عطا کی تو حمد والا اور

بزرگی والا ہے۔

حضرت فضالہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا۔ نہ اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی۔ اور نہ آنحضرتؐ پر درود بھیجا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ اس نے جلد بازی سے کام لیا ہے اور صحیح طریق سے دعا نہیں کی۔ آپؐ نے اس شخص کو بلایا اور فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز میں دعا کرنے لگے تو پہلے اپنے رب کی حمد وثناء کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اس کے بعد حسب منشاء دعا کرے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب الدعا)

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ جب صبح کو تشریف لائے تو حضور کے چہرے پر خاص طور پر بشاشت تھی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج حضورؐ کے چہرۂ انور پر خاص طور پر خوشی کے آثار ہیں۔ فرمایا ہاں۔ اللہ کی طرف سے ایک فرشتے نے آ کر مجھے کہا ہے کہ تمہاری اُمت میں سے جو شخص تم پر ایک بار عمدگی سے درود بھیجے گا اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کی دس نیکیاں لکھے گا اور اس کی دس بدیاں معاف فرمائے گا۔ اور اُسے دس درجے بلند کرے گا۔ اور ویسی ہی رحمت اس پر نازل کرے گا جیسی اس نے تمہارے لئے مانگی ہے۔

(مسند احمد جلد 5 حدیث: 16466 عالم الکتب بیروت، 1998ء)

آنحضرت ﷺ کی خوشی اُمت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اظہار کی وجہ سے تھی۔ پس ہمارا کام ہے کہ اس رحمت کو لینے کے لئے آگے بڑھیں۔ خالص ہو کر آنحضرت ﷺ پر درود بھیجیں۔ اپنے گناہوں کی معافیوں کے بھی سامان کریں اور آئندہ نیکیاں کرنے کی توفیق ملنے کی بھی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کے سامان کریں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کروں گا۔

(جلاء الافہام، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ 1375ھ، صفحہ 70)

قبولیتِ دعا کے گُر

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ

(ترمذی، ابواب الصلوۃ حدیث: 448)

بے شک دعا آسمان اور زمین کے درمیان رکی رہتی ہے اور کوئی دعا اوپر نہیں جاتی یہاں تک کہ آپ نبی ﷺ پر درود بھیجیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ پر زیادہ درود پڑھتا ہوں، تو آپ ﷺ کا کیا خیال ہے کہ میں آپ پر کتنا درود پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: مَا شِئْتَ جتنا چاہو۔ میں نے کہا چوتھا حصہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ جتنا چاہو اور اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: آدھا حصہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ جتنا چاہو اور اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: دو تہائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ جتنا چاہو اور اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: میں آپ پر درود ہی پڑھتا رہوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: إِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ تب تمہیں تمہاری پریشانی سے بچا لیا جائے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ایک روایت ہے میں ہے: إ

ذَنْ یَکْفِیْکَ اللّٰہُ ھَمَّ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ تب تمھیں اللہ تعالیٰ دنیاو آخرت کی پریشانیوں سے بچالے گا۔

(جامع ترمذی، أبواب صفة القيامة، باب مَا جاءَ فِي صفةِ أوانی الحَوْضِ، حدیث: 2457)

درود شریف پر مداومت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہر بیعت کرنے والوں کو جو نصائح فرماتے ان میں شرائط بیعت پر عمل کرنے کے علاوہ بھی درود شریف کی برکات سے حصہ لینے کی تاکید فرماتے۔ اس سلسلہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب دہلوی نے بیان کیا:

”بعض لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بیعت کرنے کے بعد سوال کیا کرتے تھے۔ کہ حضور کسی وظیفہ وغیرہ کا ارشاد فرماویں۔ اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر یوں فرمایا کرتے تھے۔ کہ نماز سنوار کر پڑھا کریں۔ اور نماز میں اپنی زبان میں دعا کیا کریں۔ اور قرآن شریف بہت پڑھا کریں...... استغفار کیا کریں۔ سورۃ فاتحہ پڑھا کریں۔ درود شریف پر مداومت کریں۔ اسی طرح لاحول اور سبحان اللہ پر مواظبت کریں اور فرماتے تھے کہ بس ہمارے وظائف تو یہی ہیں۔“ (سیرۃ المہدی، حصہ اول روایت:475)

تمام برکات درود شریف کی بدولت

سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:

”صل علیٰ محمد و ال محمد سید ولد آدم و خاتم النبیین۔ اور درود بھیج محمد اور آل محمد پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ﷺ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضلات اور عنایات اسی کے طفیل سے ہیں اور اسی سے محبت کرنے کا یہ صلہ ہے۔ سبحان اللہ اس سرور کائنات کے حضرت احدیّت میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں اور کس قسم کا قرب ہے کہ اس کا محبّ خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔“

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 597)

کل عالم پر محیط برکات درود شریف

اس کائنات میں حضور سرور کونین ﷺ وہ واحد ذات گرامی ہیں جن پر چوبیس گھنٹوں میں ہر لحہ کہیں نہ کہیں درود بھیجا جارہا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کہیں نہ کہیں ضرور نمازیں ادا کی جارہی ہوتی ہیں جن میں بکثرت درود شریف پڑھا جاتا ہے جیسا کہ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیروی فرماتے ہیں:

”میں نے مختلف مذاہب کی کتابوں۔ انکے ہادیوں اور نبیوں کے حالات کو پڑھا ہے۔ اس لئے دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی قوم اپنے ہادی کیلئے ہر وقت دعائیں نہیں مانگتی ہے۔ مگر مسلمان ہیں کہ دنیا کے ہر حصہ میں ہر وقت ہر آن اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ کی دُعا آپ کیلئے کررہے ہیں۔ جس سے آپ ﷺ کے اور مراتب ہر آن بڑھ رہے ہیں۔ یہ خیالی اور خوشکن بات نہیں۔ واقعی اسی طرح پر ہے۔ دنیا کے ہر آباد حصہ میں مسلمان آباد ہیں اور رہر وقت ان کی کسی نہ کسی نماز کا وقت ضرور ہوتا ہے جس میں لازمی طور پر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھا جاتا ہے۔ مقررنمازوں کے علاوہ نوافل پڑھنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ اور درود شریف بطور وظائف کے پڑھنے والے بھی کثرت سے ہیں۔ اس طرح پر آپ ﷺ کے مراتب و مدارج کا اندازہ اور خیال بھی ناممکن ہے۔ یہ عزت اور یہ فخر کسی اور ہادی کو دنیا میں حاصل نہیں ہوا۔“

(الحکم قادیان 10 فروری 1904ء صفحہ 4)

ہمارا یہ طرز عمل ہونا چاہئے کہ درود شریف کا ورد کر کے اپنے دامن کو فیضان الٰہی سے بھر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو مقام و مراتب عطا فرمائے اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2 جنوری 2009ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسیح و مہدی ہونے کے مقام کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ یہ اسی دُرود کی وجہ سے تھا جو آپ آنحضرت ﷺ سے بے پناہ عشق کی وجہ سے آپ ﷺ پر بھیجتے تھے...... پس آج ہمارا کام ہے کہ جب دنیا میں ایک دوسرے کے لئے نفرتوں کی دیواریں بلند ہو رہی ہیں۔ (مومن) کہلا کر پھر ایک دوسرے سے نفرت کے بیج بوئے جاتے ہیں تو یہ دُرود پڑھیں، دعائیں کریں۔ ایک ہمدردی کے جذبے سے اُمّتِ محمدیہ کے لئے بھی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی حقیقی رنگ میں دُرود شریف کی پہچان کرنے والا بنائے۔"

(خطبہ جمعہ 2 جنوری 2009ء از خطبات مسرور جلد ہفتم ص 8)

جس کا دنیا میں غلبہ مقدر ہو چکا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 21 ستمبر 2012ء کے خطبہ میں برکات درود کا یوں ذکر فرمایا:

"یہ تو ایسا عظیم نبی ہے جس پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔ مومنوں کا کام ہے کہ اپنی زبانوں کو اس نبی پر درود سے تر رکھیں اور جب دشمن بیہودہ گوئی میں بڑھے تو پہلے سے بڑھ کر درود و سلام بھیجیں...... یہی درود ہے اور یہی نبی ہے جس کا دنیا میں غلبہ مقدر ہو چکا ہے۔ پس جہاں ایک احمدی (۔) اس بیہودہ گوئی پر کراہت اور غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے وہاں ان لوگوں کو بھی اور اپنے اپنے ملکوں کے ارباب حل و عقد کو بھی ایک احمدی اس بیہودہ گوئی سے باز رہنے اور روکنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانی چاہئے۔ دنیاوی لحاظ سے ایک احمدی اپنی سی کوشش کرتا ہے کہ اس سازش کے خلاف دنیا کو اصل حقیقت سے آشنا کرے اور اصل حقیقت بتائے۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت کے خوبصورت پہلو دکھائے۔ اپنے ہر عمل سے آپ کے خوبصورت اُسوۂ حسنہ کا اظہار کر کے اور (دین حق) کی تعلیم اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی عملی تصویر بن کر دنیا کو دکھائے۔"

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 564-565)

درود شریف حضور ﷺ کو پیش کیا جاتا ہے

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی بعض خصوصیات ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ ؟ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ ؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ.

لہٰذا تم اس دن مجھ پر زیادہ درود بھیجا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ (قبر میں آپ کا جسدِ اطہر) تو بوسیدہ ہو جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

(سنن ابو داود، کتاب الصلوٰۃ حدیث: 1049)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور عظمت شان

غیر مسلموں کے اعترافات

❖ حضرت محمد ﷺ کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے

❖ اللہ کرے کہ دنیا اس عظیم ترین انسان کے مقام کو سمجھے اور آپؐ کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کرے

❖ دنیا کے نجات دہندہ صرف اور صرف آپ ﷺ ہیں اور ہر حقیقت پسند منصف اور سچے غیر مسلم کا بھی یہی بیان ہوگا

❖ پہلے انبیاء کی سچائی بھی آپ ﷺ کی پیروی سے ہی ثابت ہوتی ہے

"دنیا کو آپ ﷺ کی سیرت سے آگاہی دینا بھی ہمارا کام ہے۔اس کے لئے ہر قسم کا ذریعہ ہمیں استعمال کرنا چاہئے ......بعض لوگوں کی فطرت ایسی ہوتی ہے یا دنیا میں ڈوب کر ایسے بن جاتے ہیں کہ اُن پر دنیا داروں کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔دنیا دار اگر کوئی بات کہہ دے تو ماننے کو تیار ہو جاتے ہیں یا اُن پر اپنے لوگوں کی باتوں کا اثر زیادہ ہوتا ہے بجائے اس کے کہ ایک بات آنحضرت ﷺ کے بارے میں ایک (مومن) سے سنیں۔اگر اُن کے اپنے لوگ کہیں تو بعض دفعہ اُس پر غور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس لئے اُن کے اپنے لوگوں کے، مشہور لوگوں کے جو کتابیں لکھنے والے ہیں، سکالرز ہیں، رائٹرز ہیں، اُن کے تاثرات آنحضرت ﷺ کی سیرت کے بارے میں ایسے لوگوں تک پہنچانے چاہئیں۔اس وقت میں ایسے ہی کچھ لوگوں کی تحریریں پیش کروں گا جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی سیرت سے متاثر ہو کر، آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ کے بارے میں لکھا ہے۔ان میں سے بعض مخالفین بھی تھے اور مخالفت میں بڑھے ہوئے تھے لیکن حقیقت لکھنے پر مجبور ہوئے۔

جارج سیل

George sale ایک مصنف ہیں جنہوں نے انگریزی ترجمہ قرآن (The Koran) میں To the reader کے عنوان سے ایک باب لکھا ہے۔یہ اسلام کے بارے میں کوئی ہمارے حق میں نہیں ہیں۔اسی طرح ایک مصنف سپین ہیمس (Spanhemius) ہے۔وہ بھی (دین حق) کا کافی مخالف ہے۔لیکن اس نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں بعض باتیں کہی ہیں اور یہ اس کے بارہ میں

لکھتا ہے کہ یہ تو نیک آدمی ہے۔وہ نیک تو بہرحال نہیں ہے لیکن کم از کم انصاف لکھنے پر مجبور تھا۔ اُس نے آنحضرت ﷺ اور اسلام کے بارہ میں جو لکھا ہے یہ اُس کے حوالے سے لکھ رہے ہیں۔وہ لکھتا ہے کہ:

''محمد (ﷺ) کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے، شکل میں نہایت خوبصورت،فہیم اور دُور رَس عقل والے۔ پسندیدہ و خوش اطوار۔غرباء پرور، ہر ایک سے متواضع، دشمنوں کے مقابلہ میں صاحبِ استقلال و شجاعت۔سب سے بڑھ کر یہ کہ خدائے تعالیٰ کے نام کا نہایت ادب و احترام کرنے والے تھے۔جھوٹی قسم کھانے والوں، زانیوں،سفّاکوں، جھوٹی تہمت لگانے والوں،فضول خرچی کرنے والوں، لالچیوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کے خلاف نہایت سخت تھے۔بردباری،صدقہ و خیرات، رحم و کرم،شکرگزاری، والدین اور بزرگوں کی تعظیم کی نہایت تاکید کرنے والے اور خدا کی حمد و تعریف میں نہایت کثرت سے مشغول رہنے والے تھے......''

(The Koran by George Sale, Gent, fifth edition, Philadelphia; J.B. Lippincott & Co 1860, page iv-iiv)

سٹینلے لین پول

پھر ایک مصنف سٹینلے لین پول (Stanley Lane-Poole) ہیں۔وہ لکھتے ہیں کہ:حضرت محمد (ﷺ) اپنے آبائی شہر مکہ میں جب فاتحانہ داخل ہوئے اور اہلِ مکہ آپ کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے تو اُن سب کو معاف کر دیا۔یہ ایسی فتح تھی اور ایسا پاکیزہ فاتحانہ داخلہ تھا جس کی مثال ساری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔

(The Speeches and Tablets of the Prophet Mohammad by Stanley Lane-poole, Macmillan and Co. 1882, page xlvi-xlvii)

ایچ جی ویلز

پھر The Outline of History کے مصنف ہیں پروفیسر ایچ جی ویلز (H.G.Wells)۔یہ کہتے ہیں کہ:

''پیغمبرِ اسلام کی صداقت کا یہی بڑا ثبوت ہے کہ جو آپ کو سب سے زیادہ جانتے تھے، وہی آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے......حضرت محمد (ﷺ) ہرگز جھوٹے مدعی نہ تھے......اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام میں بڑی خوبیاں اور باعظمت صفات موجود ہیں......پیغمبرِ اسلام نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم اور سفّاکی کا خاتمہ کیا گیا''۔

(The Outline of History by H.G.Wells, part II)

دی لیسی اولیرے

پھر دی لیسی اولیرے (De Lacy O'Leary) اپنی کتاب اسلام ایٹ دی کراس روڈز (Islam at the Cross Roads) میں لکھتا ہے کہ:

''تاریخ نے اس بات کو کھول کر رکھ دیا ہے کہ شدت پسند مسلمانوں کا دنیا پر فتح پالینا اور تلوار کی نوک پر مقبوضہ اقوام میں اسلام کو نافذ کردینا تاریخ دانوں کے بیان کردہ قصوں میں سے فضول ترین اور عجیب ترین قصہ ہے''۔

(Islam at the Cross Roads by De Lacy O'Leary, London 1923 p.8)

یعنی یہ جو تاریخ دان لکھتے ہیں ناں کہ تلوار کی نوک پر فتح پائی۔کہتا ہے یہ قصے فضول ترین قصے ہیں۔

مہاتما گاندھی

پھر مہاتما گاندھی ایک جریدہ Young India میں لکھتے ہیں کہ:

''میں اُس شخص کی زندگی کے بارہ میں سب کچھ جاننا چاہتا

تھا جس نے بغیر کسی اختلاف کے لاکھوں پر حکومت کی۔ اُس کی زندگی کا مطالعہ کر کے میرا اس بات پر پہلے سے بھی زیادہ پختہ یقین ہو گیا کہ **اسلام نے اُس زمانے میں تلوار کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں جگہ نہیں بنائی بلکہ اس پیغمبر کی سادگی، اپنے کام میں مگن رہنے کی عادت، انتہائی باریکیوں کے ساتھ اپنے عہدوں کو پورا کرنا اور اپنے دوستوں اور پیروکاروں کے ساتھ انتہائی عقیدت رکھنا، بیباک و بے خوف ہونا اور خدا کی ذات اور اپنے مشن پر کامل یقین ہونا، اُس کی یہی باتیں تھیں جنہوں نے ہر مشکل پر قابو پایا اور جو سب کو ساتھ لے کر چلیں۔** جب مَیں نے اس پیغمبر کی سیرت کے متعلق لکھی جانے والی کتاب کی دوسری جلد بھی ختم کر لی تو مجھ پر اس کتاب (سیرت کے بارے میں جو بھی کتاب پڑھ رہے تھے) کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اداسی طاری ہو گئی"۔

(Mahatma Gandhi, Statement published in "Young India", 1924)

جان بیگوٹ گلب

پھر Sir John Bagot Glubb...... لکھتے ہیں کہ:

"قاری اس کتاب کے آخر پر (جو کتاب وہ لکھ رہے تھے) جو بھی رائے قائم کرے اس بات کا انکار ممکن نہیں کہ محمد (ﷺ) کے روحانی تجربات اپنے اندر پرانے اور نئے عہد ناموں کے قصوں اور عیسائی بزرگوں کے روحانی تجربات سے حیران کُن حد تک مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ہندوؤں اور دیگر مذاہب کے ماننے والے افراد کے ان گنت رؤیا اور کشوف سے بھی مشابہت رکھتے ہوں۔ مزید یہ کہ اکثر اوقات ایسے تجربات تقدس اور فضیلت والی زندگی کے آغاز کی علامت ہوتے ہیں۔ ایسے واقعات کو نفسانی دھوکہ قرار دینا کوئی موزوں وضاحت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ واقعات تو بہت سے لوگوں میں مشترک رہے ہیں۔ ایسے لوگ جن کے درمیان ہزاروں سالوں کا فرق اور ہزاروں میلوں کے فاصلے تھے۔ جنہوں نے ایک دوسرے کے بارے میں سنا تک نہ ہو گا لیکن اس کے باوجود ان کے واقعات میں ایک غیر معمولی یکجائی پائی جاتی ہے۔ یہ رائے معقول نہیں کہ ان تمام افراد نے حیران کُن حد تک مشابہ رؤیا اور کشوف اپنے طور پر ہی بنا لئے ہوں۔ باوجود اس کے کہ یہ افراد ایک دوسرے کے وجود ہی سے لاعلم تھے......"

(The Life and Times of Muhammad)

جان ولیم ڈریپر

پھر John William Draper اپنی کتاب History of the Intellectual Development of Europe میں لکھتے ہیں کہ:

"Justinian کی وفات کے چار سال بعد 569 عیسوی میں مکہ میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے تمام شخصیات میں سب سے زیادہ بنی نوع انسان پر اپنا اثر چھوڑا اور وہ شخص محمد ہے (ﷺ) جسے بعض یورپین لوگ جھوٹا کہتے ہیں...... لیکن محمد (ﷺ) کے اندر ایسی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے کئی قوموں کی قسمت کا فیصلہ ہوا۔ وہ ایک تبلیغ کرنے والے سپاہی تھے۔ ممبر فصاحت سے پُر ہوتا (یعنی جب تقریر فرماتے) میدان میں اترتے تو بہادر ہوتے۔ اُن کا مذہب صرف یہی تھا کہ خدا ایک ہے۔ (مذہب کا خلاصہ ایک ہی تھا کہ خدا ایک ہے۔)...... اس سچائی کو بیان کرنے کے لئے انہوں نے نظریاتی بحثوں کو اختیار نہیں کیا بلکہ اپنے پیروکاروں کو صفائی، نماز اور روزہ جیسے امور کی تعلیم دیتے ہوئے اُن کی معاشرتی حالتوں کو عملی رنگوں میں بہتر بنایا۔ اُس

شخص نے صدقہ وخیرات کو باقی تمام کاموں پر فوقیت دی"۔

(History of the intellectual Development of Europe by John William Draper M.D., LL.D., New York: Harper and Brothers, 1863, page 244)

ولیم منٹگمری

پھر ایک مشہور مستشرق ہیں William Montgomery اپنی کتاب Muhammad at Madinah میں لکھتے ہیں کہ:

"محمد (ﷺ) اور اسلام کی ابتدائی تاریخ پر جتنا غور کریں، اتنا ہی آپ کی کامیابیوں کی وسعت کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اُس وقت کے حالات نے آپ کو ایک ایسا موقع فراہم کیا جو بہت کم لوگوں کو ملتا ہے۔ گویا آپ اُس زمانے کے لئے موزوں ترین انسان تھے۔ اگر آپ کے پاس دور اندیشی، حکومت کرنے کی انتظامی صلاحیتیں، توکل علی اللہ اور اس بات پر یقین کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے، نہ ہوتا تو انسانی تاریخ میں ایک اہم باب رقم ہونے سے رہ جاتا۔ مجھے امید ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت کے متعلق یہ کتاب ایک عظیم الشان ابن آدم کو سمجھنے اور اُس کی قدر کرنے میں مدد کرے گی"۔

(William Montgomery Watt, Muhammad at Madinah, Oxford at the Clarendon Press 1956, pp. 335)

یہ اس سوانح نویس کی شہادت ہے جو آنحضرت (ﷺ) کے بارے میں مثبت رویہ نہیں رکھتا۔

باسورتھ سمتھ

پھر مشہور عیسائی مؤرخ Reginald Bosworth Smith لکھتا ہے کہ:

"مذہب اور حکومت کے رہنما اور گورنر کی حیثیت سے پوپ اور قیصر کی دو شخصیتیں حضرت محمد (ﷺ) کے ایک وجود میں جمع تھیں۔ آپ پوپ تھے مگر پوپ کی طرح ظاہر داریوں سے پاک۔ آپ قیصر تھے مگر قیصر کے جاہ وحشمت سے بے نیاز۔ اگر دنیا میں کسی شخص کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اُس نے باقاعدہ فوج کے بغیر محل شاہی کے بغیر اور لگان کی وصولی کے بغیر صرف خدا کے نام پر دنیا میں امن اور انتظام قائم رکھا تو وہ صرف حضرت محمد (ﷺ) ہیں۔ آپ کو اس ساز وسامان کے بغیر ہی سب طاقتیں حاصل تھیں"۔

...... پھر Bosworth ہی آگے لکھتے ہیں کہ:

"...... یہ کہنا کہ عرب کو انقلاب کی ضرورت تھی یا بالفاظ دیگر یہ کہنا کہ نئے پیغمبر کے ظہور کا وقت آ گیا تھا۔ اگر ایسا ہی تھا تو پھر حضرت محمد ہی وہ پیغمبر کیوں نہ ہوں؟ اس موضوع پر موجودہ زمانے کے مصنف سپرنگر نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) کی آمد سے سالہا سال قبل ایک پیغمبر کے ظہور کی توقع بھی تھی اور پیشگوئی بھی تھی"۔

(ایضاً صفحہ 133)

پھر آگے یہی Bosworth ہی بیان کرتا ہے کہ:

"مجموعی طور پر مجھے یہ حیرانی نہیں کہ حضرت محمد (ﷺ) مختلف حالات میں کتنے بدل گئے تھے۔ بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ آپ کی شخصیت میں کتنی کم تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ صحرائی گلہ بانی کے ایام میں (یعنی جب بھیڑیں چراتے تھے) شامی تاجر کے طور پر، غارِ حرا کی خلوت گزینی کے ایام میں، اقلیتی جماعت کے مصلح کی حیثیت سے، (جب مکّہ میں تھے)، مدینہ میں جلا وطنی کے ایام میں، ایک مسلمہ فاتح کی حیثیت سے، یونانی بادشاہوں اور ایرانی ہرقلوں کے ہم مرتبہ ہونے کی حالت میں ہم آپ کی شخصیت میں ایک غیر متزلزل استقلال کا مشاہدہ کر سکتے ہیں ...... مجھے نہیں لگتا کہ اگر کسی اور آدمی کے خارجی حالات اس قدر زیادہ بدل جاتے تو کبھی

اُس کی ذات میں اس قدر کم تبدیلی رونما ہوتی۔ حضرت محمد (ﷺ) کے خارجی حالات تو تبدیل ہوتے رہے مگر ان تمام حالتوں میں مجھے اُن کی ذات کا جوہر ایک جیسا ہی دکھائی دیتا ہے"۔ (ایضاً صفحہ 133)

واشنگٹن ارونگ

واشنگٹن ارونگ (Washington Irving) اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" میں لکھتا ہے کہ:

"آپ کی جنگی فتوحات نے آپ (ﷺ) کے اندر نہ تو تکبر پیدا کیا، نہ کوئی غرور اور نہ کسی قسم کی مصنوعی شان وشوکت پیدا کی۔ اگر ان فتوحات میں ذاتی اغراض ہوتیں تو یہ ضرور ایسا کرتیں۔ اپنی طاقت کے جوبن پر بھی اپنی عادات اور حلیہ میں وہی سادگی برقرار رکھی جو کہ آپ کے اندر مشکل ترین حالات میں تھی یہاں تک کہ اپنی شاہانہ زندگی میں بھی اگر کوئی آپ کے کمرہ میں داخل ہوتے وقت غیر ضروری تعظیم کا اظہار کرتا تو آپ اسے ناپسند فرماتے"۔

(The Life of Mahomet by Washington Irving, Leipzig Bernhard Touchritz 1850, pp.272-273)

سر ولیم میور

پھر سر ولیم میور (Sir William Muir) یہ بھی ایک مستشرق ہے اور کافی کچھ خلاف بھی لکھتا ہے۔ یہ بھی لکھتا ہے کہ:

"اپنا ہر ایک کام مکمل کرتے اور جس کام کو بھی ہاتھ میں لیتے جب تک اس کو ختم نہ کر لیتے اُسے نہ چھوڑتے۔ معاشرتی میل جول میں بھی آپ کا یہی طریق رہتا۔ جب آپ کسی کے ساتھ بات کرنے کے لئے اپنا رُخ موڑتے تو آپ آدھا نہ مڑتے بلکہ پورا چہرہ اور پورا جسم اُس شخص کی طرف پھیر لیتے۔ کسی سے مصافحہ کرتے وقت آپ اپنا ہاتھ پہلے نہ کھینچتے۔ اسی طرح کسی اجنبی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے درمیان میں نہ چھوڑتے اور اگلے شخص کی بات پوری سنتے۔ آپ کی زندگی پر آپ کی خاندانی سادگی غالب تھی۔ آپ کو ہر کام خود کرنے کی عادت تھی۔ جب بھی آپ صدقہ دیتے تو سوالی کو اپنے ہاتھ سے دیتے۔ گھریلو کام کاج میں اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹاتے ......"۔

پھر لکھتا ہے: "آپ تک ہر کس وناکس کی پہنچ ہوتی جیسے دریا کی پہنچ کنارے تک ہوتی ہے۔ باہر سے آئے ہوئے وفود کو عزت واحترام سے خوش آمدید کہتے۔ ان وفود کی آمد اور دیگر حکومتی معاملات کے متعلق تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد (ﷺ) کے اندر ایک قابل حکمران کی تمام صلاحیتیں موجود تھیں۔ سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے"۔

(The Life of Mahomet by by William Muir, Vol. IV, London: Smith, Elder and Co., 65 Cornhill, 1861, pp.510-13)

پھر یہی ولیم میور لکھتا ہے کہ:

"ایک اہم خوبی وہ خوش خلقی اور وہ خیال تھا جو آپ اپنے معمولی سے معمولی پیروکار کا رکھا کرتے۔ حیا، شفقت، صبر، سخاوت، عاجزی آپ کے اخلاق کے نمایاں پہلو تھے اور ان کے باعث آپ اپنے ماحول میں ہر شخص کو اپنا گرویدہ کر لیتے۔ انکار کرنا آپ کو ناپسند تھا۔ اگر کسی سوالی کی فریاد پوری نہ کر پاتے تو خاموش رہنے کو ترجیح دیتے۔ کبھی یہ نہیں سنا کہ آپ نے کسی کی دعوت رد کی ہو خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ اور کبھی یہ نہیں ہوا کہ آپ نے کسی کا پیش کیا ہوا تحفہ رد کر دیا ہو خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ آپ کی ایک نرالی خوبی یہ تھی کہ آپ کی محفل میں موجود ہر شخص کو یہ خیال ہوتا کہ وہی اہم ترین مہمان ہے۔ اگر آپ کسی کو اپنی کامیابی

پرخوش پاتے تو گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کرتے اور گلے لگاتے اور محروموں اور تکلیف میں گھرے افراد سے بڑی نرمی سے ہمدردی کا اظہار کرتے۔ بچوں سے بہت شفقت سے پیش آتے اور راہ کھیلتے بچوں کو سلام کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے ......

پھر لکھتا ہے کہ:

''اپنی طاقت کے عروج پر بھی آپ منصف اور معتدل رہے۔ آپ اپنے اُن دشمنوں سے نرمی میں ذرہ بھی کمی نہ کرتے جو آپ کے دعاوی کو بخوشی قبول کر لیتے۔ مکہ والوں کی طویل اور سرکش ایذا رسانیاں اس بات پر منتج ہونی چاہئے تھیں کہ فاتح مکہ اپنے غیظ و غضب میں آگ اور خون کی ہولی کھیلتا۔ لیکن محمد (ﷺ) نے چند مجرموں کے علاوہ عام معافی کا اعلان کر دیا اور ماضی کی تمام تلخ یادوں کو یکسر بھلا دیا۔ ان کے تمام استہزاء، گستاخیوں اور ظلم و ستم کے باوجود آپ نے اپنے سخت ترین مخالفین سے بھی احسان کا سلوک کیا۔ مدینہ میں عبداللہ اور دیگر منحرف ساتھی (یعنی جو منافقین تھے) جو کہ سالہا سال سے آپ کے منصوبوں میں روکیں ڈالتے اور آپ کی حاکیت میں مزاحم ہوتے رہے، ان سے درگزر کرنا بھی ایک روشن مثال ہے۔ اسی طرح وہ نرمی جو آپ نے اُن قبائل سے برتی جو آپ کے سامنے سرنگوں تھے۔ اور قبل ازیں جو فتوحات میں بھی شدید مخالف رہے تھے، ان سے بھی نرمی کا سلوک فرمایا''۔

(ایضاً صفحہ 305 تا 307)

پھر یہی ولیم میور لکھتا ہے کہ:

''یہ محمد کی سچائی کے لئے ایک تائیدی نشان تھا'' (کئی جگہ پر مخالفت میں بھی، اور قرآن کے بارے میں بھی لکھتا ہے، لیکن یہاں لکھ رہا ہے) کہ ''یہ محمدؐ کی سچائی کے لئے ایک تائیدی نشان تھا کہ جو بھی آپ پر اوّل اوّل ایمان لائے وہ اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ بلکہ آپ کے قریبی دوست اور گھر کے افراد بھی، جو کہ آپ کی ذاتی زندگی سے اچھی طرح واقف تھے آپ کے کردار میں وہ خامیاں نہ دیکھ سکے جو عام طور پر ایک منافق دھوکہ باز کے گھریلو تعلق اور باہر کے رویہ میں ہوتی ہیں''۔　(ایضاً صفحہ 98-97)

سر تھامس کارلائل

Sir Thomas Carlyle آنحضور ﷺ کے اُمّی ہونے کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''ایک اور بات ہمیں ہرگز بھولنی نہیں چاہئے کہ اُسے کسی مدرسہ کی تعلیم میسر نہ تھی۔ اس چیز کو جسے ہم سکول لرننگ (School Learning) کہتے ہیں، ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ لکھنے کا فن تو عرب میں بالکل نیا تھا۔ یہ رائے بالکل سچی معلوم ہوتی ہے کہ محمد (ﷺ) کبھی خود نہ لکھ سکا۔ اس کی تمام تر تعلیم صحراء کی بود و باش اور اس کے تجربات کے گرد گھومتی ہے۔ اس لامحدود کائنات، اپنے تاریک علاقہ اور اپنی انہی مادی آنکھوں اور خیالات سے وہ کیا کچھ حاصل کر سکتے تھے؟ مزید حیرت ہوتی ہے جب دیکھا جائے کہ کتابیں بھی میسر نہ تھیں۔ عرب کے تاریک بیابان میں سُنی سُنائی باتوں اور اپنے ذاتی مشاہدات کے علاوہ وہ کچھ بھی علم نہ رکھتے تھے۔ وہ حکمت کی باتیں جو آپ سے پہلے موجود تھیں یا عرب کے علاوہ دوسرے علاقہ میں موجود تھیں، ان تک رسائی نہ ہونے کے باعث وہ آپ کے لئے نہ ہونے کے برابر تھیں۔ ایسے حکام اور علماء میں سے کسی نے اس عظیم انسان سے براہِ راست مکالمہ نہیں کیا۔ وہ اس بیابان میں تنِ تنہا تھے اور یونہی قدرت اور اپنی سوچوں کے محور میں پروان چڑھا''۔

(Six Lectures by Thomas Carlyle, Edition 1846, Lecture 2 page 47)

پھر آپ کی شادی کے بارے میں اور آپ کے گھریلو تعلقات کے بارہ میں لکھتا ہے کہ وہ کیسے خدیجہ کا ساتھی بنا؟ کیسے ایک امیر بیوہ کے کاروباری امور کا مہتمم بنا اور سفر کر کے شام کے میلوں میں شرکت کی؟ اُس نے یہ سب کچھ کیسے کر لیا؟ ہر ایک کو بخوبی علم ہے کہ اُس نے یہ انتہائی وفاداری اور مہارت کے ساتھ کیا۔ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے دل میں اُن کا احترام اور ان کے لئے شکر کے جذبات کیونکر پیدا ہوئے؟ ان دونوں کی شادی کی داستان، جیسا کہ عرب کے مصنفین نے ذکر کیا ہے، بڑی دلکش اور قابلِ فہم ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر 25 سال تھی اور خدیجہ کی عمر 40 سال تھی"۔ پھر لکھتا ہے کہ "معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس محسنہ کے ساتھ انتہائی پیار بھری، پرسکون اور بھرپور زندگی بسر کی۔ وہ خدیجہ سے حقیقی پیار کرتے تھے اور صرف اُسی کے تھے۔ اس کو جھوٹا نبی کہنے میں یہ حقیقت روک ہے کہ آپ نے زندگی کا یہ دور اس انداز سے گزارا کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ یہ دور انتہائی سادہ اور پُرسکون تھا یہاں تک کہ آپ کی جوانی کے دن گزر گئے"۔

(Six Lectures by Thomas Carlyle, Edition 1846, Lecture 2 page 48)

پھر Thomas Carlyle ہی لکھتے ہیں کہ:

"ہم لوگوں یعنی عیسائیوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ محمد (ﷺ) ایک پُرفن اور فطرتی شخص اور جھوٹے دعویدارِ نبوت تھے اور ان کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا ایک تودہ ہے، اب یہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتی چلی جاتی ہیں"۔ کہتا ہے "جو جھوٹ باتیں متعصب عیسائیوں نے اس انسان یعنی (آنحضرت ﷺ) کی نسبت بنائی تھیں اب وہ الزام قطعاً ہماری رُوسیاہی کا باعث ہے اور جو باتیں اس انسان (یعنی آنحضرت ﷺ) نے اپنی زبان سے نکالی تھیں، بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے لئے بمنزلہ ہدایت کے قائم ہیں"۔ (جب یہ انیسویں صدی میں تھا، اُس وقت کی باتیں ہیں)۔ "اس وقت جتنے آدمی محمد ﷺ پر اعتقاد رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کسی کے کلام پر اس زمانے کے لوگ یقین نہیں رکھتے۔ میرے نزدیک اس خیال سے بدتر اور ناخدا پرستی کا کوئی دوسرا خیال نہیں ہے کہ ایک جھوٹے آدمی نے یہ مذہب پھیلایا"۔ (یعنی یہ بالکل غلط چیز ہے)۔

(Six Lectures on Heroes, Hero-Worship and the Heroic in History by Thomas Carlyle)

لامانٹین

پھر ایک فرنچ فلاسفر لامانٹین (Lamartine) اپنی کتاب "ہسٹری آف ٹرکی" (History of Turkey) میں لکھتا ہے کہ:

"اگر کسی شخص کی قابلیت کو پرکھنے کیلئے تین معیار مقرر کئے جائیں کہ اُس شخص کا مقصد کتنا عظیم ہے، اُس کے پاس ذرائع کتنے محدود ہیں اور اُس کے نتائج کتنے عظیم الشان ہیں تو آج کون ایسا شخص ملے گا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ کرنے کی جسارت کرے۔ دنیا کی شہرہ آفاق شخصیات نے صرف چند فوجوں، قوانین اور سلطنتوں کو شکست دی۔ اور انہوں نے محض دنیاوی حکومتوں کا قیام کیا اور اُن میں سے بھی بعض طاقتیں اُن کی آنکھوں کے سامنے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ مگر محمد (ﷺ) نے نہ صرف دنیا کی فوجوں، قوانین، حکومتوں مختلف اقوام اور نسلوں بلکہ دنیا کی کل آبادی کے ایک تہائی کو یکجا کر دیا۔ مزید برآں اُس نے قربان گاہوں، خداؤں، مذاہب، عقائد، افکار اور روحوں کی تجدید کی۔ محمد (ﷺ) کی بنیاد صرف ایک کتاب تھی جس کا حرف حرف قانون بن گیا۔ اُس شخص نے ہر زبان اور ہر نسل کو ایک

روحانی تشخص سے نوازا''۔

پھر لکھتا ہے:

''محمد (ﷺ) ایک فلسفہ دان، خطیب، پیغمبر، قانون دان، جنگجو، افکار پر فتح پانے والا، عقلی تعلیمات کی تجدید کرنے والا، بیسیوں ظاہری حکومتوں اور ایک روحانی حکومت کو قائم کرنے والا شخص تھا۔ **انسانی عظمت کو پرکھنے کا کوئی بھی معیار مقرر کرلیں، کیا محمد (ﷺ) سے بڑھ کر کبھی کوئی عظیم شخص پیدا ہوا؟''**

(History of Turkey by A. De Lamartine, New York: D. Appleton and Company, 346 & 348 Broadway, 1855. vol.1 pp.154-155)

جان ڈیون پورٹ

جان ڈیون پورٹ لکھتا ہے کہ:

''کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جس شخص نے حقیر و ذلیل بت پرستی کے بدلے، جس میں اُس کے ہم وطن یعنی اہل عرب مبتلا تھے، خدائے برحق کی پرستش قائم کر کے بڑی بڑی ہمیشہ رہنے والی اصلاحیں کیں، وہ جھوٹا نبی تھا؟ کیا ہم اس سرگرم اور پُرجوش مصلح کو فریبی ٹھہرا سکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی تمام کارروائیاں مکر پر مبنی تھیں؟ نہیں، ایسا نہیں کہہ سکتے۔ بیشک محمد (ﷺ) بجز دلی نیک نیتی اور ایمانداری کے اور کسی سبب سے ایسے استقلال کے ساتھ ابتدائے نزول وحی سے اخیر دم تک مستعد نہیں رہ سکتے تھے۔ جو لوگ ہر وقت اُن کے پاس رہتے تھے اور جو اُن سے بہت کچھ ربط ضبط رکھتے تھے اُن کو بھی کبھی آپ کی ریاکاری کا شبہ نہیں ہوا''۔

پھر لکھتا ہے کہ: ''یہ بات یقینی طور پر کامل سچائی کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اگر مغربی شہزادے مسلمان مجاہدین اور ترکوں کی جگہ ایشیا کے حکمران ہوگئے ہوتے تو مسلمانوں کے ساتھ اس مذہبی رواداری کا سلوک نہ کرتے جو مسلمانوں نے عیسائیت کے ساتھ کیا۔ کیونکہ عیسائیت نے تو اپنے ان ہم مذہبوں کو نہایت تعصب اور ظلم کے ساتھ تشدد کا نشانہ بنایا جن کے ساتھ اُن کے مذہبی اختلافات تھے......''۔

(An Apology for Mohammed and the Koran by John Devenport, page 82, Chapter: The Koran, printed by J.Davy and Sons, London, 1882)

کیرن آرمسٹرانگ

پھر...... Karen Armstrong (کیرن آرمسٹرانگ) Muhammad - A Biography of the Prophet میں تحریر کرتی ہے کہ:

''محمد (ﷺ) کو بنیادی توحید پر مبنی روحانیت کے قیام کے لئے عملاً صفر سے کام کا آغاز کرنا پڑا۔ جب آپ نے اپنے مشن کا آغاز کیا تو ناممکن تھا کہ کوئی آپ کو اپنے مشن پر کام کرنے کا موقع فراہم کرتا۔ عرب قوم توحید کے لئے بالکل تیار نہ تھی۔ وہ لوگ ابھی اس اعلیٰ معیار کے نظریہ (یعنی توحید) کے قابل نہ ہوئے تھے۔ درحقیقت اس متشدد اور خوفناک معاشرہ میں اس نظریہ کو متعارف کروانا انتہائی خطرناک ہوسکتا تھا اور محمد (ﷺ) یقیناً بہت ہی خوش قسمت ہوتے اگر اس معاشرہ میں اپنی زندگی کو بچا پاتے۔ درحقیقت محمد کی جان اکثر خطرہ میں گھری رہتی اور ان کا بچ جانا قریب قریب ایک معجزہ تھا، پر محمد (ﷺ) ہی کامیاب ہوئے۔ اپنی زندگی کے اختتام تک محمد (ﷺ) نے قبائلی تشدد کی پرانی روایت کا قلع قمع کر دیا اور عرب معاشرہ کے لئے لادینیت کوئی مسئلہ نہ رہا۔ اب عرب قوم اپنی تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہونے کے لئے تیار تھی''۔

(Muhammad - A Biography of the Prophet by Karen Armstrong, Page 53,54)

پھر کیرن آرم سٹرانگ ہی لکھتی ہیں کہ:

''......آخر یہ مغرب ہی تھا نہ کہ اسلام، جس نے مذہبی مباحثات پر پابندی لگائی۔ صلیبی جنگوں کے وقت تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یورپ دوسروں کے نظریات کو دبانے کی آرزو میں جنونی ہو چکا تھا اور جس جوش سے اس نے اپنے مخالفین کو سزائیں دی ہیں، مذہب کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اختلافِ رائے کرنے والوں پر مظالم، Protestants پر Catholics کے مظالم اور اسی طرح Catholics پر Protestants کے مظالم کی بنیاد اُن پیچیدہ مذہبی عقائد پر تھی جن کی اجازت یہودیت اور اسلام نے ذاتی معاملات میں اختیاری طور پر دی ہے۔ عیسائی ملحدانہ عقائد کا یہودیت اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں جن کے مطابق (عیسائی مذہب) الوہیت کے بارے میں انسانی تصورات کو ناقابلِ قبول حد تک لے جاتا ہے بلکہ اسے مشرکانہ بنا دیتا ہے''۔ (ایضاً Page 27)

اینی بسانٹ

پھر اینی بسانٹ (Annie Besant) اپنی کتاب "The Life and Teachings of Muhammad" میں لکھتی ہے کہ:

''ایک ایسے شخص کیلئے جس نے عرب کے عظیم نبی کی زندگی اور اس کے کردار کا مطالعہ کیا ہو اور جو جانتا ہو کہ اُس نبی نے کیا تعلیم دی اور کس طرح اُس نے اپنی زندگی گزاری، اس کیلئے ناممکن ہے کہ وہ خدا کے انبیاء میں سے اِس عظیم نبی کی تعظیم نہ کرے۔ مَیں جو باتیں کہہ رہی ہوں اُن کے متعلق بہت لوگوں کو شاید پہلے سے علم ہوگا لیکن میں جب بھی ان باتوں کو پڑھتی ہوں تو مجھے اس عربی استاد کی تعظیم کیلئے ایک نیا احساس پیدا ہوتا ہے اور اُس کی تعریف کا ایک نیا رنگ نظر آتا ہے''۔

(The Life and Teachings of Muhammad, Madras, 1932, p.4)

روتھ کرینسٹن

پھر Ruth Cranston (روتھ کرینسٹن) World Faith (ورلڈ فیتھ) میں لکھتی ہیں کہ:

''محمد عربی (ﷺ) نے کبھی بھی جنگ یا خونریزی کا آغاز نہیں کیا۔ ہر جنگ جو انہوں نے لڑی، مدافعانہ تھی۔ وہ اگر لڑے تو اپنی بقا کو برقرار رکھنے کے لئے اور ایسے اسلحے اور طریق سے لڑے جو اُس زمانے کا رواج تھا۔ **یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ چودہ کروڑ عیسائیوں میں سے (1949ء میں یہ کتاب چھپی تھی) جنہوں نے حال ہی میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد انسانوں کو ایک بم سے ہلاک کر دیا ہو، کوئی ایک قوم بھی ایسی نہیں جو ایک ایسے لیڈر پر شک کی نظر ڈال سکے جس نے اپنی تمام جنگوں کے بدترین حالات میں بھی صرف پانچ یا چھ سو افراد کو تہ تیغ کیا ہو۔** عرب کے نبی کے ہاتھوں ساتویں صدی کے تاریکی کے دور میں جب لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہوں، ہونے والی ان ہلاکتوں کا آج کی روشن بیسویں صدی کی ہلاکتوں سے مقابلہ کرنا ایک حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ اس بیان کی تو حاجت ہی نہیں جو قتل انکوزیشن (Inquisition) اور صلیبی جنگوں کے زمانے میں ہوئے جب عیسائی جنگجوؤں نے اس بات کو ریکارڈ کیا کہ وہ ان بے دینوں کی کٹی پھٹی لاشوں کے درمیان ٹخنے ٹخنے خون میں پھر رہے تھے''۔

(World Faith by Ruth Cranston, Haper and Row Publishers, New York, 1949, page 155)

گاڈفرے ہیگنز

پھر Godfrey Higgins (گاڈفرے ہیگنز) لکھتے ہیں کہ:

''اس بات سے زیادہ عام طور پر کوئی بات سننے میں نہیں آتی کہ عیسائی پادری محمد (ﷺ) کے مذہب کو اُس کے تعصب اور غیر روا داری کی وجہ سے گالیاں دیتے ہیں، عجیب یقین دہانی اور منافقت ہے یہ۔ کون تھا جس نے سپین سے ان مسلمانوں کو جو عیسائی ہو چکے تھے، بھگایا تھا کیونکہ وہ سچے عیسائی نہ تھے؟ اور کون تھا جس نے میکسیکو اور پیرو میں لاکھوں لوگوں کو تہ تیغ کر دیا تھا اور اُن کو غلام بنالیا تھا کیونکہ وہ عیسائی نہ تھے؟ اور کیا ہی عمدہ اور مختلف نمونہ تھا جو مسلمانوں نے یونان میں دکھایا۔ صدیوں تک عیسائیوں کو اُن کے مذہب، اُن کے پادریوں، لاٹ پادریوں اور راہبوں اور اُن کے گرجاگھروں کو اپنی جاگیر پر پُرامن طور سے رہنے دیا......''۔

(As Cited in Apology for Mohammed by Godfrey Higgins, Lahore, page 123-124)

ایڈورڈ گبن

پھر ہسٹری آف دی سیراسان ایمپائر (History of The Saracen Empire) میں ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) لکھتے ہیں کہ:

''آپ (ﷺ) کے مذہب کی تبلیغ کے بجائے اُس کا دوام (یعنی ہمیشہ قائم رہنا) ہماری حیرت کا موجب ہے۔ حضرت محمد (ﷺ) نے مکہ اور مدینہ میں جو خالص اور مکمل نقش جمایا وہ بارہ صدیوں کے انقلاب کے بعد بھی قرآن کے انڈین، افریقی اور ترک نو معتقدوں نے ابھی تک محفوظ رکھا ہوا ہے۔ مریدانِ محمد (ﷺ) اپنے مذہب اور عقیدت کو ایک انسان کے تصور سے باندھنے کی آزمائش اور وسوسے کے مقابل پر ڈٹے رہے۔ اسلام کا سادہ اور ناقابل تبدیل اقرار یہ ہے کہ میں ایک خدا اور خدا کے رسول محمد (ﷺ) پر ایمان لاتا ہوں۔ یعنی یہ ہے کہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ''خدا کی یہ ذہنی تصویر بگڑ کر مسلمانوں میں کوئی قابلِ دید بُت نہیں بنی'' (یعنی یہ تصویر تھی خدا تعالیٰ کی جو مسلمانوں میں بت نہیں بنی)۔ ''پیغمبر اسلام کے اعزازات نے انسانی صفت کے معیار کی حدود سے تجاوز نہیں کیا اور ان کے زندہ فرمودات نے ان کے پیروکاروں کے شکر اور جذبۂ احسان کو عقل اور مذہب کی حدود کے اندر رکھا ہوا ہے''۔

(History of the Sarasun Empire by Edward Gibbon, Alex Murray and Sons, London, 1870, page 54)

اور وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس کے مقابلے میں عیسائیوں نے بندے کو خدا بنالیا۔ اللہ کرے کہ دنیا اس عظیم ترین انسان کے مقام کو سمجھتے ہوئے بجائے لاتعلق رہنے یا مخالفت اور استہزاء کرنے کے آپ ﷺ کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکے۔ دنیا کے نجات دہندہ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہر حقیقت پسند منصف اور سچے غیر مسلم کا بھی یہی بیان ہو گا...... پہلے انبیاء کی سچائی بھی آپ ﷺ کی پیروی سے ہی ثابت ہوتی ہے اور آپ کے ذریعہ سے ہی ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہے مقام ختم نبوت جس کا ہر احمدی نے دنیا میں پرچار کرنا ہے اور اس کے لئے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے......احمدی کا کام یہ ہے کہ ختم نبوت کی حقیقت کو دنیا کو بتائے اور وہ اسی صورت میں ممکن ہے، جب ہم آپ ﷺ کا پیغام دنیا میں پہنچائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

(ماخوذ از خطبہ جمعہ 5 اکتوبر 2012 بحوالہ خطبات مسرور جلد دہم صفحہ 593-611)

افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

● دنیا پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی شخصیات میں سب سے اوّل۔

● قرآن حضرت محمد (ﷺ) کی تعلیمات اور تصورات کی حقیقی عکاسی کرتا ہے۔

(مائیکل ایچ ہارٹ، Michael H. Hart)

جناب مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H. Hart) اپنی کتاب "The 100 :A Ranking of the Most Influential Persons in History" میں لکھتے ہیں

دنیا پر اثر انداز ہونے والے لوگوں میں محمد (ﷺ) کا نام پہلے نمبر کیلئے منتخب کرنا بعض پڑھنے والوں کو شاید حیرت زدہ کرے اور بعض اس پر سوال بھی اُٹھائیں گے۔ لیکن تاریخ میں وہ واحد شخص تھا جو کہ مذہبی اور دنیاوی ہر دو سطح پر انتہائی کامیاب تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی اس بات کا کیسے اندازہ کرے کہ انسانی تاریخ پر محمد (ﷺ) کس طرح اثر انداز ہوئے؟ دیگر مذاہب کی طرح اسلام نے بھی اپنے پیروکاروں کی زندگیوں پر ایک گہرا اثر چھوڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں پائے جانے والے عظیم مذاہب کے بانیوں کو اس کتاب میں اہم مقام دیا گیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا میں عیسائیوں کی تعداد مسلمانوں کی تعداد سے دو گنا ہے۔

اس لحاظ سے محمد (ﷺ) کو عیسیٰ (علیہ السلام) سے پہلے رکھنا شاید آپ کو عجیب لگے۔ لیکن میرے اس فیصلہ کے پیچھے دو بڑی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ عیسائیت کے فروغ میں عیسیٰ (علیہ السلام) کے کردار کی نسبت محمد (ﷺ) کا اسلام کے فروغ میں کہیں زیادہ اہم کردار تھا۔ گو کہ عیسیٰ (علیہ السلام) ہی عیسائیت کے روحانی اور اخلاقی ضابطہ حیات (یعنی وہ عیسائی ضوابط جن کا یہودیت سے اختلاف ہے) کے موجب ہوئے مگر عیسائیت کو فروغ دینے کے حوالہ سے سینٹ پال نے بنیادی کردار ادا کیا۔ عیسائیت کو موجودہ شکل دینے والا اور نئے عہدنامہ کے ایک بڑے حصے کو لکھنے والا سینٹ پال ہی تھا۔

ڈاکٹر مائیکل ہارٹ مزید لکھتے ہیں:

جبکہ مذہب اسلام اور اس میں موجود تمام اخلاقی و مذہبی اصولوں کے ذمہ دار محمد (ﷺ) تھے اور محمد (ﷺ) نے اس نئے مذہب کو خود شکل دی اور اسلامی تعلیمات کے نفاذ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کے مقدس صحیفہ یعنی قرآن جو کہ محمد (ﷺ) کی بصیرت پر مشتمل ایک کتاب تھی کو بھی لکھنے والا محمد (ﷺ) تھا۔ جس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پر وحی کیا گیا۔ قرآن کے ایک بڑے حصہ کو محمد (ﷺ) کی زندگی میں ہی نقل کر کے محفوظ کرلیا گیا تھا۔ اور آپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی اس کو مجموعہ کی شکل میں محفوظ کرلیا گیا۔ اس لئے قرآن محمد (ﷺ) کی تعلیمات اور تصورات کی حقیقی عکاسی

کرتا ہے اور ایک مکتبہ فکر کے مطابق وہ آپ کے ہی الفاظ ہیں۔ جبکہ عیسیٰ (علیہ السلام) کی تعلیمات کا اس طرح سے کوئی مجموعہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک قرآن کی وہی اہمیت ہے جو عیسائیوں کے نزدیک بائبل کی ہے۔ اس لئے قرآن کے ذریعہ محمد (ﷺ) لوگوں پر بھرپور طریق سے اثر انداز ہوئے۔ اغلب گمان یہی ہے کہ محمد (ﷺ) کا اسلام پر زیادہ اثر ہے بہ نسبت اُس اثر کے جو عیسیٰ (علیہ السلام) اور سینٹ پال نے مجموعی طور پر عیسائیت پر ڈالا۔ خالصتاً مذہبی نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو محمد (ﷺ) بھی انسانی تاریخ پر اتنا ہی اثر انداز ہوئے جتنا کہ عیسیٰ (علیہ السلام)۔

محمد (ﷺ) جہاں مذہبی سربراہ تھے وہاں دنیاوی حکومت کے سربراہ بھی تھے لیکن عیسیٰ (علیہ السلام) کو یہ مقام نہیں ملا"

(The 100 A Ranking of the most Insfluential Persons in History by Michael H. Hart)

سلامتی کا شہزادہ

جناب ولیم منٹگمری واٹ اپنی کتاب "Muhammad Prophet and statesman" میں بیان کرتے ہیں:

"Of all the world's great men, none has been so much maligned as Muhammad.At a point Muhammad was transformed into Mahound, the prince of darkness."

دنیا کے عظیم آدمیوں میں سے کسی کے ساتھ اتنی زیادہ دشمنی نہیں کی گئی جتنی کہ (حضرت) محمد (ﷺ) کے ساتھ کی گئی ہے۔ حتی کہ اس مرحلے پر (اسم مقدس) محمد کو Mahound میہاؤنڈ میں تبدیل کر دیا گیا جس کے معنی ہیں تاریکی کا شہزادہ۔

"Muhammad Prophet and statesman" Oxford University Press, 1961 -P 231

حالانکہ تاریکی میں ڈوبی ہوئی مغربی دنیا ہے نہ کہ اسلامی دنیا۔

آزادیٔ ضمیر کا مذہب

جان ولیم ڈریپر لکھتے ہیں:

یہ مکمل طور پر غلط خیال ہے کہ عرب کی ترقی صرف تلوار کے زور پر تھی۔ تلوار قوم کے مذہب کو تو بدل سکتی ہے لیکن یہ انسان کے خیالات اور ضمیر کی آواز کو نہیں بدل سکتی۔

پھر لکھتے ہیں:

قرآنِ کریم کو پڑھنے والا ایک منصف مزاج بغیر کسی شک کے اس بات پر حیران ہوتا ہے کہ کس طرح بات کے مقصد کو احسن رنگ میں ادا کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم اعلیٰ اخلاق اور تعلیم و احکامات سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی ترکیب و ترتیب ایسی واضح اور ہر لفظ اپنے اندر ایک مطلب سمیٹے ہوئے ہے۔ ہر صفحہ اپنے اندر ایسے مضامین لئے ہوئے ہے جس کی تعریف کئے بغیر انسان آگے نہیں جاسکتا۔

History of the Intellectual Development of Europe by John William Draper ,Volume1 p 332,343,344.

رپورٹ سیمینارز سیرت النبی ﷺ

(زیر انتظام مجلس انصار اللہ پاکستان)

(مکرم خواجہ مظفر احمد صاحب قائد عمومی)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبہ 21رستمبر 2012ء کے بعد مجلس انصاراللہ پاکستان نے پروگرام بنایا کہ رسول کریم ﷺ کی سیرت کو عام کرنے کیلئے سیرت سیمینارز کا انعقاد کیا جائے۔ چنانچہ محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ پاکستان کی ہدایت کے مطابق 10راکتوبر 2012ء سے ان سیمینارز کا سلسلہ شروع ہوا۔ سال کے اختتام پر مجلس شوریٰ انصاراللہ پاکستان 2012ء کی تجویز کے مطابق آنحضرت ﷺ کی شان میں حالیہ گستاخانہ فلم اور خاکوں کے حوالہ سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات کی روشنی میں طے پایا کہ سال 2013ء سیرت النبی ﷺ کے سال کے طور پر منایا جائے اور مرکزی سطح پر سیرت النبی ﷺ سیمینارز کا پندرہ روزہ یا حسب حالات ماہانہ مفید سلسلہ جاری رکھا جائے۔ علاقہ جات، اضلاع اور مجالس کو بھی تحریک کی جاتی رہی کہ وہ بھی ہر سطح پر رسول کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے حسین پہلوؤں کو عام کرنے کیلئے اور اعتراضات کے جواب کے حوالے سے پروگرام منعقد کریں۔ چنانچہ اس سلسلے میں پاکستان بھر میں مجلس انصاراللہ کے تحت جو سلسلہ شروع ہوا اس کے تحت سال 2013ء میں 4 علاقہ جات میں 284 پروگراموں میں 1321 احباب اور 506 مہمانوں نے استفادہ کیا۔ 10 اضلاع میں 252 پروگراموں میں 1471 احباب اور 80 مہمانوں نے استفادہ کیا 31 مجالس میں 141 پروگراموں میں 4014 احباب اور 301 مہمانوں نے استفادہ کیا۔ اور اللہ کے فضل سے ماہانہ اوسط 835 مجالس میں 361 پروگرام منعقد کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ اس سلسلے میں مرکزی سطح پر منعقد ہونے والے پروگراموں کا خلاصہ پیش ہے۔

- سیرت سیمینار کا پہلا پروگرام 10راکتوبر 2012ء بروز بدھ بعد نماز عصر 5 بجے ایوان ناصر دفتر انصاراللہ میں منعقد کیا گیا۔ جس میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان نے **"حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا مقام محمود"** کے عنوان پر لیکچر دیا اور گستاخانہ فلم میں نبی کریمؐ کی پہلی وحی کے سلسلہ میں اٹھائے گئے اعتراضات کے جواب دینے کے ساتھ رسول کریمؐ کے بلند مقام کا تذکرہ کیا۔ حاضری 245 رہی۔
- 24راکتوبر بروز بدھ بعد نماز عصر دوسرا پروگرام زیر صدارت محترم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان منعقد ہوا۔ جس میں محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب انچارج ریسرچ سیل نے آنحضرت ﷺ کا مقام بیان کرتے ہوئے نجات اور شفاعت کا فلسفہ بیان کیا۔ حاضری 220 رہی۔
- 7رنومبر بروز بدھ بعد نماز عصر اس سلسلے کا تیسرا پروگرام منعقد کیا گیا۔ جس میں محترم جمیل الرحمٰن رفیق صاحب نے نہایت دلچسپ انداز میں فتح مکہ کا پس منظر بیان فرمایا۔ جس میں عام فہم اور اچھوتے انداز میں رسول کریم ﷺ کی سیرت کے پہلو، حکمت عملی و بصیرت، معاہدات کی پاسداری، صبر واستقامت، جرأت وبہادری اور الٰہی تائیدات کا خوبصورت نقشہ پیش کیا۔ حاضری 230 رہی۔
- 21رنومبر کو محترم شبیر احمد ثاقب صاحب قائد اصلاح وارشاد نے **"رسول کریم ﷺ کا عشق الٰہی اور عبادات"** کے موضوع پر تقریر کی۔ جس میں رسول کریم ﷺ کی مکی دور کی عبادات کا واقعاتی رنگ میں تذکرہ کیا۔ حاضری 190 رہی۔
- 16رجنوری 2013ء بعد نماز عصر ایوان ناصر میں منعقدہ پروگرام میں محترم سید مبشر احمد ایاز صاحب نے پُر مغز مضمون

"رسول کریم ﷺ کی عبادات" پیش کیا۔حاضری 210 رہی۔

● 30رجنوری کی شام محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح وارشاد رشتہ ناطہ کی زیرِ صدارت منعقد ہونے والے سیمینار میں محترم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان نے **"رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور روزمرہ معمولات"** کے متعلق دلچسپ انداز میں مضمون پیش کیا۔مجموعی حاضری **278** رہی۔

● 13فروری بعد نماز عصر مکرم عبدالسمیع خان صاحب قائد تعلیم القرآن نے **"رسول کریم ﷺ کی عائلی زندگی"** کے موضوع پر تقریر کی۔جس میں آنحضرت ﷺ کی اہل خانہ کے ساتھ شفقت کے انداز کو بیان کیا۔حاضری 182 رہی۔

● **6**رمارچ بروز بدھ کو آٹھویں پروگرام میں محترم بریگیڈیئر (ر) وقیر احمد صاحب نے **"جنگوں کے بارے میں اسلامی تعلیمات اور رسول کریم ﷺ کا بہترین نمونہ اور حکمت عملی"** کا مضمون پیش کیا۔جس میں رسول کریم ﷺ کی مدبرانہ حکمت عملی اور طریق جنگ اور غزوات دہرایا میں رسول کریم ﷺ کے اقدامات اور تیاری کو نہایت دلچسپ انداز میں پیش کیا۔حاضری **230** رہی۔

● 20رمارچ بروز بدھ اس سلسلہ کا نواں پروگرام منعقد ہوا۔جس میں مکرم فضیل عیاض احمد صاحب نے **"حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور امن عالم"** کا مضمون پیش کیا۔جس میں رسول کریم ﷺ کی زندگی میں امن کے قیام کی اکائیاں بیان کیں۔حاضری **215** رہی۔

● 3اپریل کو محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ پاکستان کے زیرِ صدارت سیرت النبیؐ کے دسویں پروگرام میں محترم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ نے **"رسول کریم کی خداداد انتظامی بصیرت"** کے موضوع پر لیکچر دیا اور واقعاتی رنگ میں مختلف مواقع پر حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے اعلیٰ سطحی انتظام وانصرام کو پیش کیا۔مجموعی حاضری 205 رہی۔

● 17راپریل بروز بدھ اس سلسلے کا گیارہواں پروگرام ہوا۔جس میں مکرم ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب نے **"محمد ﷺ ہی نام اور محمدؐ ہی کام (اعترافات غیر مسلم سکالرز)"** کا مضمون پیش کیا۔جس میں آپ نے آنحضرت ﷺ کی سیرت پر ہندوستان کے غیر مسلم سکالرز کی کتب کا تعارف کروایا اور آنحضرت ﷺ کی شان اور مدح میں غیر مسلم مصنفین و دانشوروں کے اقتباسات پیش کیے۔ حاضری **190** رہی۔

● 29رمئی بروز بدھ منعقدہ پروگرام میں محترم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب قائد تربیت نے **"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقام اور آپ سے عشق"** کا مضمون پیش کیا۔حضرت مسیح موعودؑ کی نظم ونثر پر مشتمل تحریرات اور آپؑ کی سیرت سے واضح کیا کہ حضرت رسول پاک محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس کی معرفت تامہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی جن کا آنحضور ﷺ سے عشق بھی بے نظیر ہے۔حاضری **185** رہی۔

● **12**رجون بعد نماز عصر تیرہواں پروگرام منعقد ہوا۔جس میں محترم نصیر احمد انجم صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ نے **"اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں آزادی مذہب اور اظہار رائے"** کا مضمون پیش کیا۔انہوں نے رسول کریم ﷺ کی تعلیمات کا دوسرے مذاہب سے موازنہ پیش کیا اور رسول کریم ﷺ کی اعلیٰ شان اور پاک نمونہ پیش فرمایا۔مجموعی حاضری **168** رہی۔

● 26رجون بروز بدھ مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب کے زیرِ صدارت چودھواں پروگرام منعقد ہوا۔جس میں مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب قائمقام صدر مجلس انصار اللہ پاکستان نے **"رسول کریم ﷺ کی بنی نوع انسان سے ہمدردی"** کا مضمون بیان کیا۔ واقعاتی رنگ میں رسول کریمؐ کا مختلف طبقات کے لوگوں کے ساتھ پیار محبت اور حسن سلوک کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔حاضری 185 رہی۔

● 28راگست بروز بدھ بعد نماز عصر پندرہواں پروگرام منعقد ہوا۔خاکسار خواجہ مظفر احمد مربی سلسلہ قائد عمومی نے **"آنحضرت ﷺ**

اور معاہدات کی پاسداری" کا مضمون بیان کرنے کی سعادت پائی۔ جس میں خاکسار نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت سے قبل کے معاہدات اور دورِ نبوت میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے معاہدات کی پاسداری کے اعلیٰ نمونہ کو پیش کیا۔ حاضری 182 رہی۔

● 11 ستمبر بعد نماز عصر منعقدہ پروگرام میں محترم پروفیسر عبدالکریم خالد صاحب نے **"محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام"** (غیر مسلم شعراء کرام کی نظر میں) کے موضوع پر بہت دلچسپ مضمون پیش کیا اور غیر مسلم شعراء کی رسول کریمؐ کی شان میں لکھی جانے والی شعراء کی کتب کے ساتھ ساتھ ان کے منظوم کلام کو بھی پیش کیا۔ جس سے رسول کریمؐ کی ارفع شان میں بیان کردہ اشعار کی گہرائی کو اچھوتے انداز میں پیش کیا۔ حاضری 188 رہی۔

● 9 اکتوبر بروز بدھ اس سلسلہ کا سترہواں پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں مکرم محمد محمود طاہر صاحب معاون صدر انصار اللہ پاکستان نے **" آنحضرت ﷺ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات"** کا مضمون بیان کیا۔ آنحضرت ﷺ پر ہونے والے اعتراضات کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلفا سلسلہ کی تحریرات کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کی شان کو بیان کیا۔ حاضری 190 رہی۔

● 23 اکتوبر بعد نماز عصر اٹھارواں پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں مکرم مولانا محمد اعظم اکسیر صاحب نے **"صحت وصفائی اور پاکیزگی میں آنحضور ﷺ کا نمونہ"** کا مضمون بیان کیا۔ دین میں اس کی اہمیت اور آنحضرت ﷺ کے پاک نمونہ سے روشن مثالیں پیش کیں۔ حاضری 195 رہی۔

● **4 دسمبر** بروز بدھ اس سلسلے کا 19 واں پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں مکرم ظفر احمد ظفر صاحب مربی سلسلہ نے **"آنحضرت ﷺ کی شادیوں پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات"** کا مضمون بیان کیا اور تعدد ازدواج کے اعتراض کے جوابات دیئے۔ مجموعی حاضری 185 رہی۔

● 14 دسمبر بروز ہفتہ بعد نماز عصر محترم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان کی زیر صدارت ایوان ناصر میں اس سلسلے کا بیسواں اور سال 2013 کا آخری پروگرام منعقد ہوا جس میں مکرم رانا تصور احمد خان صاحب استاد جامعہ احمدیہ ربوہ نے **"آنحضرت ﷺ پر ہونے والے اعتراضات اور انکے جوابات"** کا بیان کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود کے ارشادات کی روشنی میں جواب جامع اور لطیف انداز میں پیش کئے۔ حاضری 265 رہی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان تمام پروگراموں کے بہترین نتائج پیدا فرمائے اور آنحضرت ﷺ کی سیرت کو عام کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

● خاکسار ان تمام احباب کا تہہ دل سے ممنون ہے جنہوں نے **"ناموس رسالت نمبر"** کو مفید اور دلچسپ بنانے میں تعاون فرمایا: ان احباب میں بالخصوص مکرم حافظ مظفر احمد صاحب، مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب، مکرم مرزا فضل احمد صاحب، مکرم حنیف احمد محمود صاحب، مکرم عبدالسمیع خان صاحب، مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب، مکرم محمد محمود طاہر صاحب، مکرم خواجہ مظفر احمد صاحب اور مکرم شکیل احمد خان صاحب شامل ہیں۔ اسی طرح خاکسار شعبہ اشاعت کے کارکنان مکرم حافظ عبدالمنان کوثر صاحب، مکرم فرحان احمد ذکاء صاحب، مکرم ریاض احمد بٹ صاحب اور مکرم مظفر احمد ڈوگر صاحب کا بھی ممنون ہے جنہوں نے بھرپور تعاون کا مظاہرہ کیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ (مدیر)

رپورٹ ریفریشر کورس نائب ناظمین تربیت علاقہ و اضلاع (پنجاب، خیبر پختونخواہ، آزاد کشمیر)

(قیادت تربیت مجلس انصاراللہ پاکستان)

یہ دو روزہ ریفریشر کورس یکم و 2 مئی **2014**ء کو ایوان ناصر میں منعقد ہوا۔ افتتاحی اجلاس کی صدارت محترم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب نائب صدر اوّل مجلس انصاراللہ پاکستان نے کی۔ تلاوت، نظم اور عہد کے بعد مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب قائد تربیت نے کورس کے پروگرام کا مختصر تعارف پیش کیا۔ عملی اصلاح کیلئے محاسبہ نفس اس ریفریشر کورس کا ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ افتتاحی خطاب میں صدر اجلاس نے فرمایا درحقیقت تربیت کا کام ہمارے لیے کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ یہی دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد ہے۔ ہمارے لئے اسوہ حسنہ صرف آنحضرت ﷺ کی ذات ہے۔ تاہم عہدیداران سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی بہتر طور پر کرنے والے ہوں۔ اپنی جماعتی ذمہ داریاں ادا کرنے کیلئے ہر ناصر سے رابطہ بہت ضروری ہے اور اس کیلئے سائقین کا نظام بہت ہی مفید ہے۔ مجلس انصار اللہ پاکستان کی طرف سے ہر سال "ہدایات" کے نام سے لائحہ عمل شائع کیا جاتا ہے جس میں کام اور اس کے طریق کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے نیز بتایا گیا ہے کہ کام کے لیے کیا کیا ذرائع اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ اسے بار بار پڑھنا ضروری ہے۔ اسی طرح رپورٹ فارم کو ہی دیکھ لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے کیا کرنا ہے اور ہر ماہ کے اختتام پر کن امور کی رپورٹ پیش کرنی ہے۔ ان امور میں نماز باجماعت کی ادائیگی، نماز تہجد کی ادائیگی، تلاوت قرآن کریم مع ترجمہ، نماز جمعہ، خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، ہر روز دو نوافل کی ادائیگی اور ہر ہفتہ ایک نفلی روزہ رکھنا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ محترم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب کی افتتاحی تقریر کے بعد فیصلہ جات مجالس شوریٰ کو سلائیڈز کے ذریعے مکرم تبسم مقصود صاحب نائب قائد تربیت اور قائد صاحب تربیت نے حاضرین کے سامنے پوری وضاحت سے پیش کیا نیز عملی اصلاح سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دس خطبات کے اہم نکات نہایت خوبصورت سلائیڈز کی مدد سے پیش کیے۔ ایوان ناصر کے زیریں ہال میں نماز مغرب و عشاء باجماعت ادا کی گئیں۔ پھر دارالضیافت میں رات کے کھانا کھانے کے بعد احاطہ دفاتر انصاراللہ میں ایم ٹی اے ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ اس ورکشاپ کا مقصد ایم ٹی اے کو بذریعہ ڈش انٹینا دیکھنے کیلئے جملہ تکنیکی معلومات فراہم کرنا تھا جو مکرم بشارت احمد خان صاحب (ڈش ماسٹر) نے فراہم کیں اور ریسیور اور ڈش انٹینا کے ذریعے سے سیٹلائٹ سگنلز وصول کرنے سے متعلق معلومات دیں۔ دوران ورکشاپ شرکاء کی سبز چائے سے تواضع کی گئی۔

دوسرے روز کا آغاز اجتماعی نماز تہجد اور نماز فجر کی ادائیگی سے ہوا جس کے بعد محترم مظفر احمد درانی صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی اہمیت و برکات کے موضوع پر درس دیا۔ بعد ازاں شرکاء ریفریشر کورس بہشتی مقبرہ دعا کیلئے تشریف لے گئے اور پھر دارالضیافت میں ناشتہ تناول کیا۔ ریفریشر کورس کی دوسرے دن کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ جس کے بعد محترم خواجہ مظفر احمد صاحب قائد عمومی نے عبادات کی اہمیت اور ان کے قیام کی ضرورت پر مختصر تقریر کی۔ بعدۂ مکرم قائد صاحب تربیت نے عہدیداران تربیت کے فرائض بیان کیے۔

اس کے بعد محترم نصیر احمد قمر صاحب ایڈیشنل وکیل الاشاعت نے خطبات امام کی اہمیت کے موضوع پر حاضرین سے خطاب کیا بعدہٗ مکرم تبسم مقصود صاحب نائب قائد تربیت نے رپورٹ فارمز کا تعارف کروایا اور انہیں پُر کرنے اور مرکز میں بھجوانے کے متعلق ہدایات دیں۔ محترم حافظ برہان محمد خان صاحب نائب قائد تربیت نے فیملی کلاسز کے موضوعات اور ان کے متعلق کچھ مواد کا تعارف حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ آپ کے بعد مکرم عبدالسمیع خان صاحب قائد اصلاح وارشاد نے عملی اصلاح و تربیت میں صحیح علم کی اہمیت بیان کی۔ بعدہٗ تمام حاضرین کو زیریں ہال میں چائے پیش کی گئی۔ بعد ازاں محترم حنیف احمد محمود صاحب نے تربیت اولاد کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ کی تقریر کے بعد تجاویز اور مشوروں کے لیے ایک نشست ہوئی۔ اس دوران علاقہ اور ضلع وار کارکردگی کا جائزہ لیا گیا اور عہدیداران کو باری باری سٹیج پر بلا کر اظہار خیال کا موقع دیا گیا۔ جس کے ساتھ ساتھ مکرم قائد صاحب تربیت ضروری امور کی طرف توجہ دلاتے رہے۔

بعد ازاں محترم صدر مجلس انصاراللہ پاکستان نے اختتامی خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے عملی اصلاح کی جو مہم جاری فرمائی ہے اس میں شعبہ تربیت کے عہدیداران کے کردار کی اہمیت بڑی واضح ہے۔ تاہم تربیت کا کام غیر معمولی صبر اور مستقل مزاجی کو چاہتا ہے۔ اختتامی تقریر کے بعد مکرم صدر مجلس کے ہمراہ تمام شرکاء ریفریشر کورس کا ایک گروپ فوٹو لیا گیا۔ نماز جمعہ و عصر کی ادائیگی کے بعد دارالضیافت میں دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔ اس ریفریشر کورس میں **11** نظامت ہائے علاقہ اور **32** نظامت ہائے اضلاع کے **43** عہدیداران تربیت نیز پہلے روز حلقہ جات ربوہ کے **50** عہدیداران تربیت نے شرکت کی توفیق پائی۔ اس طرح مجموعی طور پر ریفریشر کورس سے **93** عہدیداران تربیت مستفید ہوئے۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

رپورٹ سالانہ ریفریشر کورس اصلاح وارشاد پاکستان

(رپورٹ مکرم عبدالسمیع خان صاحب قائد اصلاح وارشاد)

قیادت اصلاح وارشاد مجلس انصاراللہ پاکستان کے تحت نائب ناظمین علاقہ و اضلاع کا ریفریشر کورس 4,3 مئی 2014ء کو ایوان ناصر میں منعقد ہوا۔ اس میں پنجاب، صوبہ خیبر پختونخواہ اور آزاد کشمیر کے ضلعی و علاقائی عہدیداروں نے شرکت کی نیز ربوہ کی کمیٹی اصلاح وارشاد اور تمام محلوں کے نائب زعماء اصلاح وارشاد نے شرکت کی۔ کل حاضری اللہ کے فضل سے 140 رہی۔

اس تقریب میں صدر مجلس حافظ مظفر احمد صاحب اور نائب صدر اوّل ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب کے علاوہ بزرگان سلسلہ نے خطاب کیا۔ دعوت الی اللہ کے ایمان افروز واقعات سنائے۔ تنظیمی ہدایات دی گئیں۔ تمام مدعوین کو لٹریچر اور حوالہ جات کے سیٹ دیئے گئے اور ان کے استعمال کا طریق سکھایا گیا۔ مکرم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے مجلس سوال و جواب میں شرکت کی۔ حاضرین کے علاوہ مکرم مولانا محمد اعظم اکسیر صاحب اور مکرم آصف جاوید چیمہ صاحب صدر عمومی نے دعوت الی اللہ کے واقعات سنائے۔ مکرم مشہود احمد صاحب قائد تجنید نے جدید ایجادات سے فائدہ اٹھانے کے گر عملی طور پر سکھائے۔ نماز تہجد اور درس وغیرہ کے علاوہ بہشتی مقبرہ میں خصوصیت کے ساتھ بزرگ داعیان الی اللہ کا تعارف کروایا گیا۔ ریفریشر کورس 3 مئی کو بعد نماز مغرب شروع ہو کر 4 مئی کی دوپہر کو اختتام پذیر ہوا۔ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ریفریشر کورس کے بہتر نتائج ظاہر فرمائے۔ آمین۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نُوْرٌ عَلٰی نُوْر وجودِ باجُود

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''خُلق کے لفظ سے جو کسی مذمت کی قید کے بغیر بولا جائے ہمیشہ اخلاقِ فاضلہ مراد ہوتے ہیں۔ اور وہ اخلاقِ فاضلہ جو حقیقت انسانیہ ہے تمام وہ خواص اندرونی ہیں جو نفس ناطقہ انسان میں پائے جاتے ہیں۔ (جیسے عقلِ ذکا، سُرعت فہم، صفائی ذہن، حُسن تحفظ، حسن تذّکر، عفت، حیا، صبر، قناعت، زہد، تورع، جوانمردی، استقلال، عدل، امانت، صدق لہجہ، سخاوت فی محلّہٖ، ایثار فی محلّہٖ کرم فی محلّہٖ، مرّوت فی محلّہٖ، شجاعت فی محلّہٖ، علوِّ ہمت فی محلّہٖ، حلم فی محلّہٖ، تحمّل فی محلّہٖ، حمیّت فی محلّہٖ، تواضع فی محلّہٖ، ادب فی محلّہٖ، شفقت فی محلّہٖ، رأفت فی محلّہٖ، رحمت فی محلّہٖ، خوف الٰہی، محبتِ الٰہیہ، اُنس باللہ، انقطاع الی اللہ وغیرہ وغیرہ) اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ (یعنی عقل اور جمیع اخلاق فاضلہ اس نبی معصومؐ کے ایسے کمال موزونیت و لطافت و نورانیت پر واقعہ کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے) نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ نُور فائض ہوا نور پر (یعنی جب کہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے۔ سو اُن نوروں پر ایک اور نورِ آسمانی جو وحیٔ الٰہی ہے، وارد ہو گیا اور اُس نور کے وارد ہونے سے وجودِ باجُود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔''

(براہین احمدیہ، چہار حصص، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 195 حاشیہ نمبر 11)

Editor: Ahmad Tahir Mirza
Monthly
Regd #: FR - 8
Ansarullah
ansarullahpakistan@gmail.com
magazine@ansarullahpk.org
Ph: 047-6212982
Fax: 047-6214631
Shawal,Ziqad / Zahoor,Tabook 1393 / Agust,September 2014

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جو شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر نجات ہوسکتی ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو بات ہم کو سمجھائی ہے وہ بالکل اس کے برخلاف ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ...... اے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کو کہدے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے پیار کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تم خدا تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے۔ بغیر متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھتے ہیں ان کی کبھی خیر نہیں‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 24)